عصرِ حاضر اور عقیدۂ انتظار

حسن ظفر نقوی

مجاہدانہ تار[illegible] پر[illegible]ی د[illegible]

جعفریہ کا فخر ہونے کی وجہ سے ہم سب کے لئے قابلِ فخر ہیں۔ میں جب پاکستان جاتا ہوں اور لوگوں کی زبانی اپنے خواہرزادے کے تذکرے سنتا ہوں تو بے ساختہ میرے دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ خالق کائنات انھیں بحقِ محمدؐ وآلِ محمدؐ دشمنوں اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور خود مولانا حسن ظفر کو بھی علمی آفات سے محفوظ رکھے۔ جن میں سب سے بڑی آفت اور بلا غرور وتکبر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ نورعین ہمیشہ اسی طرح خلوص اور انکساری کے ساتھ مذہب وملت کی خدمت میں مشغول رہے گا۔

دعا گو

کلبِ صادق

لکھنؤ

عصرِ حاضر

اور عقیدۂ انتظار

عشرہ مجالس 2007ء

مسجد و امام بارگاہ باب العلم نارتھ ناظم آباد کراچی

جسن ظفر نقوی

محمد علی بک ڈپو
اینڈ آڈیو، ویڈیو، سی ڈی سینٹر
بریٹو روڈ، سولجر بازار، کراچی۔
فون: 21-2242991, 2040508

نام کتاب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عصر حاضر اور عقیدۂ انتظار

مؤلف:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سید حسن ظفر نقوی

ناشر:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔العارف اکادمی

سرورق:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اکبر رضا

تزئین:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الباسط پرنٹرز 021-6606211

طبع اول:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مارچ ۲۰۰۹ء

تعداد:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔1000

قیمت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۰۰ روپے

اسٹاکسٹس

محفوظ بک ایجنسی امام بارگاہ شاہ نجف مارٹن روڈ کراچی

افتخار بک ڈپو اسلام پورہ لاہور

العصر بک سینٹر 35، حیدر روڈ لاہور

انتساب

میری بزمِ فکر و خیال

کو سُونا کر کے چلے جانے

والے

آلِ محمد رزمیؔ

کے نام

جو پھول سب سے حسیں تھا مِرے گلستاں کا
خزاں کے ہاتھوں وہی پھول پہلے مرجھایا
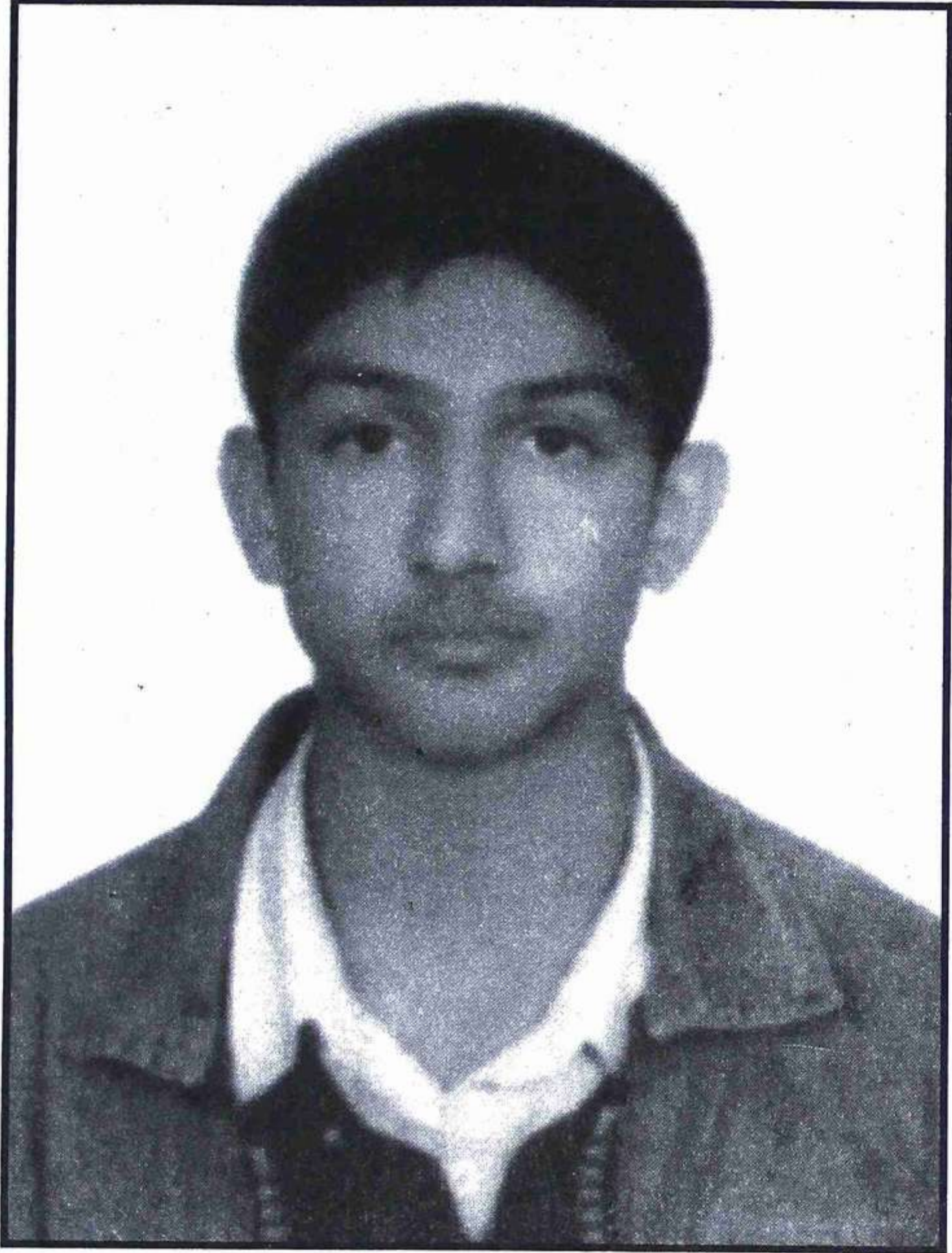
ایک سورۂ فاتحہ کی درخواست ہے

مرحوم فیصل جاوید خان ابن جاوید خان

ترتیب و تنظیم

تاریخی، معاشرتی، سیاسی اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ

شعلہ بیان خطیب مولانا

سید حسن ظفر نقوی

کی معرکۃ الآراء تقریریں

اب زندہ تحریروں کے قالب میں ڈھل کر

آپ کی ضیافت مطالعہ کے لیے ہدیہ ہیں

یہ کتابیں پاکستان کے تمام معروف قومی کتب فروشوں کے یہاں دستیاب ہیں

۷۸۶

پہلے اِسے پڑھیے!

قارئین کرام! ایک اور تقاریر کا مجموعہ آپکی بصارتوں کی نذر کررہا ہوں۔ سب سے پہلے اس مجموعے کے نقائص بیان کردوں۔

پہلا نقص جو آپ کو مجموعے میں نظر آئے گا وہ کچھ ایسی گفتگو ہے جسکا بظاہر عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے مثلاً مجالس عزا کے انتظامی اموراور انتظامیہ سے متعلق مسائل اس جسارت کا عذر یہ ہے کہ میں نے اس بے ربط گفتگو کو اِس لئے حذف نہیں کیا کہ آنے والے وقت میں جب لوگ اس مجموعے کا مطالعہ کریں تو انھیں 2007ء کے کراچی اور ملک کے حالات سے آگاہی ہوجائے۔

2007ء یعنی جب یہ عشرۂ مجالس مسجد و امام بارگاہ باب العلم میں منعقد ہوا تو حالات ویسے ہی تھے جیسے آج 2009ء میں ہیں۔ وہی شہادتیں وہی اسارتیں وہی قوم کے حالات کی دگرگونی، وہی انتشار، وہی اختلاف، وہی دین میں نئی نئی اختراعات بلکہ اب تو صورتحال مزید خرابی کی جانب رواں دواں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جناب موسیٰؑ سے قبل جو ان کی قوم کی حالت تھی اُسی دور سے اب سارے مسلمان بشمول مومنین گذر رہے ہیں۔

پاکستان کے 17 کروڑ مسلمان اور ان میں 3 سے 4 کروڑ کا دعویٰ کرنے والے شیعانِ حیدرِ کرار، سب کا ایک ہی حال ہے۔ سیاسی پارٹیوں اور مذہبی جماعتوں میں اب صرف فرق، ظاہری حُلیے کا بچا ہے۔ ایک سوال جو ساری قوم کی زبان پر ہے کہ آخر کیا کیا جائے؟ انتظار، اور مُنجیِ بشر کا انتظار!

ہاں وہ تشریف لائیں گے سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا مگر ان کے آنے تک کیا کیا جائے؟ ذلت اور رسوائی کی زندگی کا راستہ اپنایا جائے یا کربلا والوں کی سنت ادا کی جائے۔ مگر مصیبت تو

یہی ہے کہ۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؑ بھی نہیں
گرچہ ہیں تابدار ابھی گیسوئے دجلۂ وفرات

انقلاب کے حالات سازگار ہیں مگر راہ گم کردہ رہنماؤں کی سمجھ میں خود نہیں آرہا کہ وہ کس راستے پر چلیں۔قیادتوں کی بھرمار۔ ہر ایک ''انقلابی'' گروہ ایک قائد کو لیکر چل رہا ہے۔اور بعض رہنما تو ایسے ہیں کہ جو یہ سوال کرتے ہیں کہ تم نے ہمیں قائد تو بنادیا اب یہ بھی تو بتاؤ کہ ہمیں کرنا کیا ہے۔کچھ قائدین آتے ہیں جذبات ابھارتے ہیں اور واپس اپنی پناہ گاہوں میں چلے جاتے ہیں۔کچھ مستقبل میں قیادت کے خواب دیکھنے والے ابھی سے اپنی ٹیمیں تیار کررہے ہیں۔نظریات کی بھرمار،خط امام پر چلنے کا دعویٰ کرنے والوں کی گروہ بندی،عقائد میں تحریف کرنے والوں کی یلغار،منبر سے تشیع کا مذاق بنانے والوں کی جسارتیں،تنظیموں اورافراد کی تنگ نظری اور تنگ دلی ،الزامات تہمتیں،افواہیں اور نفس امّارہ کی تسکین کے لئے شخصیت کُشی کی مذموم حرکتیں۔۔۔اور یہ سب دین کے دعویداروں کی طرف سے!!!!

یہ مختصرسی منظر کشی ہےاس ماحول کی جسمیں یہ عشرۂ مجالس پڑھا گیا ہے۔اس لئے تقریر کو مِن وعَن تحریر کی شکل دی گئی ہے۔اس مجموعے کا دوسرا نقص تقریر اور تحریر کا درمیانی فاصلہ ہے جو اسمیں بارہا اور جگہ جگہ نظر آئے گا۔کیونکہ تقریر میں بعض اوقات کچھ مطالب صرف لہجے اور اشارے سے سامعین تک پہنچ جاتے ہیں۔اور بھی بہت سے نقائص جن کی نشاندہی آپ مطالعے کے بعد فرمائیں گے۔

یہاں دو حادثات کا خاص طور پر ذکر کرنا ضروری ہے جن حادثات نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ایک آلِ محمد رزمیؔ کا مجھ سے بچھڑ جانا،جس کی موت نے مجھ سے میرا غمگسار چھین لیا۔وہ میرے دُکھ کو سمجھتا تھا۔بہرحال یقین تو کرنا پڑے گا کہ اب وہ واپس نہیں آئے گا۔اور دوسرا حادثہ یہ کہ

میرے بہت ہی قریبی دوست اور بھائی جناب جاوید خان صاحب جو متحدہ عرب امارات میں مقیم ہیں حال ہی میں ان کے نوجوان فرزند فیصل جاوید خان کا العین میں ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا۔ یہ بچہ انتہائی ذہین اور گھر اسکول سب جگہ ستارے کی مانند تھا۔ میں اس کتاب میں اپنے دوست جاوید خان اور ان کی اہلیہ رضیہ بہن کی اجازت سے اس بچے کے ایصال ثواب کے لئے اس کی تصویر بھی شائع کر رہا ہوں ہر پڑھنے والے سے میری التجا ہے کہ آلِ محمدؐ رزمیؔ اور اس نوخیز اور نوعمر بچے کے لئے ایک سورۂ فاتحہ ضرور پڑھ دیں۔

اب آتی ہے بات شکریہ ادا کرنے کی سب سے پہلے تو اس خالق دو جہاں کا شکر جو ہم جیسے گناہگاروں کو مسلسل توبہ کے مواقع فراہم کرتا ہے اور توفیق عطا فرماتا ہے کہ ہم اپنی آخرت کے لئے کچھ کام کر جائیں۔ اسکے بعد الباسط پرنٹرز کے تمام اراکین اور خاص طور پر برخوردار سید محمد حیدر نقوی جنھوں نے پوری دل جمعی کے ساتھ اس کتاب کی کمپوزنگ کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا۔ میرے دوست جاوید خان جنکا تعاون پورے طریقے سے شاملِ حال رہا۔ پروفیسر حسن اکبر کمال صاحب کی کمال محبت کا شکر گذار ہوں کہ جنکی تحریر سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے ماموں ڈاکٹر کلب صادق صاحب کا شکریہ ادا کروں گا تو ناراض ہو جائیں گے بس یہ سب ان کی اور خاص طور پر میری والدہ گرامی کی دعاؤں کا اثر ہے۔ میرے بیوی بچے جو مجھے گھر کا سکون عطا کرتے ہیں اور خوشگوار ماحول فراہم کرتے ہیں تا کہ میں کچھ لکھنے اور پڑھنے کے قابل ہوسکوں۔ اب آپ کتاب پڑھیئے اور اپنی رائے سے آگاہ کرنا مت بھولئے۔

احقر

حسن ظفر نقوی

۱۷، ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ

نیو رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

تاریخی، معاشرتی، سیاسی اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ

شعلہ بیان خطیب مولانا

سید حسن ظفر نقوی

کی معرکتہ الآراء تقریریں

اب زندہ تحریروں کے قالب میں ڈھل کر

آپ کی ضیافت مطالعہ کے لیے ہدیہ ہیں

''حسینیت آزمائش کے میدان میں''

''ارتقائے انسانیت میں معصومینؑ کا کردار''

''ولایت معصومینؑ''

''سیرت امام زین العابدینؑ''

یہ کتابیں پاکستان کے تمام معروف قومی کتب فروشوں کے یہاں دستیاب ہیں

۷۸۶

تقریظ

از: ڈاکٹر سیّد کلبِ صادق

برخوردار خواہر زادے مولانا حسن ظفر نقوی جنہیں ہم سب سہیل سلّمہٗ بھی کہتے ہیں آج سے تیس 30 سال پہلے جب انقلاب اسلامی کا معجزہ رونما ہوا تو برصغیر کے بھی لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد اسکے سحر کا شکار ہوئے اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ مگر فرق یہ تھا کہ اسلامی انقلاب ایک صدی سے زیادہ کی جدُّ جہد اور قربانیوں کا ثمر تھا۔ جبکہ ہمارا معاشرہ ابتدائی تربیت سے بھی عاری تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اکثریت جتنی تیزی سے آئی تھی اتنی ہی تیزی سے واپس چلی گئی۔ جو بچے وہ نظریاتی اختلافات کا شکار ہوکر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ گئے۔ سب انقلابی ہیں مگر صد افسوس کہ سب کی راہیں جدا ہیں۔ بھارت ہو یا پاکستان کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ ہم نے سامراجی طاقتوں کے خلاف زبانی جمع خرچ تو کیا نعرے بازی تو کی۔ (اور یقیناً یہ بھی وقت کی ضرورت تھی اور ہے) مگر منصوبہ بندی کی طرف سے غافل رہے۔ جبکہ ہمارے مقابلے میں شیطانی طاقت اور اُس کے گماشتوں نے ہمارے خلاف زبردست منصوبہ بندی کی اور پہلے ہمیں دیگر مکاتب سے لڑایا اور جب صدیوں کے لئے نہ ختم ہونے والے فساد کی جڑیں مضبوط کر چکے تو پھر ہمارے اندر دراڑیں ڈالنے کا کام شروع کر دیا اور آج گلی گلی، کوچے کوچے طرح طرح کی آوازیں، نظریات اور تحریفات کا عمل جاری ہے اور کوئی ان تحریفات کے مقابلے میں بند باندھنے والا نظر نہیں آرہا۔

یہ ہے وہ مختصر سا جائزہ جس میں میرے مجاہد بھانجے مولانا حسن ظفر نقوی اور اُنھیں جیسے چند اور دیگر مجاہد علماء اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انقلاب کے روزِ اوّل سے آج

تک اِن افراد کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی۔ جیسا میں نے انہیں تیس 30 سال پہلے پایا تھا وہی جوش وخروش اور عزم و ہمت میں آج بھی ان میں دیکھتا ہوں۔ بلکہ بلا جھجک میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ مولانا حسن ظفر سلّمہٗ اور اِن کے ساتھی اُن افراد میں سے ہیں جو ہم جیسے بوڑھوں کو بھی جوانی کا عزم عطا کر دیتے ہیں۔ میں بجا طور پر یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ مولانا حسن ظفر نقوی نے اپنے آباؤ اجداد کی سنت اور اُن کے ورثے کا بہترین انداز میں دفاع کیا ہے۔ اور اُن کی مجاہدانہ تاریخ پر کوئی داغ نہیں لگنے دیا۔ اور حسن ظفر ملّتِ جعفریہ کا فخر ہونے کی وجہ سے ہم سب کے لئے قابلِ فخر ہیں۔ میں جب پاکستان جاتا ہوں اور لوگوں کی زبانی اپنے خواہرزادے کے تذکرے سنتا ہوں تو بے ساختہ میرے دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ خالق کائنات انھیں بحق محمدؐ وآلِ محمدؑ دشمنوں اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور خود مولانا حسن ظفر کو بھی علمی آفات سے محفوظ رکھے۔ جن میں سب سے بڑی آفت اور بلا غرور وتکبر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ نورِعین ہمیشہ اسی طرح خلوص اور انکساری کے ساتھ مذہب وملت کی خدمت میں مشغول رہے گا۔

دعا گو

کلبِ صادق

لکھنؤ

’’خطیب عصرِ حاضر‘‘

پروفیسر حسن اکبر کمال
سابق صدر شعبہ انگریزی
گورنمنٹ دہلی کالج کراچی

مولانا حسن ظفر نقوی ہمارے عہد کے ایک ممتاز عالمِ دین، خطیب اور نہایت مقبول ذاکرِ اہل بیتؑ ہیں۔ خاص طور پر ہماری نوجوان نسل کے تو وہ محبوب ترین خطیبِ خانوادۂ رسالت اور پُر جوش رہنما ہیں۔ اسی لیے میں انہیں ’’خطیبِ ظفر مند‘‘ کہتا ہوں۔

میں نہایت اختصار کے ساتھ مولانا حسن ظفر کی شخصیت کردار اور خطیبانہ صلاحیتوں کے بارے میں اپنے تاثرات عرض کرنا چاہتا ہوں، میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ خطیبِ عصرِ حاضر ہیں، اس لیے کہ آپ انہیں اکثر مجالس میں عصرِ حاضر کے حوالے سے اسیرانِ ستم کے حق میں اور جبرو استبداد کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے دیکھتے ہیں، یہ نقطۂ نظر اور مظلوموں کے حق میں، اُن کی دادرسی کیلئے، بلاتفریق مذہب وملت ومسلک، صدائے احتجاج بلند کرنے کا جذبہ دراصل ان کے دورِ طالبِ علمی سے ہی ان کے ذہن ودل میں پروٹین پاتا رہا ہے جو آج ان کا وظیفہ حیات بن گیا ہے۔ این۔ ایس۔ ایف کے ایک اہم، پرجوش، فعال اور سرگرم رہنما کی حیثیت سے ظلم وجبر، ناانصافی، کمزوروں کے استحصال اور آمریت کی سفّاکانہ سازشوں کے خلاف تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ اس سلسلے میں اکثر نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا اور قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ سماجی مسائل کا شعور پختہ ہوتا گیا اور مظلوم طبقوں سے پرخلوص وابستگی کا

جذبہ بھی فروغ پاتا رہا۔ یہ ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کا اجمالی تذکرہ ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا حسن ظفر کے مزاج، کردار اور رویوں کی تشکیل کس طرح ہوئی، کردار سازی کے اس عمل سے گزرنے کے بعد ہمارے سامنے دورِ حاضر کا یہ جرأت مند بے باک اور سیفِ زبان و سیفِ قلم سے جہادِ مسلسل کرنے والا شعلہ بیان خطیبِ اہل بیت پورے بانکپن اور روش بوذری کے ساتھ موجود ہے۔

عشرۂ محرم میں کی جانے والی مولانا صاحب کی تقاریر کا یہ مجموعہ جو آپ کے سامنے ہے میرے مندرجہ بالا تاثرات کی توثیق کا آئینہ دار ہے۔ میں آپ کے اور ان فکر انگیز تقاریر کے درمیان زیادہ دیر حائل نہیں رہنا چاہتا مگر یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا حسن ظفر کے طرزِ بیان فکری زاویوں، تحقیقی صلاحیت اور متوازن خطابت کے بارے میں اپنے ناچیز خیالات سے آپ کو آگاہ کرنے کی مقدور بھر کوشش کروں کہ یہ سب اوصاف خداداد ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مولانا نئی نسل کی ذہنی تربیت اور ان کے عقائد کی مضبوطی کو اپنا دینی فریضہ قرار دے چکے ہیں اور اسی لیے ابلاغ کی سطح کو اس حدِ اعتدال اور درجۂ توازن پر رکھتے ہیں کہ ان کے مخاطب، خاص طور پر نوجوان اور بچے بھی، بہ خوبی ان کے خیالات سے آگاہ ہوسکیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ مولانا صاحب زبان و بیان کو بے حد سادہ اور عام فہم رکھتے ہیں فارسی آمیزش اور مشکل پیرایۂ اظہار، فلسفہ وسائنس کے دقیق مسائل اور حوالے ان تقاریر میں آپ کو کم ملتے ہیں ویسے کسی محفل میں ان سے گفتگو کیجیے تو۔

''پھر دیکھئے اندازِ گل افشانئ گفتار''

وہ حوالوں اور کتابوں اور حکمت وفلسفہ کے پیچیدہ نکات اور موشگافیوں کا ڈھیر لگادیں

گے۔ان تقاریر کو وہ شعوری طور پر عام فہم اور سادہ رکھتے ہیں۔ یہ اہتمام اُن کی خطابت کو نہایت موثر اور دلنشین بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، ان کی مثالیں بھی عام فہم اور عمومی زندگی سے متعلق ہوتی ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ مولانا صاحب اپنی تقاریر کے موضوعات بہت دانشمندی اور احتیاط کے ساتھ منتخب کرتے ہیں جن میں سے بیشتر کا تعلق عصر حاضر کے تقاضوں اور مسائل سے ہوتا ہے لہٰذا خطیب اور سامعین کے درمیان ایک قدرِ مشترک آغاز ہی سے قائم ہوجاتی ہے جو آخر تک برقرار رہتی ہے مثال کے طور پر ۲۰۰۹ء کے عشرے میں ''باب العلم'' امام بارگاہ میں موضوع ''مکارم اخلاق'' قرار دیا گیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں اخلاقی قدروں کے انحطاط اور انسانی رویوں میں بڑھتی ہوئی بے حسی، خود غرضی، حرص وہوس اور ناانصافی پر مولانا صاحب نہ صرف حد درجہ قلق اور ملال محسوس کرتے ہیں بلکہ بنیادی طور پر ایک حساس، درمند اور مخلص انسان ہونے کی بنا پر اپنی قوم کے مرد وزن کو معاشرے کے ذمہ دار، باکردار، بااخلاق اور باعمل افراد بنانے کی کاوشوں کو اپنی زندگی اور خطیبانہ فریضے کا اہم حصہ قرار دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مولانا صاحب تقاریر کے موضوع کے انتخاب کو عصرِ حاضر کے مسائل سے ہم آہنگ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عالمی سیاسی اور سماجی منظر نامہ ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم مسئلہ جسے مولانا صاحب ہرگز نظر انداز نہیں کرتے، انتظامیہ کے اقدامات سے متعلق ہے۔اس سلسلے میں وہ شائستگی اور عدل کا دامن تھامے رکھتے ہیں اگر انتظامیہ سے نظم وضبط اور حفاظتی اقدامات کے سلسلے میں ذرا سی بھی کوتاہی ہو تو مولانا صاحب نہایت جرأت کے ساتھ، ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پرزور احتجاج کرتے ہیں اور چونکہ وہ بعض لوگوں کے برعکس کسی بھی حکومتِ وقت کے مراعات یافتہ علماء میں شامل نہیں رہے ہیں اس لیے وہ بے خوفی اور بے باکی سے دل کی بات زبان پر لے آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان

کی بات کا انتظامی حلقوں پر اثر بھی بہت گہرا ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اگر انتظامیہ اپنے فرائض منصبی ذمہ داری سے اور خوش اسلوبی سے ادا کرے تو مولانا صاحب ان کی تحسین میں بھی جانب داری اور بخل سے کام نہیں لیتے اسی طرح اپنی ہی صفوں میں موجود کالی بھیڑوں کا بھی وہ بہت کڑا احتساب کرتے ہیں۔

اگر کچھ مراعات یافتہ اور مصلحت پرست علماء کا ذکر چھڑ گیا ہی ہے تو عرض کرنے دیجیے کہ مولانا حسن ظفر بڑے درویش صفت اور قلندرانہ مزاج رکھنے والے عالم دین ہیں، کسی سے کوئی مفاد وابستہ رکھتے ہیں نہ توقعات، اور نہ ہی مجالس کے ہدیئے وغیرہ کا کبھی مطالبہ یا فرمائش ان سے منسوب کی گئی، وہ تو ذکر حسینؑ کرتے ہیں، قوم کی آگہی اور اصلاح کا فریضہ ادا کرتے ہیں، کوئی ان کی محنت، وقت اور خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ بھی ہدیہ یا نذرانہ پیش کردے تو شکرگزار ہوتے ہیں ورنہ دعائیں لیتے اور دعائیں دیتے ہوئے اپنے گھر کی جانب یا کسی دوسری مجلس سے خطاب کرنے کے لیے کسی اور امام بارگاہ کی سمت روانہ ہو جاتے ہیں۔

''میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے''

آیئے اب زیرنظر کتاب یا اس مجموعہ تقاریر کے موضوع اور مندرجات فکر انگیز و ایمان افروز کا جائزہ لینے کی کوشش کریں۔ حضرت صاحب الزماںؑ کی رجعت اور ظلم وجور کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی دنیا کو اَمن وعدل وآشتی سے بھر دینے پر تو دین اسلام کے ہر مسلک بلکہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کا بھی اتفاق ہے، جو بدنصیب اور بدفطرت اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل اسرارِ قرآنی، احادیثِ رسولؐ، فرمودات آئمہ اطہارؑ اور اہل سنت واہل تشیع کے جید اور معتبر ترین علماء کی بیان کردہ مربوط ومتواتر احادیث کے انمول خزینے کا بھی انکار کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کرتے ہیں اور دنیا بھی!

مولانا حسن ظفر نے انہی عاقبت نااندیش اور فاسق لوگوں کے اعتراضات کا ایک

قابل وکیل کی طرح جو جواب دیا ہے وہ عقلی دلائل اور نا قابل تردید استدلال پر مبنی ہے۔

انہوں نے قرآنی آیات کے حوالے دے کر اُن کا تجزیہ کیا ہے اور مختلف مسالک اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے دانشوروں کا حوالہ بھی دیا ہے جو رجعتِ امامِ آخرالزماں کے قائل ہیں۔

سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲ اور ۳ میں ارشاد ہے:

''یہ ہدایت ہے متقین کیلئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ غیبت امامؑ پر، ایمان کی ہدایت کا اشارہ ہے۔''

سورۂ المائدہ۔۱۲ میں ارشاد ہوتا ہے۔

''اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا اور ان میں سے بارہ سرداران مقرر کیئے''

غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے پیغمبرؐ سے آئمہ کی تعداد کے بارے میں استفسار کیا تو آپؐ نے فرمایا ''جتنی بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد تھی''۔

اس سے ثابت ہوا کہ آئمہ اطہارؑ کی تعداد بارہ ہے اور بارہویں امامؑ کا وجود ثابت ہے اگر چہ غیبت میں اور حجاب میں ہے۔ ان کے ظہور اور رجعت کا ہمیں اور تمام مسلمانوں کو انتظار ہونا لازم ہے کیونکہ حضورؐ اور حضرت علیؑ سے لے کر گیارہویں امامؑ تک تواتر کے ساتھ آخری امامؑ اور ہادی برحق کی آمد اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دینے کا اعلان کیا جاتا رہا ہے۔

سورۂ انعام ۱۵۸۔ ارشاد ہوا۔ ''قُلِ انتَظِرُوا اِنَّا مُنتَظِرُونَ O''

''اے رسولؐ کہہ دو تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں''

یہ انتظار کے تسلسل کی دلیل ہے جو ہمارے عقیدے کا جزو لازم ہے۔ محی الدین عربی نے 'فتوحات مکیہ' میں کہا آپؑ کی ولادت ہو چکی ہے جب دنیا ظلم وجور سے بھر جائے گی تو آپؑ

ظہور فرمائیں گے۔

حدیث رسولؐ "اُس کا نام میرا نام ہوگا اُس کی کنّیت مری کنّیت ہوگی اور وہ میرے اخلاق کا آئینہ دار ہوگا" واضح دلیل ہے۔

حدیث رسولؐ "مَن کَذّبَ مھدی فَقَد کَفَرَ" جو شخص مہدی کا انکار کرے بہ تحقیق وہ کافر ہوگیا۔ اعتراض کرنے والوں کے بارے میں قول فیصل ہے۔

زبور اور توریت میں دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دینے والے اور آنے والے مصلح کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں۔

اہل سنت کے مسلک سے تعلق رکھنے والے ۱۰۹ جید اور معتبر علمائے دین نے امامؑ کے ظہور سے متعلق مربوط اور متواتر احادیث کو اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ تیس سے زیادہ صحابہ کرامؓ نے بھی تواتر سے یہ احادیث بیان کی ہیں۔ ایک سوال یہ بھی ہے کہ جب انسانوں کو گمراہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو غیبت میں رہتے ہوئے قیامت تک زندہ رہنے اور سرگرم عمل رہنے کی مہلت عطا فرمائی ہے تو یہ اصول عدل کے خلاف بھی ہے اور نوع انسان کو شیطان کے خلاف مزاحمت کی قوت سے محروم کر دینے کے مترادف ہے کہ قیامت تک کسی ہادی اور مصلح اور امامؑ اور انسانوں کے مددگار کو غیبت میں باقی نہ رکھا جائے۔

نجم آفندی نے کیا خوب کہا؛

چھپ کے بہکاتا ہے پردے میں جو ابلیس لعین

ہے تقاضا عدل کا پردے میں اِک رہبر بھی ہو

مولانا حسن ظفر ہی نہیں بلکہ پوری ملت جعفریہ علامہ اقبال کی ہم آواز ہو کر کہہ رہی ہے

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اس اعتراض کا جواب کہ کسی انسان کی عمر اتنی طویل کیسے ہوسکتی ہے؟ یہ دیا جاسکتا ہے کہ حضرت خضرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا بقید حیات ہونا ممکن ہے تو اس ہستی کا بقائے دوام سے بہرہ مند ہونا کیوں ممکن نہیں جس کے وجود اور ظہور پر قول رسولؐ اور اقوال آئمہؑ گواہ ہیں۔ قرآن حضرت نوحؑ کی طویل عمر کا شاہد ہے حضرت یونسؑ قرآن کے مطابق اگر تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک شکم ماہی میں قیام کرتے۔

ایک جواب سائنسی لحاظ سے یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ جب مجلّہ ''الہلال'' شمارہ نمبر ۵ میں درج سائنسی تجربے کے مطابق ایک Fruit Fly کی عمر ۹۰۰ گنا بڑھائی جاسکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کسی انسان کی اوسط عمر کو ۹۰۰ گنا یا اس سے بھی زیادہ بڑھانے پر یقیناً قادر ہے، یعنی ایک ۸۰ برس عمر رکھنے والا اس سائنسی تحقیق کی رو سے ۲۰۰۰ سال زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن مسئلہ وہی ہے جو اس ناچیز نے اس شعر میں عرض کیا ہے:

ذکرِ مولاؑ کیجئے اہلِ نظر کے سامنے
کھولنا کیا رازِ غیبت بے خبر کے سامنے

مولانا حسن ظفر خود بھی تحقیق کے آدمی ہیں، تاریخی شعور کے ساتھ درست اور قابل قبول تاریخی حوالے دینے پر اصرار کرتے ہیں، ایسی روایات سے اجتناب کرتے ہیں جن کو عقل سلیم تسلیم نہ کرے۔ نئی نسل کو حصول علم اور فروغِ دانش و حکمت کے لیے بھرپور اور ان تھک کوششیں کرنے کی مسلسل تلقین ان کے خطاب کا لازمی حصّہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ علم اور پاکیزگی کردار کے ذریعے، جو راستیٔ عمل میں ڈھل جائے، نوجوان نسل ترقی کے مراحل آسانی سے طے کرسکتی ہے، وہ حصول علم کی ہدایت اور سیرت و کردار کو پیروی رسولؐ و آئمہ اطہارؑ کے ذریعے ایسے سانچے میں ڈھالنے کی تلقین کرتے ہیں جو مومنین اور مومنات کو معاشرے کے مثالی افراد کے طور پر پیش کرے۔

آخر میں یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ تمام تر حق گوئی اور بے باکی اور جرأت و حوصلہ

مندی کے ساتھ ساتھ مولانا حسن ظفر اتحاد بین المسلمین کے پر خلوص حامی ہیں وہ نئی نسل کو شائستگی استدلال اور تہذیبی اقدار کی پاسداری کے ساتھ اپنا موقف پیش کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ دوسروں کے عقائد پر اعتراض کرنے، تلخی اور نفرت کا پرچار کرنے، فاصلوں کو بڑھانے اور دلوں کو دور لے جانے کی بجائے ''میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے'' کے سنہری اصول پر عمل کرنے کا مشورہ ان کے خطاب اور نظریات کی اساس ہے۔ میری دعائیں ہمیشہ مولانا حسن ظفر نقوی کے ساتھ ہیں۔

حسن اکبر کمال

۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۰ ہجری

کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالِمِینَ. اَلصَّلوٰۃُ وَاَلسَّلامُ عَلیٰ اَشْرَفِ الْاَنبیآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُومِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ اَعْدآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْآنِ الیٰ قِیَامِ یومِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعدفَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَO

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْامِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْناً ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

ترجمہ:

تم میں سے جولوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائے دار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اب اس کے بعد بھی جولوگ کفر اختیار کریں گے تو وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ نور۔۵۵)

عقل اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ انتظار کا شرعی پہلو کیا ہے؟

فطری تقاضے کیا ہیں؟ اور سنتِ الٰہی کیا ہے؟

انتظار کے عقیدے کی ضرورت ہے یا نہیں، ہم ان مجالس میں اس پر بات کریں گے اور اگر ضرورت ہے تو کیوں؟ اس کا فائدہ کیا ہے؟ اس کے نقصانات کیا ہیں ان تمام امور پر بات ہو گی اور عصر حاضر میں اس عقیدے پر قائم رہنا اور صدیوں سے قائم رہنا کیوں ضروری ہے؟ اور آگے مزید کتنی صدیاں انتظار کرنا ہے؟ کوئی طے تو نہیں کر سکتا کب انتظار ختم ہو گا؟ ہم اس پر بھی بات کریں گے کہ ظہور کب ہو گا؟ ہمیں نہیں معلوم...... ہمیں تو یہ حکم ہے کہ انتظار کیے جاؤ کیوں کہ انتظار خود ایک عبادت ہے۔

اگر فرض کریں جیسا کہ آج کل جو ایک لہر چل رہی ہے کہ بس اب امامؑ آنے والے ہیں اور ظہور ہونے والا ہے۔ اچھا اگر ایسا نہ ہوا اور ابھی ظہور نہ ہو تو کیا عقیدہ ختم ہو جائے گا؟ فرض کریں اگر ابھی نہ ہو ظہور یا سو سال نہ ہو دو سو سال نہ ہو تو کیا عقیدہ انتظار میں خامی ہے......؟ یہی تو ساری قوموں میں ملت جعفریہ کا افتخار ہے کہ ساڑھے گیارہ سو سال گزر گئے اگر ساڑھے گیارہ ہزار سال بھی گزر جائیں تو بھی عقیدہ انتظار میں کوئی فرق آنے والا نہیں ہے۔

یہ افتخار ہے تشیع کا...... جیسے عزاداری آپ کا افتخار ہے۔ دنیا کی کسی قوم کا انتظار پر ایسا عقیدہ نہیں ہے جیسا آپ کا عقیدہ ہے، میں چیلنج کر رہا ہوں یہ میرا دعویٰ ہے کسی کا ایسا عقیدہ نہیں ہے......! کتنی صدیاں گزر گئیں چاہے نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے...... اور کتنے ہی دوسرے اعمال میں کمی بیشی ہو جائے...... مگر انتظار پر ایک مومن کا ایسا یقین ہے کہ چاہے میں نہ دیکھوں مگر میرا امامؑ موجود ہے اور ضرور ہے۔ یہ بنیاد ہے ہماری، ظلم و ستم کے مقابلے میں، سامراجی طاقتوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے کی اور ان کا مقابلہ کرنے کی۔

اسی لئے میں نے عقیدۂ انتظار کو آج کے دور کی ضرورت سمجھتے ہوئے عنوان قرار دیا ہے

اس عشرے کا۔کہ ہر پہلو سے بات کریں گے...... دیکھیں گے کہ انتظار اور ظہور کے باب میں مختلف حوالوں سے مسلمانوں میں اور خاص طور پر مومنین میں کیا کام ہو رہا ہے۔تو دوست بھی ہیں دشمن بھی ہیں بعض اوقات اسی عقیدے کی آڑ میں ایسی سمت لے جاتے ہیں کہ بات تو بظاہر صحیح لگتی ہے لیکن مقاصد صحیح نہیں ہوتے۔یعنی مولائے متقیانؑ کے قول کے مطابق ''کلمة الحق یراد بھا الباطل ''کلمہ حق کا ہوتا ہے مگر مراد باطل ہے تو ان سب چیزوں کو دیکھنا ہے کہ یہ عقیدہ کیسا ہونا چاہیئے۔ ...... کیوں ہونا چاہیئے ؟......اور کہاں تک ؟...... کس نے یہ عقیدہ رکھنے کا حکم دیا ہے؟......ایک غلط فہمی پر بھی بات کریں گے جیسے آج کل بعض جگہوں پر یہ کہا جاتا ہے کہ جو وقت کا امام ہے اس کو تو پکارتے نہیں مدد کیلئے اور دوسروں کو پکارتے ہیں۔......امام زمانہؑ کو پکارنا چاہیئے باقی کو نہیں پکارنا چاہیئے۔......نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ یہی تو افتخار ہے ہمارا کہ ہر دور میں نعرۂ حیدری یا علیؑ کو باقی رکھا ہے۔یا علیؑ مدد کا یہی افتخار ہے کہ دنیا نے اس نعرے کو مٹانا چاہا تھا مگر نہ مٹا سکے۔

ہم علیؑ کو پکاریں...... حسینؑ کو پکاریں......یا امام زمانہؑ کو پکاریں...... بے شک ایک ہی بات ہے لیکن العجل اپنی جگہ پر کہا جائے گا اور یا علیؑ اپنی جگہ پر کہا جائے گا۔ایسا نہیں ہے کہ کوئی امامؑ تھا اور اب نہیں ہے۔بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ یہ غلط فہمی نہ ہو کہ علیؑ تو پہلے امامؑ تھے اب نہیں ہیں اب بارہویں امامؑ ہیں۔کوئی امامؑ بن ہی نہیں سکتا جب تک پہلے امامؑ کی تصدیق نہ کر دے گا۔جیسے کوئی نبیؑ نہیں ہو سکتا جب تک اپنے پہلے والے نبیؑ کی تصدیق نہ کر دے تو ان غلط فہمیوں کو بھی دور کر دیں گے کہ ہر دور میں علیؑ کا نعرہ ہی تو ہماری پہچان ہے۔ہر امام کا اپنا مقام ہے اور علیؑ تو سب سے افضل ہیں کیوں کہ ابوالائمہؑ ہیں ٹھیک ہے نا......تو اس غلط فہمی پر بھی بات کریں گے۔

کیوں کہ آج کل اس حوالے سے بھی کام ہو رہا ہے ہمارے اندر۔اور میری تو عادت ہے۔میری تو مشکل یہی ہے کہ ہر پہلو پر مجھے نظر رکھ کر آپ کے سامنے بات کرنی پڑتی ہے۔کہ

کہیں غلط فہمی کا شکار نہ ہو جایئے گا۔ العجل اپنی جگہ عبادت ہے اور یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کسی کے بتانے سے نہیں آئے گا، مجھے تو یہ عقیدہ گود میں میری ماں دیتی ہے، نام آتے ہی جھکنا سکھا دیتی ہے بتا دیتی ہے کہ کس کے نام پر جھکنا ہے...... بہکایا تھوڑی جا سکتا ہے مجھے، کوئی نہیں بہکا سکتا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ جیسے اللہ کے رسولؐ تھے نہیں بلکہ ہیں۔ اسی طرح ہر امامؑ تھا نہیں بلکہ ۱۲ امام ہیںؑ...... اور سب ولایت تکوینی رکھتے ہیں۔ لیکن مشکل کے وقت علیؑ ہی کو پکارنا ہے۔ یہ میں نے ابھی تمہید یا مقدمہ باندھا ہے انشاء اللہ زندگی رہی تو آئندہ نو مجالس میں تفصیل سے ایک ایک مسئلے پر بات کرتے چلیں گے۔

امامت کا محور بھی اس میں آجائے گا۔ مقامِ مرکزیت بھی اس میں آجائے گا۔ ہمارا موضوع یہ ہے کہ عصر جدید میں انتظار کے عقیدے کی ضرورت کیوں ہے؟ کس لیے ضرورت ہے؟ حوصلہ دیتا ہے یہ عقیدہ...... میدان میں کھڑے رہنے کی قوت دیتا ہے...... یہ عقیدہ بتاتا ہے کہ گھبراؤ مت کوئی بھی تمہارا ساتھ نہ دے تو بھی تمہارا ایک والی اور سرپرست موجود ہے۔ اس دور میں ضرورت ہے نا کہ صحیح طریقے سے اس عقیدۂ انتظار کو بچوں کے دلوں میں منتقل کر دیا جائے کہ ہر ہستی کے مقام کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ ان کی سمجھ میں آجائے کہ حالات جیسے بھی ہوں کوئی مسئلہ نہیں کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ فکر مند وہ ہوں...... پریشان وہ ہوں...... جن کا کوئی سرپرست نہ ہو جن کا پیشوا نہ ہو جن کا رہنما نہ ہو۔ ہمارا رہنما بھی ہے ہمارا امامؑ بھی ہے ہمارا پیشوا بھی ہے لہٰذا قدم ان کے اکھڑتے ہیں جن کا کوئی راہبر نہ ہو ہمارے قدم کیوں اکھڑیں گے؟ ہمارا پیشوا موجود ہے۔

میں نے موضوع کا تعارف کرا دیا۔ عصر حاضر اور عقیدہ انتظار، اس پر بات کریں گے آپ کے ساتھ لیکن حسب دستور حسب عادت پہلی مجلس ہے دو چار باتیں دو چار منٹ انتظامی امور سے متعلق۔ اور کچھ باتیں ایسی کہ جن لوگوں تک پہنچانا ضروری ہیں پہنچائی جائیں...... جس

کو کہنا چاہیے کہ دل پہ لگے ہوئے گھاؤ کچھ ان کا اظہار کیا جائے۔

ایک نصیحت انتظامات سے متعلق ہے کہ جب آپ مجلس میں آرہے ہیں تو یہ جتنے بھی باہر انتظامات کیلئے کھڑے ہیں نا...... اسکاؤٹس کس لیے کھڑے ہیں؟ آپ ان سے کوئی افضل ہیں؟ نہیں، بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میں ان سب سے حقیر ہوں ان سب سے کم تر ہوں وہ مجھ سے افضل ہیں بھئی وہ آپ کی خدمت کیلئے کھڑے ہیں آپ ان پر رعب کس بات کا دکھا رہے ہیں، کس بات کا رعب ڈال رہے ہیں؟ آپ ان پر احسان کرنے آئے ہیں؟ آپ کس پر احسان کرنے آئے ہیں؟ آپ بی بیؑ پر احسان کرنے آئے ہیں؟ آپ کس پر احسان کرنے آئے ہیں؟ وہ تو آپ کی خدمت کیلئے کھڑا ہے، اس کا تو شکریہ ادا کیجئے کہ بھائی آپ ہماری گاڑیاں پارک کرا رہے ہیں، آپ ہمیں راستہ دکھا رہے ہیں، آپ ہماری حفاظت کیلئے کھڑے ہیں، تو پھر اس طرح سوچا کریں کہ وہ بچارے آپ کی خدمت کیلئے کھڑے ہیں۔

یہ بچارے جو ڈیوٹیاں کر رہے ہیں تو وہ آپ کیلئے کھڑے ہیں۔ تو کسی سے لڑنے جھگڑنے یا بدتمیزی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے علاوہ یہ کیمپ لگے ہوئے ہیں مختلف تنظیموں کے، آپ کی خدمت کیلئے لگے ہوئے ہیں، تو یہ سب شکریہ ادا کرنے کے قابل ہیں کہ بھئی آپ کا شکریہ کہ آپ بھی حصہ لے رہے ہیں۔

لہٰذا میں تو انسانیت کی بات سکھا رہا ہوں کہ انسانیت کا تقاضا یہی ہے۔ پیار اور محبت سے دوسرے کو تسخیر کیا جاتا ہے لڑ جھگڑ کر نہیں کیا جاتا۔ یہی پیغام ہے محرم کا، یہی پیغام ہے عزا کا، حالات کی ستم ظریفی نے محرم کو کیا سے کیا بنا دیا ہے، محرم آنے لگتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ پتہ نہیں کیا قیامت آرہی ہے۔ حالانکہ محرم تو محبت کا مہینہ ہے، حالانکہ محرم تو ظالموں کے خلاف مظلوموں کے اتحاد کا مہینہ ہے۔

محرم آیا تو محبت کرنے والے ایک جگہ جمع ہو گئے اور محبت کرنے والوں سے دشمنی

کرنے، فتنے فساد کرنے والے ایک طرف جمع ہو گئے۔ ہم کس کے ماننے والے ہیں اُس کے جس نے کربلا میں محبتوں کو جمع کیا، رشتوں کی محبتیں جمع کیں، دوستی کی محبت جمع کی، بڑے چھوٹے اور ہمسائے کی محبت جمع کی۔ اور یہی کردار تھا جس نے تسخیر کا عمل کیا اور دشمن کے لشکر سے حسینؑ نکال کر لے آئے لوگوں کو، محبت سے تسخیر کیا۔ تو آپ محبت سے تسخیر کرنا سیکھیں لڑ جھگڑ کر نہیں۔ یہ تو آپ کو نصیحت ہے کہ محرم محبتیں پھیلانے کا مہینہ ہے کسی سے دشمنی بڑھانے کا نہیں، ہم حسینؑ والے ہیں بزدل نہیں ہیں، ہمارے دین پر وقت پڑے گا تو ہم مقابلہ کرنا جانتے ہیں اور کرتے آئے ہیں، لیکن آپ کی طرف سے کوئی بدتمیزی، آپ کی طرف سے کوئی بداخلاقی آپ کی طرف سے کوئی پہل نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ ہم تو محبتیں بانٹنے کیلئے آئے ہیں، ہم تو پیغامِ عشق دینے کیلئے آئے ہیں، حسینؑ کا جو عشق کا پیغام ہے وہ پہنچانے آئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں جو محبت کرنے والے ہوتے ہیں، جو حسینؑ کے عشق میں سرشار ہوتے ہیں ان کو باقی چیزوں کی کیا پروا، ان کو تو ہوش ہی نہیں ہوتا، وہ تو حسینؑ اور اہل بیتؑ کے عشق میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔

ان چیزوں کا خیال رکھیے، تعاون کیجئے ان لوگوں کے ساتھ، رش ہو جائے تو حواس باختہ نہ ہوں۔ محرم آتا ہے تو افواہ سازی کے کارخانے کھل جاتے ہیں، تصدیق کیے بغیر کسی خبر کو آگے نہ بڑھایئے، تصدیق کرنے میں کوئی حرج ہے؟۔

اب آگئی بات قانون کی نگہبانی اور قانون کی پاسداری کی سارا رونا اس بات کا ہوتا ہے کہ صاحب قانون کی بالادستی رہے گی، آہنی ہاتھ سے نمٹا جائے گا، قانون شکنی نہیں کرنے دی جائے گی، قانون نہیں توڑنے دیا جائے گا۔ اور اگر یہ اعلان کرنے والے ہی قانون توڑنے لگیں تو، آپ نے ہمیں بتایا، اخبار میں اعلان کیا، سب کو پتہ ہے، قانون کی نظر میں سب برابر ہیں، قانون قانون ہے، قانون قانون کھیلتے رہتے ہیں آپ میڈیا میں بھی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں بھی قانون یہ قانون وہ قانون ایسا قانون ویسا قانون یہ سب ہوتا رہتا ہے، ہم بیوقوف

بنتے رہتے ہیں کہ ہاں بھئی قانون کی خلاف ورزی نہیں کرنی لیکن اگر آپ ہی اپنے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کرنے لگے تو؟ سب معاف ہے کیونکہ آپ حاکم ہیں، آپ کو سب معاف ہے، آپ کو کوئی سزا نہیں ہے آپ کو سزا جب ملے گی جب آپ کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ ہے نا ایسا ہی ہوتا ہے ہمارے ملک میں، کیوں کہ آپ حاکم ہیں لہٰذا آپ کو کوئی سزا نہیں ملتی۔ آپ قانون کو جیسے چاہیں صبح شام بدلتے پلٹتے رہیے، ایسے کیجئے ویسے کیجئے، آپ کو سزا جب ملے گی جب آپ سے بڑا آ جاتا ہے پھر دیکھئے کیسے چیخیں نکلتی ہیں آپ کی۔ جب آپ خود قانون کی پاسداری نہ کریں تو بتائیے کہ ہم کہاں جائیں، ہم لوگوں سے کہا جائے کہ قانون پر چلنا ہے، قانون پر عمل کرنا ہے۔

آپ قانون پر عمل کریں یا نہ کریں ہم تو پھر بھی یہی کہتے ہیں کیونکہ ہمارا دین یہ کہتا ہے کہ پر امن رہو، ہم آپ کے کہنے پر نہیں چل رہے، بلکہ ہماری شریعت ہمیں اجازت نہیں دیتی کہ ہم ہنگامہ آرائی کریں۔ ہماری شریعت، ہماری شرع، ہمارا مذہب، ہمارے ائمہؑ اجازت نہیں دیتے کہ ہم کسی کی املاک کو نقصان پہنچائیں، کسی کی گاڑی کو جلائیں، کسی کی دوکان توڑ دیں، کسی کا سر کھول دیں، ہمارا دین اس بات کی اجازت نہیں دیتا، ہماری تو مجبوری ہے، آپ کہیں یا نہ کہیں، ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں، ہمیں اپنے دین پر چلنا ہے، یہ ہمارے ائمہؑ کی تعلیمات ہیں۔

لیکن آپ بتائیے کہ آپ کتنا قانون پر عمل کرتے ہیں؟ سارا زور اس پہ ہے، آج کا اخبار اٹھائیے، کل جو آئے وہ بھی دیکھ لیجئے گا، جو کل گزر گئی وہ بھی دیکھ لیجئے گا، کہ قانون کی بالادستی رہے گی، قانون شکنی نہیں برداشت کی جائے گی۔ آپ خود قانون توڑنے لگے تو خود طے کر لیجئے اپنے بارے میں، تو اسی لیے اس ملک میں افراتفری اور انتشار ہے۔

عزیزو! جو قانون قانون کی رٹ لگایا کرتا ہے اور جو قانون کا محافظ بنتا ہے اپنے بنائے ہوئے قانون کی پاسداری نہیں کرتا، اپنی بنائی ہوئی عدلیہ کا احترام نہیں کرتا، اپنے بنائے ہوئے ججز کا

احترام نہیں کرتا۔ ایسا ہی ہوا نہ لانڈھی میں بھئی آپ کی عدالت نے فیصلہ دیا کہ زمین ان کی ہے ان کو دے دی جائے، آپ کی پولیس بیٹھی اس نے دیوار بنوادی کہ بھئی قانون نافذ کروانا ہے، اگر قانون نافذ کروانا ہی نہ تھا تو پانچ دن پہلے بنوائی کیوں تھی دیوار آپ نے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے درمیان فتنہ انگیز لوگ موجود ہیں جنھوں نے محرّم سے پہلے یہ سازشیں کی کہ ایسا ہو اور پورے شہر میں فساد پھیلایا جائے، پورے شہر میں ہنگامہ کیا جائے، عدالت نے فیصلہ ہی کیوں دیا کہ بنادو۔ عدالت نے فیصلہ دیا سرکاری لوگوں نے بیٹھ کر دیوار بنوائی پھر ہنگامہ آرائی شروع اور اب قانون پیچھے چلا گیا آپ نے کہا صاحب لاء اینڈ آرڈر کا مسلۂ ہے قانون کا مسئلہ نہیں ہے۔ کہاں گیا بے چارہ جج، کہاں گئی بے چاری عدالت، آپ نے اپنے ہاتھوں سے وہ دیوار نہیں گرائی؟ آپ نے اپنی عدالت کو اپنے پیروں تلے روند دیا، وہ دیوار جو گری تو گری آپ نے اپنی عدالتوں کو پوری دنیا کے سامنے مذاق بنادیا کہ یہ ہمارے جج کی حیثیت ہے، یہ ہماری عدالتوں کی حیثیت ہے۔ کتنی بڑی توہین عدالت ہوئی ہے، آپ کی عدالت کی دھجیاں اڑادی ہیں آپ کے لوگوں نے، کر لیجئے، جایئے قائم کیجئے عدالت، یہ زیادتیاں کی جاتی ہیں تو کسی بھی قوم کو مشتعل کرنے کیلئے کی جاتی ہیں۔

میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی، میں عید الاضحیٰ سے مسلسل آپ لوگوں کے سامنے ایک بات کر رہا ہوں، عید الاضحیٰ کے خطبے میں بھی میں نے یہی بات کہی تھی ہم سمجھ رہے ہیں ان باتوں کو کہ یہ سازشیں ہو رہی ہیں اس ملک کو فرقہ وارانہ آگ میں جھونکنے کی۔ ہماری سمجھ میں آرہی ہے یہ بات لیکن آپ جو تختِ حکومت پر براجمان ہیں آپ کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے یہ بات، ہمیں سمجھ میں آرہی ہے، ہم بتارہے ہیں لوگوں کو کہ کیا ہو رہا ہے، آگ لگانے کی کوشش کی جارہی ہے، بین الاقوامی سازش کے آپ آلہ کار بنے ہوئے ہیں، ان کیلئے چارہ بنے ہوئے ہیں اور یہ کام ہو رہا ہے۔

لہٰذا گزارش کر رہا ہوں کہ اپنی عدالتوں کی توہین نہ کیجئے اپنے ہاتھوں، اپنے عدالتی

فیصلوں کی دھجیاں یوں بازاروں میں نہ اڑوائیں کہ ابھی تک عدالت ہی مقدس جگہ بچی ہے ایک جگہ حالانکہ وہ کاغذ میں ہی مقدس رہ گئی بیچاری ورنہ تو آپ جس کو مرضی ڈیل کر کے ڈھیل دے دیتے ہیں تو کسی کو ڈیل کر کے بلا لیتے ہیں، کسی کو بھیج دیتے ہیں، وہ سب آپ کے ہاتھ میں ہے، عدالت بیچاری کیا کرے، عدلیہ کیا کرے لیکن اتنا مذاق تو نہ اڑواؤ اپنی عدالتوں کا، اپنے ججز کا، ان کے فیصلوں کا کہ قابو میں نہیں آرہے چند لوگ، آپ کے وہ چند لوگ نہیں ہیں وہ ایک پلاننگ کے طور پر ہو رہا ہے، قابو کیا نہیں آنا کتنے میدان ایسے ہیں جن کو لوگوں نے قبضہ کر کے مسجدیں مدرسے بنوا لئے ہیں کسی کا استحقاق مجروح نہیں ہو رہا، جا کر گرا نہیں رہے ہیں ان کو، تو میں نے اشاروں میں بات کی ہے، حالات خود خراب کرتے ہیں آپ، ہماری مجلس ہے، ہمارا جلوس ہے، ہماری عزاداری ہے ہم کیوں چاہیں گے کہ جھگڑا ہو۔

لیکن محرم سے پہلے کوئی نہ کوئی ایسا فتنہ کھڑا کر دیا جاتا ہے تا کہ لوگ مشتعل ہو جائیں پھر رونا روتے ہیں قانون کی بالا دستی کا، اپنے قانون کا خود مذاق اڑاتے ہو، خود دھجیاں اڑاتے ہو، خود فیصلوں کو روندتے ہو پیروں تلے اپنے سنگینوں کے سائے میں، اپنے ہی فیصلوں کا مذاق اڑاتے ہو اپنے ہی فیصلوں کا، پھر کہتے ہو قانون کی بالا دستی۔ یہ ایک مثال تھی اور دوسری مثال اللہ جانے زمین نگل گئی کہ آسمان کھا گیا ائیر پورٹ پر تین آدمی اترے اور سلیمانی ٹوپی پہن کر غائب ہو گئے۔ جی دبئی سے سوار ہوئے فلائٹ میں بیٹھایا گیا ان کو، یہاں اترے، وہاں سے فون کر رہے ہیں بچوں کو کہہ رہے ہیں کہ ہم پہنچ گئے اور اس کے بعد سلیمانی ٹوپی کھا گئی تینوں کو، پہنا دی ٹوپی مگر آخر وہ ٹوپی بھی تو کسی نے پہنائی ہو گی نا جو سلیمانی ٹوپی پہن کر انجینئر ممتاز حسین، ڈاکٹر عمران اور علی رضا یہ تین آدمی غائب ہو گئے، وہ سلیمانی ٹوپی ساتھ تو نہ لائے تھے ورنہ وہ خود ہی پہن لیتے تا کہ آپ انہیں دیکھتے ہی نہیں، وہ پہن کر غائب ہو گئے پتہ ہی نہیں چلا آج تک، یہ ہے آپ کا قانون۔ سپریم کورٹ کہہ رہی ہے کہ آدمی لاؤ! خاموشی، پتہ ہی نہیں کہاں ہیں، آپ اپنے قانون

کی خود دھجیاں اڑا رہے ہیں، اپنے ملک کی، دستور کی، وہ جو بنیادی حق ہے قیدی کا وہ تو دے دو اس بیچارے کو، اس کی بوڑھی ماں کی آنکھیں اسے دیکھنے کو ترس رہی ہیں، ان کو دیکھنے کا تو موقع دے دو، خدا نہ کرے تم پر وہ وقت آئے یہ ظلم کرو گے تو، پاکستان ہے بھائی! یہاں تو ہر دو سال بعد حالات بدل جاتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے سے سخت حاکموں کے قیدی بن جاؤ کہ تمہارے بچے بھی تمہیں دیکھنے کو ترس جائیں، ان کی بیویوں کا کیا قصور؟ ان کے معصوم بچوں کا کیا قصور؟ جو اپنے باپ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ بھئی تم نے پکڑا ہوا ہے بتا دو ملوانے میں کوئی حرج ہے؟ ماں کو، بیوی کو بچے کو۔ گوانتانا موبے کو روتے ہو تم نے اپنے ملک میں بنا دیئے گوانتانا موبے، اجازت ہی نہیں ہے آدمی کو مل ہی نہیں سکتا۔ کیوں نہیں مل سکتا؟ کیوں حق نہیں ہے ان کا؟ زندہ ہے یا تم نے مار دیا بتا تو دو۔ یہ قانون ہے تمہارا، یہ دستور ہے تمہارا، یہ آئین ہے پھر کہتے ہو چیخو مت، پھر کہتے ہو آواز بلند نہ کرو، کہتے ہو صاحب اس سے یہ ہو جائے گا بدامنی کا اندیشہ ہے۔

بڑا امن ہے پشاور سے کراچی تک امن ہی امن ہے۔ راوی چین ہی چین کی بانسری بجا رہا ہے، کیا چاہتے ہیں آخر آپ؟ ان بے قصور جوانوں کا اگر کوئی قصور آپ کی نظر میں ہے تو بھئی قیدی ہیں نا تو بتاؤ کہاں ہیں؟ ملاؤ اگر اس کی بوڑھی ماں راستہ دیکھتے دیکھتے مر گئی، چلی گئی شاید تمہیں اپنی موت پر یقین نہیں، شاید تمہارا یقین نہیں کہ ملک الموت کو تمہارے پاس بھی آنا ہے اور ملک الموت سے پہلے بھی ایسے ظلم کو اللہ بھی دنیا میں معاف نہیں کرتا۔ تمہارے گھروں میں بچے نہیں ہیں؟ تمہاری بیویاں نہیں ہیں؟ تمہارے بوڑھے ماں باپ نہیں ہیں؟ کبھی سوچا کہ کل تم شکنجے میں آ گئے قانون کے، بعد میں جو تم سے بڑے آ گئے وہ تمہیں اسی طرح لے گئے تو کیا ہوگا؟ ایسا تو نہ کیا جائے، لہٰذا ان تین بچوں کیلئے مجھے آواز اٹھانی تھی وہ بھی میں نے اٹھائی پہنچ گئی میری آواز پہنچ جاتی ہے۔ آپ سنیں یا نہ سنیں جن کو سنانا چاہتا ہوں وہ سن لیتے ہیں۔ یہ تو تھا میرا شرعی فریضہ جو میں نے ادا کیا اور ادا کرتا رہوں گا جب تک میری زبان میں طاقت ہے۔

خلاصہ یہی ہے کہ عزیزو! یہ دور انتہائی بردباری اور حلم کے ساتھ چلنے کا ہے، تدبر کے ساتھ، غضبناک ہو جانے کا نہیں ہے ورنہ آپ سب سے زیادہ جذباتی میں خود ہوں لیکن میں اس سازش کو دیکھ رہا ہوں جو ہمارے خلاف ہو رہی ہے کہ مشتعل کیا جائے، اس آگ کو اور بھڑکایا جائے، ہمیں آگ کو بھڑکنے نہیں دینا۔ کیا بہتر ہے؟ کہ اہل بیتؑ کا ماننے والا آگ پر تیل ڈالے یا آگ پر پانی ڈالیں؟ وہ چاہتے ہیں اور اسی لئے ایسی حرکتیں کر رہے ہیں تاکہ آگ بھڑکے لیکن عزیزو! نہیں بڑے تحمل کے ساتھ، تدبر کے ساتھ، جیت ہماری ہے کیوں کہ ہم حق پر ہیں، ہمارا امام ہمارا سرپرست ہے۔

اب موضوع کی طرف آتا ہوں آپ نے دیکھ لیا، کیوں میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا ہے، اس دور میں ضرورت ہے اس عقیدۂ انتظار کی کہ پتہ تو چلے کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ انتظار کا عقیدہ تو انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔ یہ جو شیعہ کچھ کرتے نہیں ہیں انقلابی قوم اس لیے نہیں کیونکہ صاحب سب کچھ تو امامؑ آ کر کریں گے، برائیاں ہونے دو، پھیلنے دو، جھگڑا فساد جب بڑھ جائے گا تو امام آئیں گے تو سب ٹھیک کرلیں گے، یہ پہلو عموماً دیکھا جاتا ہے دنیا میں عقیدۂ انتظار کا لیکن ہمیں دیکھنا ہے، ہمیں، تاریخ کے پس منظر میں بھی دیکھنا ہے کہ عقیدۂ انتظار نیا ہے یا قدیم ہے، یہ عقیدۂ انتظار اور قوموں میں بھی تھا یا نہیں تھا، اور تھا تو کس شکل میں تھا اور اب بھی ہے یا نہیں ہے؟ کیا قرآن میں عقیدۂ انتظار موجود ہے؟

میں نے جس آیت کو آپ کے سامنے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے پہلے اس کو مکمل کریں اور پھر اس کے بعد آج موضوع کی تمہید، انشاء اللہ زندگی رہی تو کل سے تفصیل میں چلے جائیں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ .

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائیدار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے بس وہی فاسق ہیں۔

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

تاکید کے ساتھ ہے کہ ہم ضرور بہ ضرور تمہیں زمین پر اپنا نائب بنائیں گے جیسے کہ تم سے قبل والوں کو بنایا تھا۔ ایک تو یہ وعدہ کرلیا اور یہ وعدہ کسی ایک امت کے ساتھ نہیں، کسی مخصوص قوم کے ساتھ نہیں، کسی پیغمبر کے ساتھ بالکل نہیں۔ جب جو ایمان لائے گا، جب جو اعمالِ خیر کرے گا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ مایوس نہ ہو میں تمہیں زمین پر اس طرح اپنا نائب بناؤں گا جیسے تم سے پہلے والوں کو بنا چکا، جیسے کہ بنی اسرائیل انتظار کرتے رہے، کس کا انتظار کرتے رہے؟ موسیٰ کا، آج تک مثال دی جاتی ہے، ہر فرعون را موسیٰ یعنی دنیا میں فرعون ہوگا تو موسیٰ بھی ضرور ہوگا اگر فرعونیت ہے تو موسیٰ بھی ہوگا، تو یہ اشارہ ہوا اس آیت کی طرف، تفصیل میں جائیں گے بعد میں۔ ابھی ہم تمہید اور مقدمہ پیش کرتے چلے جارہے ہیں آپ کے سامنے۔ انتظار کا وعدہ پورا ہوا بنی اسرائیل سے وعدہ تھا اللہ کا وعدہ پورا ہوا، بنی اسرائیل سے وعدہ تھا کیا وعدہ تھا؟ بنی اسرائیل سے وعدہ وہی تو تھا جو جناب ابراہیمؑ سے تھا۔

وَاِذِ ابْتَلَی اِبْرَاهِیمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّی جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَاماً قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِی قَالَ لاَ يَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِینَ (سورۃ بقرہ۔۱۲۴)

ترجمہ: اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے آزمایا چند کلمات (آزمائشوں) کے ذریعے سے اور وہ اس میں پورے اترے تو فرمایا بے شک میں آپ کو لوگوں کے لئے امام بنا رہا ہوں (جناب ابراہیم نے) عرض کیا کہ یہ منصب (امامت کا) میری نسل میں بھی دے دے (اللہ نے جواب میں) کہا کہ یہ عہد (آپ کی نسل میں سے) ظالمین کیلئے نہیں ہے۔

کتنی بار سنتے ہیں آپ یہ آیت سال میں کتنی بار، تو بنی اسرائیل سے وعدہ تھا کہ نہیں تھا کہ آخری پیغمبر بھی آئے گا امامت بھی آئے گی۔ تو بتائیے وعدہ پورا ہوا کہ نہیں ہوا، جیسے ہم نے اپنا نائب پہلی قوم میں بنایا یعنی جس جس سے ہم نے وعدہ کیا وہ پورا کیا۔ یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ مصیبتوں کے سفر سے نہ ڈرنا، صدیوں کے سفر سے نہ ڈرنا، یہ ہمارا وعدہ ہے اور پورا ہوگا، اگر اس یقین کے ساتھ تم اس دنیا سے چلے بھی جاؤ گے تو کوئی مسئلہ نہیں، جب آنے والا آئے گا تو ہم تمہیں اس کے انصار میں ہی اٹھائیں گے آج صرف آیت کی تشریح میں وقت پورا ہو جائے گا۔

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِینَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْناً

اور ہم انھیں تمکین دیں گے، قدرت دیں گے اس دین کے ساتھ جسے ہم نے چن لیا ہے ان کے لئے اور منتخب کر لیا ہے، اس دین کے ساتھ روئے زمین پر انھیں قدرت دیں گے، اللہ کا وعدہ ہے نا ابھی تو قرآن کی آیت کی روشنی میں بات کر رہے ہیں، یہ اللہ وعدہ کر رہا ہے تو بتائیے پیغمبر ختمی مرتبتؐ کے وصال کے بعد سے آج تک کیا پوری زمین پر قدرت حاصل ہوئی دین حق کو، کوئی بھی دین حق ہو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں، کسی کو بھی پوری روئے زمین پر قدرت حاصل ہوئی؟ نہیں ہوئی نا۔ لیکن آیت وعدہ کر رہی ہے، انتظار کی دعوت دے رہی ہے،

خدا انتظار کی دعوت دے رہا ہے نا کہ جس دین کو ہم نے تمہارے لیے چنا ہے، انتخاب کیا ہے اور چنا کس دین کو ہے؟ اسلام، یہی ہے نا دیکھئے ایک مطلب تو مکمل ہو جائے گا، جس دین کو چنا ہے اس دین کے ساتھ تمہیں پوری قدرت دیں گے اس روئے زمین پر، وہ دین کون سا چنا ہے؟ دین چنا ہے ہم نے تمہارے لیے اسلام اور وہ دین ایسا ہے کہ اس کیلئے وعدہ ہے اللہ کا۔

هُوَ الَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُون

اور وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ تا کہ دین پورا کا پورا ظاہر ہو جائے پورا کا پورا غالب آ جائے۔

تو کیا روئے زمین پر پورا کا پورا دین غالب آیا؟ پورا کا پورا دین ظاہر ہوا؟ تو بس اس کا مطلب ہے سفر انتظار جاری ہے وہ دن ضرور آئے گا، اللہ کا وعدہ ہے ہم تمہیں نائب بھی بنائیں گے زمین پر، قدرت بھی دیں گے اس دین کے ساتھ جس دین کو ہم نے تمہارے لیے چنا ہے اور اس کے بعد آیت کا حصہ۔

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْناً

دیکھئے آیت آج کے زمانے کی تصویر کھینچ رہی ہے۔ اور ہم تبدیل کر دیں گے ان کے خوف کو امن کے ذریعہ سے، جب خوف ان پر مسلط ہو گا ہم اس خوف کو بدل دیں گے امن کے ذریعے سے، یہ وعدہ ہے اللہ کا امن سے تبدیل کر دیں گے تا کہ یہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اللہ کے اس وعدہ پر اگر کسی نے یقین نہ کیا یا یوں ترجمہ کروں کہ اللہ کے اس وعدہ کے بعد بھی اگر کسی نے کفر کیا اور اس جھٹلا دیا تو جان لو کہ وہ فاسق اور بدکار ہے یعنی اللہ کے اس وعدے کا منکر، اللہ کے اس وعدے کو جھٹلانے والا کون ہوا فاسق ہوا، فاجر ہوا۔

اب تلاش کرنا ہے کہ کس کا انتظار ہے، کس کو اللہ کا خلیفہ بننا چاہیئے، کیوں انتظار کیا

جائے، کیوں چراغ جلاتے رہیں، چراغ سے چراغ کیوں جلاتے رہیں تا کہ چھوٹے نہیں امید کا دامن، امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، آرزوئیں نہ ٹوٹ جائیں، کرنا کیا ہے؟ استقامت دکھانی ہے یا گھر بیٹھ جانا ہے؟ ثابت قدم رہنا ہے یا واپس پلٹ جانا ہے؟ تو دنیا نے دیکھ لیا کہ جو حقیقی منتظرین ہیں جب میدان میں کھڑے ہوجاتے ہیں تو فرعونی طاقتوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔ جنھیں وعدے پر یقین ہے وہ جانتے ہیں کہ جان اپنی ہے ہی نہیں، سر اپنا ہے ہی نہیں، یہ جس کا ہے اُسی کیلئے ہے تو اللہ کا وعدہ ہے پھر خوف کیسا ہے؟ جب اللہ کا وعدہ ہے کہ روئے زمین پر ایمان والوں کو قدرت دوں گا، غلبہ دونگا تو بس اب سمجھنا ہے کہ وہ ہوگا کون؟ کیوں ہونا چاہئے؟ کس لیے ہونا چاہئے؟ آیئے ذرا سا قانونِ مرکزیت پر نظر ڈالیں اور آج کی مجلس کو تمام کریں، جس زمین پر ہم رہتے ہیں اس زمین کے تمام موجودات، زمین سے متعلق جتنے بھی موجودات پانی، ہوا، ریت جو آپ کے ذہن میں آسکتا ہے انسان، جانور، سبزا، پانی، صحرا، پہاڑ ان تمام موجودات کا مرکز کیا ہے؟ خود زمین ہے کہ نہیں ہے جو سائنس پڑھتے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں، اس کی تفصیل میں جاؤں گا تو ایک دو مجلس اسی کے لئے چاہیے ہوگی مجھے، ان سب چیزوں کا مرکز کیا ہے زمین، آپ کو اوپر پھینکا جائے کہاں آئیں گے واپس زمین پر، ایک مدار ہے۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ٥
وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ٥
لَا الشَّمْسُ یَنبَغِیْ لَهَا أَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَسْبَحُوْنَ ٥ (یٰسٓ۔۴۰۔۳۹۔۳۸)

اور سورج اپنے مقررہ ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے یہ بڑے غالب آنے والے دانا کی تقدیر ہے اور چاند کے لئے بھی ہم نے منزلیں مقرر کیں ہیں، یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح لوٹ جاتا ہے۔ نہ سورج کی مجال کہ وہ چاند کو پالے اور نہ ہی رات دن پر سبقت

لے سکتی ہے اور وہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

ہر شے اپنے مدار میں گھوم رہی ہے ابھی بات اس سے آگے بڑھائیں گے لیکن پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ ہر موجود کا مرکز کیا ہے، زمین، درخت کا مرکز زمین، ہوا میں تو نہیں اُگے گا سبزہ، زمین میں کشش ہے، مرکز ہر شے کا، ہر وہ موجود جو روئے زمین پر ہے کس مدار میں ہے؟ زمین کے مدار میں۔ یاد رکھیے تعلق تو چاند کا بھی زمین سے ہوسکتا ہے، لیکن اس کے مدار میں جتنی بھی چیزیں ہیں، جو موجود ہیں زمین پر ان سب کا مرکز کیا ہے؟ ان سب کا مرکز ہے یہ زمین، اگر زمین ہی نہ ہو تو ان سب کے وجود کا کوئی فائدہ ہے؟ اس زمین کی اپنی ایک قوتِ جاذبہ ہے ایک قوتِ دافعہ ہے، قوت جاذبہ یہ ہے کہ اپنے سے دور نہیں ہونے دیتی اگر دور ہو جائے تو خلا میں نکل جائے گا مدار سے باہر نکل جائے گا، جس چیز کو جتنا دور رہنا ہے اسے قریب نہیں ہونے دیتی، یہ ہے قوت دافعہ۔ جو زیادہ اس کے قریب آجائے تو موسم میں تغیرات ہو جائیں، زلزلے برپا ہو جاتے ہیں، لہٰذا مرکز ہلے تو سب ہل جاتا ہے۔ زلزلہ کیا ہے زمین کے اندر کی حرکت ہے۔ زمین کی ذراسی حرکت سے دیکھا گیا ہے کہ زمین ایک انچ ادھر ادھر ہوئی تو پورے ملک اور پورے شہر ختم ہو جائیں، اسی حرکت کو تھوڑا اور تیز کر دیا جائے تو کیا ہوگا شاید قیامت آجائے؟ تو زمین ان موجودات کا مرکز ہے۔

زمین سے باہر نکلیں، نظام شمسی اس نظامِ شمسی کا مرکز کیا ہے؟ سورج جتنے بھی سیّارے ہیں نظام شمسی کے، کبھی آٹھ کہتے ہیں کبھی نو کبھی ایک بڑھا دیتے ہیں کبھی کم کر دیتے ہیں کبھی کہتے ہیں دس ہو گئے کبھی نو نہیں یہ ترقی کی علامت ہے اور یہ اعلان ہے اس بات کا کہ ہماری بات حتمی بات نہیں ہے، لوگ غلطی تو یہی کرتے ہیں کہ اسلام کی جو بات پوری اترے گی سائنس پر تو اسے ہی مانیں گے، ارے سائنس کی ہر بات کب پوری اترتی ہے اپنی بات پر۔ ہر سو سال بعد فارمولے کا بدل جانا بتا رہا ہے۔ اسی لیے یہ تبدیلی رکھی کہ تم میں اور مشیت میں فرق رہنا چاہیئے۔

جی کبھی کہتے ہیں نو، پھر کہا نہیں ایک ہٹا دو آٹھ، پھر کہا نہیں ایک بڑھا دو، سو سال بعد کہا کہ گیارہ ہیں، بھئی ہے نا۔ ان سب کا مرکز کیا ہے؟ سورج، پھر سورج کی اپنی قوت دافعہ اور قوت جاذبہ ہے، جاذبہ یہ کہ کس کو کتنا قریب لانا ہے اپنے سے، دافعہ یہ کہ کتنا دور رہے یعنی اس میں کتنا بیلنس ہے، توازن ہے، جس کو حد سے قریب نہیں آنا چاہیے حد سے قریب آجائے تو ختم ہو جائے، اور جسے حد سے دور نہیں جانا چاہیے حد سے دور چلا جائے تو ختم ہو جائے۔ تو سورج کا اپنا ایک نظام ہے کہ نہیں ہے؟ کیا کہا تھا سائنس نے پہلے؟ سورج اپنی جگہ موجود ہے نہیں زمین اپنی جگہ موجود ہے۔ سورج نکلا سورج غروب ہو گیا۔ سائنس آگے بڑھی کہا نہیں نہیں سورج نہیں ہلا، زمین ہل رہی ہے، زمین گھوم رہی ہے۔ صدیوں تک یہی نظریہ رہا کہ صاحب زمین گھوم رہی ہے سورج تھوڑی گھوم رہا ہے۔ آج کیا کہا گیا؟ آج کہا گیا سورج بھی گھوم رہا ہے یعنی اس نظام کا محور اور مرکز ہے سورج اور سورج کا بھی ایک مرکز ہے، وہ بھی اس مدار میں گھوم رہا ہے۔ آپ اپنے تجربے بدلتے جائیں، قول بدلتے ہیں مگر قرآن کی آیت اپنی جگہ

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ٥

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ٥

لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَا أَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّیْلُ سَابِقُ

النَّهَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ٥ (یٰسٓ۔۴۰۔۳۹۔۳۸)

اور سورج اپنے مقررہ ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے یہ بڑے غالب آنے والے دانا کی تقدیر ہے۔ اور چاند کے لئے بھی ہم نے منزلیں مقرر کیں ہیں، یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح لوٹ جاتا ہے۔ نہ سورج کی مجال کہ وہ چاند کو پالے اور نہ ہی رات دن پر سبقت لے سکتی ہے اور وہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے اور یہ وہ روانی ہے، یہ وہ حرکت ہے

سورج کی کہ اس علیم وقدیر نے اسی کو مقرر کر دیا ہے۔ تو سورج کے بارے میں فیصلہ ہو گیا۔ آپ کہتے رہیں کبھی کہ نکل رہا ہے، کبھی ساکن ہے کبھی کہیں کچھ۔ پروردگار کہہ رہا ہے یہ سورج کا وہ مقدر ہے جو اس غالب اور علیم نے معین کر دیا، ''تجری'' جاری ہے رواں دواں ہے۔ یہ آیت ابھی تو کسی نے نہیں بنائی۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝

اور یہ چاند اپنی منزلوں کو طے کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے گھٹتے کھجور کی پرانی اور قدیم ٹہنی کی طرح خم دار ہو جاتا ہے، یہ اتنا خم دار ہو جاتا ہے کہ اس پر آپ کا جھگڑا ہو جاتا ہے اور یہ اسی لیے رکھا اس کو بھی سن لیجئے۔ صاحب کہاں پھنسا دیا ہم کو، شمس ہی چلتا رہتا، عیسائیوں کا سال کتنا اچھا ہے عیسوی۔ اور اسلامی سال کیسا ہے؟ قمری سال مسلمانوں کا سال ہے، یہ کس نے طے کیا ہے؟ کب طے ہوا؟ قرآن نے کہا کیا؟ کیا رسولؐ نے کہا کہ یہ اسلامی سال ہے وہ عیسائیوں کا سال ہے؟ کس نے کہا؟ جب قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ چاند اور سورج دونوں کی تقدیر ہم نے بنائی ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝

یہ اپنی منزلیں طے کر رہا ہے اور ہر شے اس کائنات میں، آسمان میں اپنے اپنے مدار میں گھوم رہی ہے تو اس میں بھی تمہارا امتحان رکھا، سورج میں بھی، سورج کی حرکت میں بھی اور چاند میں بھی تمہارا امتحان رکھا۔ نہ چاند اسلامی مہینہ اور نہ سورج عیسائیوں کا مہینہ۔ روزہ کب رکھتے ہیں آپ؟ رمضان کا چاند دیکھ کے۔ اور افطار و سحر کا وقت کس سے طے کرتے ہیں؟، افطار کا وقت کس سے طے کرتے ہیں؟، زوال کا وقت کس سے طے کرتے ہیں؟، فجر کی نماز کا وقت چاند سے طے کرتے ہیں کہ طلوعِ آفتاب سے؟، ظہرین کا وقت سورج سے طے کرتے ہیں یا چاند سے؟، مغرب کا وقت سورج کے غروب ہونے معاملہ کا ہے یا چاند کے طلوع ہونے کا؟ تو یہ

نام نہاد دانش ور کہتا ہے کہ دیکھئے صاحب عیسائیوں کا سال کتنا اچھا ہے۔ عیسائیوں کا سال کہاں سے آیا؟ مسلمانوں کا سال کہاں سے آیا؟ نہ وہ عیسائیوں کا سال ہے اور نہ مسلمانوں کا سال۔ ارے شمس کی حرکت بھی قرآن بتارہا ہے اور چاند کی حرکت بھی قرآن بتارہا ہے، یہ تو ہمارا اور آپ کا کام ہے۔ ہجری سال سے پہلے وہ فیل کا سال کہلاتا تھا، لوئی کا سال، لوئی سے پہلے عدنان کا سال، شخصیتوں کے نام پہ ہمیشہ اس سے پہلے۔ کیا عیسوی سال سے پہلے یہ شمسی سال تھا کہ نہیں تھا؟ ارے تھا، چاند بھی تھا سورج بھی تھا، شمس بھی تھا قمر بھی، سب چیز اپنی جگہ موجود ہے، نہ وہ عیسوی سال نہ یہ اسلامی سال، ارے وہ حرکت بھی اللہ نے حرکت بنائی ہے اس کی حرکت بھی اللہ نے، ایک ہی عبادت کو چاند کے ذریعے سے بھی کرنا ہے اور سورج کے ذریعے سے بھی کرنا ہے کہ نہیں، ایک روزہ کا وقت کا تعین کب؟، طلوعِ آفتاب سے اتنی دیر پہلے، غروب آفتاب سے اتنے منٹ کے بعد، تو شمس آگیا کہ نہیں آگیا؟ یہ ہم اور آپ ہیں اور وہ کوتاہ نظر، وہ نام نہاد اسلام کے ٹھیکدار کہ دو۲ عیدوں کا جھگڑا کرنا چاہتے تھے اور اب تو تین تین عیدیں ہوتی ہیں، کتنے دن کا جھگڑا ہو گیا؟۔ اب تین دن کا جھگڑا ہو گیا جناب دو۲ عیدوں کا جھگڑا تو سمجھ میں آتا ہے مگر یہ تین عیدوں کا سلسلہ سمجھ میں نہیں آیا کہ بھئی یہ تین، کیسے؟۔

اور پھر چاند کا مسئلہ، اس میں بھی مدد لی جاسکتی ہے سائنس کی نہیں لی جاسکتی کیا؟ کسی نے منع کیا؟ شریعت نے منع کیا ہے سائنسی آلات سے مدد لینے کو؟ نہیں، بلکہ سائنسی آلات سے مدد لے لی گئی تو میری نوکری کہاں گئی۔ ہے ناں بھئی، آپ کی نوکری بھی پکی ہے، آپ بھی بیٹھیں، شریعت دیکھنے کو بھی کہتی ہے، شریعت مدد لینے کو بھی کہتی ہے۔ انسانی ترقی سے دونوں بیٹھ کے فیصلہ کر لیجئے جو ایک فیصلہ ہو جائے۔ لیکن مانیں کیوں؟ ایک فیصلہ ضد بھی تو ہے بلکہ ہم نے تو یہاں تک سنا ایک طبقے نے کہا کوئی جھگڑا نہیں فلاں صاحب کو ہٹا دو تو ہم ایک عید کر لیں گے، نہ اسلام، نہ دین، اور بیچارہ رو رہا ہے کھڑا ہو کر عام آدمی، کہ بھئی میں کیا کروں میں اس کے یہاں

سویاں کھانے گیا میرے بھائی نے کہا: بھاگ جا میرا روزہ ہے، یہ سب کچھ ٹی وی پر آپ نے دیکھا۔

تو عزیزو! اب بات واضح ہوئی، زمین موجودات کا مرکز، سورج نظامِ شمسی کا مرکز، پھر سورج کا اپنا مرکز ہے نا، اگر مرکز نہ ہو، مرکز ہٹا قیامت آئی، مرکز ادھر اُدھر ہوا، سورج سوا نیزے پر آنے کا کیا مطلب ہے؟ یہاں تھوڑی آجائے گا، زمین سے کروڑوں گنا بڑا ہے، یہ ایک مثال کے طور پر کہا جاتا ہے۔ ہٹے گا نا مرکز سے تو قیامت آجائے گی، تو مرکز ضروری ہے نا۔ تو کائنات کی ہر شے کیلئے مرکز بنایا، آخر اس کائنات کا بھی کوئی مرکز ہونا چاہیئے کہ نہیں، ہونا چاہیئے بھئی، موجودات کا مرکز، نظامِ شمسی کا مرکز، پھر خود شمس کا مرکز ہے کہ نہیں؟ ہے، تو اس کائنات کے لئے بھی کوئی مرکز ہو کہ نہیں ہو، جس کے اوپر یہ کائنات انحصار کرلے، آسانی سے سمجھادوں آپ کو، کوئی تو ایک ایسا مرکز ہونا چاہیے کہ پوری کائنات اس کے دم قدم سے باقی ہو، آپ فوراً کہہ دیں گے کہ اللہ ہے، اگر آپ نہیں تو دوسرے کہہ دیں گے: اللہ ہے تو صحیح، کائنات کا مرکز یا نہیں، اگر اللہ کے دم قدم سے اور اللہ کائنات کا مرکز ہے تو پھر پروردگارِ عالم نے اپنے کو رحمت قرار دیا ہوتا پھر ضرورت ہی کیا تھی؟ کسی اور کی رحمت کی نہیں۔ جب ہر شے کیلئے مرکز ضروری ہے تو اس کائنات کا بھی ایک مرکز ہوگا وہی مرکز ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کائنات باقی ہے کیونکہ کائنات اس کی وجہ سے باقی لہٰذا وہ قرار پایا رحمۃ اللعالمین، بات واضح ہوگئی، تو مرکز ہے کائنات کا۔ زمین ہمارے لیے رحمت ہے کہ نہیں؟ ہے، زمین پر ہی تو پانی ہے، زمین پر ہی تو سبزا ہے، زمین پر ہی تو سمندر ہے جس سے بادل اڑتے ہیں، بھاپ بنتے ہیں جس سے بادل اڑتا ہے، پانی برستا ہے، ایسا ہی ہے نا، تو رحمت ہمارے لئے زمین، زمین کیلئے رحمت سورج کی روشنی، ہے کہ نہیں ہے؟ زمین کیلئے رحمت رات اور دن کی تبدیلی، ہے کہ نہیں ہے، زمین کی رحمت ان کی رحمت، اس پورے نظام کی، سورج ان کیلئے رحمت، اس کا اپنا مدار، اب ان سب کیلئے کون؟ پورے عالمین کا اپنا مرکز

ہے، ایک محور ہے، لہٰذا جو مرکز قرار پایا اسے رحمۃ اللعالمین بنا دیا، یوں کائنات کیلئے ایک مرکز ہے کہ جس کے دم قدم سے یہ کائنات باقی ہے۔ اب ہم رحمۃ اللعالمین تک پہنچ گئے نا کہ ہے ایک مرکز ایسا جو پوری کائنات کے لیے رحمت کا فریضہ انجام دے رہا ہے، اِس وقت ہے کہ نہیں ہے کہ کس شکل میں ہے؟ کس جگہ ہے؟ کہاں ہے؟ کیوں کر ہے؟ اپنے سامنے تو وہ ایک نائب بنا کر چلا گیا کہ یہ میرا نائب ہے، خدا کے رسولؐ آپ نے کیوں بنایا نائب؟ نائب تو سب نے بنایا، کسی نے بھی بنایا، کسی طرح بھی بنایا، بنایا تو سہی نا، ہم ابھی اختلافی بات کر ہی نہیں رہے ہیں ہم تو کلی بات کر رہے ہیں، کلیات پر بات کر رہے ہیں، نائب کی ضرورت پڑی نا، تو وہ نائب کیا کہلائے گا؟ نائبِ رسول، صحیح ہو یا غلط ہو، اس سے بحث نہیں، لیکن اتنا فطرت جانتی تھی کہ ایک نائب ہونا چاہیے جس کو ہم کہہ سکیں کہ رسول کے بعد یہ نائب ہے، اچھا نائب کی طرف تو سب کی توجہ ہو گئی سب نے مان لیا اس کلیے کو کہ نائب نہ ہو تو کام کیسے چلے گا اب یہ اور بات کہ نائب ہی یہ کہنا شروع کر دے کہ کسی کی کوئی ضرورت نہیں، کسی کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں، اپنے اور اللہ کے درمیان ہم کسی کو نہ آنے دیں گے۔

یہ کتنا جذباتی جملہ ہے لوگوں کے لئے، مسلمانوں کے لئے، مسلمان اس پر تڑپ اٹھے، اپنے اور اللہ کے درمیان ہم کسی کو برداشت نہیں کریں گے اپنے اور اللہ کے درمیان، تو آپ اور اللہ کے درمیان تو کتاب بھی ہے، آپ کے اور اللہ کے درمیان تو جبرائیل بھی ہیں نا، آپ جبرائیل کے وجود کے منکر، نہ آپ کتاب کے وجود کے منکر، اور جو علم میں دونوں سے افضل جوان دونوں سے افضل خیر بات کہیں سے کہیں نکل جائے گی بس اتنا اشارہ آپ کے لیے کافی تھا۔

تو اب جب وہ اس حیثیت کا حامل تو اس کا نائب کیسا ہونا چاہیے، جب اللہ نے اپنا نائب بنایا تو عالمین کے لیے مرکز و محور رحمت قرار دے کر بنایا اور رسول اپنا نائب بنا کر جائے تو کیسا ہونا چاہیے؟ کیسا ہونا چاہیے؟ دیکھیے تمام کر رہا ہوں، اگرچہ اور مطلب بیان کرنا چاہتا تھا

لیکن یہیں سے بات کو کل شروع کریں گے۔

اللہ نے جس کو اپنا نائب بنایا کیا وہ اللہ ہے؟ نہیں ہے۔ کیا آپ نے اسے اللہ مانا ہے؟ نہیں مانا۔ آپ نے اسے معبود مانا ہے؟ نہیں مانا۔ آپ نے خدا مانا ہے؟ نہیں مانا۔ اللہ نے جسے اپنا نائب بنایا، سارے اختیارات کے ساتھ بنایا، عالمین پر رحمت، عالمین پر فوقیت دے کر بنایا، اس قوت کا اظہار بھی کیا اپنے حکم سے رسول کے پاس وہ اختیارات تھے کہ اس سے چاند کے بھی ٹکڑے کیے، سورج کو بھی پلٹایا، یہ آپ سنتے رہتے ہیں، پڑھتے رہتے ہیں، مزید پورے محرم سنتے رہے گے، میں مزید اس طرف نہیں جانا چاہتا۔ تو اللہ نے جسے اپنا نائب بنایا سارے اختیارات دے کر، تو کیا وہ اللہ ہو گیا؟ نہیں ہوا نا، رسول ہے، مگر کائنات میں سب سے بزرگ ہے، اللہ نہیں ہے، رسول ہے۔ تو رسول بھی تو یہ بتا رہا ہے کہ میں جسے نائب بنا کر جا رہا ہوں، سارے اختیارات دے کر جا رہا ہوں، فرق یہ ہے کہ میرے بعد وہ رسول نہیں ہوگا، فرق صرف اتنا سا ہے۔

اب سلسلہ واضح ہو گیا کہ جب رسول، اللہ نہیں، رحمۃ اللعالمین بننے کے باوجود، تو ہم کب کہہ رہے ہیں کہ علی رسول ہیں، نہیں ہم نے بھی تو یہی زینہ رکھا ہے، یہی سلسلہ رکھا ہے کہ سب اختیارات ہیں علی کہ پاس، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی، رسول نہیں ہے مگر اختیارات ہیں نا تو صفت کیا ہے؟ کائنات کا محور اور مرکز، جب اختیار دے کر جائے گا رسول تو کیسے دے کر جائے گا؟ کہ جو کائنات کو سنبھال کر رکھے اگر وہ رحمۃ اللعالمین ہو تو یہ بھی مشکل کشاء کائنات تو ہو۔ ہے کہ نہیں جو کائنات کو سنبھال کر رکھے، ابھی تو انشا اللہ جب تفصیل میں جائیں گے تو پھر آپ کو بتائیں گے کہ کون کون سے کلیات ہیں جو مولائے کائنات ہمیں دے کر گئے اس کائنات کے بارے میں، جس کی طرف ہم توجہ نہیں کرتے، ہم سمجھتے ہیں کہ سب کچھ مغرب سے آیا ہے، حقوق بھی مغرب سے آرہے ہیں، حقوق بشریت کا جو منشور ہے، کیا کہتے ہیں اس کو؟ اس میں چیزیں پڑھ لیجئے، آپ بھی دیکھ لیجئے، آپ کے وہ حقوق بشر کا چارٹر، جہاں بھی ملے نہج البلاغہ میں پہلے

ہے، خطبہ حجۃ الوداع میں پہلے ہے، آپ نے نہیں مانا مگر انگریز نے لکھ لیا، انگریز کہہ رہا ہے، یورپین کہہ رہے ہیں تو وہ غلط تو نہیں کہہ سکتے، وہ کیسے غلط کہہ سکتے ہیں؟ تو ہم اتنی جلدی ذہنی غلام ہو جانے والے لوگ، تو ہماری یہ حالت ہے، تو بھئی پڑھ تو لو، پہلے رسول نے بھی یہی کہا، علی نے بھی، وہ آپ نہیں مانے۔ وہ انگریز کہہ رہا ہے، یہی بات تو آپ مانتے چلے آرہے ہیں۔تو کائنات میں کس کو نیابت دے کر گئے؟ جس کے پاس کائنات کا اختیار تو ہونا چاہیے نا، ہر شے کا اختیار، تو مرکز کون قرار پائے گا؟ مرکز وہی قرار پائے گا جس کے پاس سارے اختیار موجود ہوں، تو غلط فہمی دور کر دی رسول نے کہ میں رہوں گا، ناموں کی تبدیلی پر نہ جانا، ناموں کی تبدیلی پر گئے تو تم بھی یہ سمجھو گے کہ رسول گئے، رسول نہیں ہیں، ناموں کی تبدیلی پر نہ جانا۔ یہ دیکھنا کہ کائنات کا مرکز ہے کہ نہیں؟ کائنات کا محور ہے کہ نہیں؟ اگر کائنات کا مرکز اور محور ہے، اس کی ٹھوکر میں کائنات ہو اور جگہ جگہ اس کے مظاہرے کر رہا ہو تو سمجھ لینا کہ ہم اگر پہلے بھی ہیں تو یہی، ہیں بیچ کے ہوں تو یہی ہیں، آخر کے ہوں تو بھی یہی ہیں، ہم سب کے سب محمد ہیں۔

لاکھوں بلائیں ٹوٹ پڑیں آسمان سے ہٹ جائیں گر امام زمانؑ درمیان سے، یہ ہے وہ قطب، یہ ہے وہ غوث، یہ ہے وہ مرکز، یہ ہے وہ محور، آپ کہاں جا رہے ہیں؟ یہ ہے کائنات کی سلامتی کا ضامن، یہ ہے مرکز۔

یہاں سے انشاءاللہ کل لے کر چلیں گے، تمہیدی گفتگو تھی یہ اس کے بعد بس، جس جگہ میں چھوڑ رہا ہوں موضوع کو، اب کل آگے لے کر جاؤں گا۔ اس لیے ضرورت ہے ہر زمانے میں، ہر امت کے لیے، انتظار موجود ہے، کسی نے اس انتظار پر یقین رکھا، کسی نے نہیں رکھا، عقیدہ مہدویت تو ہر جگہ ہے نا کہاں نہیں ہے؟ مسلمانوں کا کوئی مکتب ایسا نہیں ہے سوائے ناصبیوں کے، سب جگہ یہ عقیدہ ہے، کسی بھی مکتب سے، ہمارے دیوبندی برادران ہوں بوہری برادران ہوں کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، حنفی ہوں، شافعی ہوں، مالکی ہوں، حنبلی ہوں

حتیٰ کہ اہل حدیث ہوں، تمام برادارن کے پاس آپ کو یہ عقیدہ ملے گا اور بڑے کروفر سے ملے گا، اگران میں سے بھی کوئی انکار کر دے تو فوراً اس کی رد کرتے ہیں بلکہ یہاں تک روایت صحاح ستہ میں موجود ہیں کہ کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے وہ شخص جو عقیدہ مہدی کا منکر ہو جائے۔ بس اسی لیے دنیا کے چاہنے کے باوجود، کتنی سازشیں ہوئیں امامت کو ختم کرنے کے لیے لیکن کیونکہ مرکز ہے کائنات کا، محور ہے کائنات کا، کوئی مانے یا نہ مانے اسے مٹا نہیں سکتا کوئی، کوئی نہیں مٹا سکتا۔ واقعہ کربلا ہو، بنی امیہ کے مظالم ہوں یا بنی عباس کے مظالم ہوں کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اطمینان رکھو تم میں سے جو ایمان لائے ہو جو اعمال خیر کرتے ہو میرا وعدہ ہے تم سے

اللہ کا وعدہ ہے لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ

جیسے تم سے قبل آدم کو روئے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا تھا انہیں بھی بنادوگا، لیکن صبر کرو، میدان میں کھڑے رہو، ثابت قدم رہو۔ یہ وہ ہے عقیدہ امامت۔ یہیں سے ہم بات کو آگے شروع کریں گے۔ پہلے قانون مرکزیت آپ کو سمجھنا ضروری تھا، ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے۔ یہی سے بات کل لے کر چلیں گے کہ اتنا مٹانا چاہا دنیا نے اسی عقیدہ امامت کو لیکن مٹاتے مٹاتے خود ہی قائل ہو گئے۔ اتنی تواتر کے ساتھ یہ حدیث مسلمانوں میں پھیلی کہ جب رد کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہی تو بارہ نام بنانے ہی پڑے۔ حدیث اثنا عشر اتنی مشہور ہوئی، اتنی معروف ہوئی، کہ بارہ خلیفہ قریش سے ہونگے، اِس سے ہونگے، اُس سے ہونگے، فلاں سے ہونگے، جس سے بھی ہوں گے، تھے بارہ، بارہ کا ہندسہ لانا پڑا، اب پورا کیسے کریں؟ تو میں نام نہیں لوں گا، جا کر دیکھ لیجئے، جو بارہ نام لکھے ہیں بعض مورخین نے اپنے مسلمان ہونے پر بھی شرم آنے لگے گی آپ کو۔ آخر کے جو نام ہیں، سب کے لیے نہیں کہہ رہا، وہ جو آخر کے نام جو اس نے دیئے ہوئے ہیں، پتہ نہیں کس کس ملعون کے نام بھر دیئے ہیں، اب تو آپ کی سمجھ میں آ گیا کہ ملعون کیسے ''حضرت''

بن جاتے ہیں اگر آج بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آیا تو پھر کون سمجھائے گا آپ کو۔ دیکھا آپ نے تاریخی ستم ظریفی، آپ کے سامنے جب یہ ہوگیا کہ ملعون ''حضرت'' بن گئے، صدام کے جلوس بھی اٹھ گئے اب چہلم بھی منا رہے ہیں مناؤ بھئی ہم تھوڑی جلیں گے۔

اب یہ بدعت تو نہیں رہی بس دعا کرتے ہیں ہم دعا کرتے ہیں، کسی کی دل آزاری تو کرتے نہیں ہیں، آپ کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے ہم دعا کرتے ہیں آپ کے لیے کہ آپ جس کا چہلم منارہے ہیں پرودگار آپ کو اسی کے ساتھ محشور کردے، ہم نے آپ کے دل کی بات کہہ دی آپ آمین کہیئے سب، ہے ناں بھئی، آج ہی اخبار میں پڑھا ہے میں نے، چہلم منائیں گے صدام کا، بڑی خوشی کی بات ہے، ہم دعا کرتے ہیں آپ کے ساتھ کہ پرودگار جس کا آپ چہلم منارہے ہیں، پرودگار آپ کو اس کے ساتھ محشور کرے۔ یقیناً جو برادران چہلم منانے کی تیاری کررہے ہیں وہ بڑے خوش ہونگے اور میری ان سے اپیل ہے کہ اپنے ہر جلسے میں یہ دعا کیا کیجئے کہ پروردگار ہمیں صدام کے ساتھ محشور کرنا۔ صحیح ہے نا، اس میں تو ناراضگی کی بات نہیں ہے نا، ہم جس کا چہلم مناتے ہیں تو ہماری تو حسرت ہی یہی ہے، ہماری زبان دعا کرتی ہے کہ پرودگار! شہدائے کربلا کے ساتھ، حسینؑ کے ساتھ، حسینؑ کے بچوں کے ساتھ، حسینؑ کے غلاموں کے ساتھ محشور کر۔ آپ بھی دعا کیا کیجئے، ٹھیک ہے، بس یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے کہ کوئی مظلوم کے ساتھ محشور ہونے کی دعا کرتا ہے، کوئی ظالم کی ساتھ، یہ الٰہی توفیقات ہوتی ہیں، اللہ جس گروہ کو یہ توفیق دے دے، کسے مظلوم کا ماننے والا بنا دیتا ہے۔

بس عزادرانِ حسین ختم کردیا زحمت کو آپ کی، تو بس عزادارو! آج کی تھوڑی ہے یہ بغض وعناد، یہ تو اسی وقت سے ہے، لیکن نہ کل مٹا پائے تھے محور اور مرکز کو نہ آج، ہمارا مرکز باقی ہے تو ہمیں کون مٹا سکتا ہے؟ ہمیں کہیں بھی پھینک دیں وہ کشش ہمیں کھینچ کر وہیں لے آتی، ہے کہ نہیں، لے آتی ہے کہیں بھی پھینک دو، کشش اتنی ہے کربلا میں کہ وہیں لے کر آجاتی ہے پھر

وہیں پر کھینچ کر آجاتی ہے۔ یہ ہمارا کمال تھوڑی ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو رہا ہے جو میری راہ میں قربانیاں دے گا میں اسے زندہ کرتا چلا جاؤں گا۔ بچوں نے، جوانوں یہاں تک کہ حیوانی نے بھی نے، جس جس نے اللہ کے نمائندوں کی نصرت کی، اللہ نے اس کے ذکر کو زندہ جاوید کر دیا۔

ہم اپنے بچوں کے لیے تڑپ رہے ہیں، رو رہے ہیں اور حق ادا نہیں ہوگا اگر ہم اپنے تین قیدی لا پتہ بچوں کے ساتھ بقایا جو 97 لوگ ہیں وہ بھی تو ماؤں کے بیٹے ہیں نا، وہ سو افراد کی بات کر رہا ہوں جو لا پتہ قیدی ہیں کیونکہ، میرے سینے میں انسانوں کا دل ہے، وہ سو افراد جن کا کچھ پتہ نہیں ہے، جنہیں اٹھا کر لے گئے تا کہ قانون ان پر کوئی لگے ہی نہیں، ان سو کیلئے دعا کریں، ان سو کی بات کریں، کتنے مجبور ہیں ان کے ماں باپ جنھیں یہ بھی نہیں پتہ کہ وہ زندہ ہیں یا مار دیئے گئے، انھیں کچھ بھی نہیں معلوم اور اسی لیے غائب رکھا گیا کہ تشدد کرتے کرتے ان میں سے کوئی مر جائے تو پتہ نہ چلے، ہمیں تو پتہ ہی نہیں۔ یہ جنگل کا قانون کہلاتا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ قانون کی پاسداری کی جائے۔ لیکن عزیزو! ہم دعا کرنے والے موجود ہیں نا، ہر دور میں ایسا ہوتا ہے اور یہ پہلی تاریخ، پروردگار مجھے توفیق دے، بات وہیں پر آجاتی ہے کہ مصائب وہی ہیں، میں نئی بات کہاں سے لاؤں لیکن پھر مجھے تسلی ہو جاتی ہے کہ وہی تو مصائب ہیں کہ انسان ۱۴ سو سالوں سے خون کے آنسو رو رہا ہے، وہی تو مصیبت ہے، وہی مصیبت بیان کی جائے گی ہمارے صبر کیلئے، وہ بیبیاں جن کے سروں کے سہاگ غائب ہیں، وہ معصوم بچے جن کا باپ ان سے دور ہے، جن کو نہیں معلوم کہ ان کا باپ کہاں ہے، وہ بوڑھی مائیں جن کی آنکھیں اپنے بچوں کا راستہ دیکھتے دیکھتے بے نور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

ان کی تسلی کیلئے عرض کر رہا ہوں کہ غم زدہ، اے تاریک رات کے مسافرو! اے اندھیری رات میں روشنی کے پیچھے دوڑنے والو! روشنی کی تلاش کرنے والو! اے غمزدہ لوگو! اے مصیبت زدہ لوگو! خدا تمہارے بچوں کو سلامت رکھے وہ جہاں بھی ہوں اللہ کرے مولا ان کی حفاظت

کریں اور جلد تم سے ملا دے۔ لیکن ذرا مسلم کے یتیموں کو یاد کرلو گے تو تمہارا غم کم ہو جائے گا، تمہارا دکھ کم ہو جائے گا، مسلم کے ان معصوم یتیموں کو یاد کرلو جن کے سن پانچ چھ سال سے زیادہ کے نہیں تھے اور مسلم کی زوجہ کو بھی نہیں معلوم کہ میرے بچے کہاں ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں ان بچوں کا بھی، نہیں پتہ تھا قید سے جب رہا ہو کر جب چلے گئے تھے، قیدی مدینے پہنچ کر بھی نہیں معلوم ہوا تھا ان کو کہ وہ بچے زندہ ہیں یا مر گئے، کچھ نہیں معلوم وہ دو معصوم بچے جو ابن زیاد کی قید میں تھے۔ رحم آیا زندان بان کے دل میں جب اسے معلوم ہوا کہ یہ اولادِ رسولؐ ہیں، یہ عقیل کے پوتے ہیں، یہ مسلم کے بچے ہیں، چھوڑ دیا رات کی تاریکی میں، بچے حیران و سرگردان پھرتے رہے، راستہ نہیں ملا، مختصر بس چند جملے، پہلا دن ہے مصائب کا، پڑھوں گا زیادہ نہیں، اسی میں مصائب ہو جائیں گے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے ان جوانوں کو دوسرے لباس پہننے کیلئے دیئے بھی گئے کہ نہیں دیئے گئے مسلم کے یتیموں کا مجھے معلوم ہے کہ ایک ہی لباس، کتنا عرصہ رہے قید میں اور اسی لباس میں مسلم کے شہزادے شہید کر دیئے گئے اور اسی سرخ لباس میں، خوں بھرے لباس میں قیامت کے دن محشور ہونگے۔ حشر کا میدان ہوگا دخترِ رسولؐ کی فریاد ہوگی۔ اللہ کی بارگاہ میں جب اپنے بچوں کے خون ناحق کا مقدمہ پیش کریں گی تو مسلم کے ان یتیموں کے خون ناحق کے لئے بھی انصاف طلب کریں گی۔

الالعنة اللّٰہ علی القوم الظّالمین

تاریخی، معاشرتی، سیاسی اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ

شعلہ بیان خطیب مولانا

سید حسن ظفر نقوی

کی معرکۃ الآراء تقریریں

اب زندہ تحریروں کے قالب میں ڈھل کر

آپ کی ضیافت مطالعہ کے لیے ہدیہ ہیں

"مقصدِ حیات"

"معاشرے کی تعمیر میں خواتین کا کردار"

یہ کتابیں پاکستان کے تمام معروف قومی کتب فروشوں کے یہاں دستیاب ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ . اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُومِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْآنِ اِلٰی قِیَامِ یومِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدفَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تعالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَ عَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْناً یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائے دار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے تو وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ نور۔۵۵)

عزیزان محترم ! لیجیے لائٹ پھر چلی گئی لیکن کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ یہ بھی ہمارے بھائی ہیں ۔...... کے ۔ ای ۔ ایس ۔ سی والے ہوں یا سٹی گورٹمنٹ والے ۔ سب سے غلطیاں ہو سکتی ہیں ۔ کوئی بات نہیں ہے انشاء اللہ امید ہے کہ کل سے یہ سسٹم بہتر ہوگا ۔ ویسے بھی لائیٹ چلی جاتی ہے اور یہاں کی لائیٹ اور یہاں کی حکومتوں کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا ۔ اسی لیے ہم ان کے وعدوں پر بھی اعتبار نہیں کرتے ۔ ہمیں پتہ ہے کہ جو وعدہ کر رہا ہے بے چارہ کل ہوگا کہ نہیں ہوگا تو لہٰذا بجلی کا کیا قصور ہے وہ تو بے چاری آتی جاتی رہتی ہے لیکن اس سے یہ فائدہ ہوگیا کہ جب بجلی گئی ہوئی تھی تو میں نے پوچھا کہ اس پورے لوڈ کو اٹھانے کے لیے کتنا بڑا جنریٹر چاہیے؟ پہلے تو وہ چھوٹا سا تھا ناں جس سے ایک مائیک چل سکتا تھا تو ماہرین برقیات جو یہاں پر موجود ہیں انہوں نے بتایا کہ جناب ۷۰ K.V کا اگر جنریٹر ہو تو مسئلہ ہی کوئی نہیں ہے ۔ اسٹینڈ بائی ہو یا نہ ہو ہمارا سسٹم ٹھیک چلے گا ۔ جب میں نے پوچھا قیمت کتنی ہوگی تو انھوں نے کہا وہ تو بہت زیادہ ہوگی ۔

۷۰ K.V کا جنریٹر اگر لگا لیا جائے تو ایسے ہی چلے گا سسٹم جیسے ابھی چل رہا ہے لیکن اس کی قیمت بہت زیادہ ہوگی ۔ کتنی ہوگی؟ صاحب تیرہ چودہ لاکھ ۔ تو میں نے کہا کہ ہاں ہے تو بہت زیادہ لیکن کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے، کوئی حرج تو نہیں ہے؟ تو بس یہ جو ہمارا مجمع بیٹھا ہے اسے میں جانتا ہوں، صاحبان حیثیت بھی ہیں ماشاء اللہ ۔ جہاں اتنے کام ہوں گے دنیا کے ان میں سے چھ سات کھڑے ہوں گے کہ آئندہ سال یہاں پر وہ جنریٹر رکھا ہوا ہوگا انشاء اللہ اور آئندہ سال کی کیا بات ہے مجھے یقین ہے کہ رزلٹ مجھے اسی عشرے کے دوران مل جائے گا ۔ چھ سات آدمی انتظامیہ سے جا کر ملیں گے ۔ آفر کریں گے سب مل کر لائیے ۔ وہ جو بے چارے ٹینشن میں کھڑے رہتے ہیں اسٹینڈ بائی والے کہ لائٹ گئی اور ہماری مصیبت آئی ان کی بھی مصیبت ختم ہوگی آپ کی بھی مصیبت ختم ہوگی لہٰذا میں ان سے بھی کہہ رہا ہوں ۔ وہ بھی میرے بھائی ہیں، سارے انسان ہیں ۔ ہم بھی انسان ہیں وہ بھی انسان ہیں اشتباہ ہو جاتا ہے کوئی بات

نہیں ہمیں آپ سے کوئی گلہ نہیں ہو سکتا لیکن کل سے خیال کیجئے۔

ہمیں تو پیغام ہی دینا ہے۔اس ذکر کے بغیر تو ہم رہ نہیں سکتے۔سارا مسئلہ اس ذکر کا ہے، ساری قربانیاں اس ذکر کے لیے ہیں لہٰذا یہ تو ہوگا۔اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہم سے پوچھا جارہا ہے کہ آپ مسجد میں کیا کرنا چاہتے ہیں مجلس کیوں کرتے ہیں؟ دنیا بھر کا میڈیا پوچھ رہا ہے۔ہمیشہ میں ایک بات کہتا ہوں کہ یہ ذکر کی اپنی قوت ہے، اس ذکر کا اپنا اعجاز ہے، دشمنوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ذکر حسینؑ کے دشمنوں کو۔خدا نہ کرے مسلمانوں کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ذکر حسینؑ کے دشمنوں کی سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ تم جتنا اسے دبانے کی کوشش کرو گے یہ اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔

اب ہم بات کو آگے بڑھاتے ہیں، اپنے موضوع کو جہاں پر کل چھوڑا تھا کیوں کہ ظاہر ہے اس سے زیادہ کے متحمل نہیں ہو سکتے۔اس لیے مجالس میں تھوڑا تھوڑا سا اشارہ کیا جاتا ہے۔ ہر چیز کا ایک مرکز ہے، ایک محور ہے، کائنات کا بھی ایک مرکز ہے ایک محور ہے اور اس محور اور اس مرکز کا نام ہے امام، پیغمبر۔اپنے دور میں پیغمبر، جو نبی ہیں اور جب امامت کا دور شروع ہوا تو امام محور ہے، مرکزِ کائنات کا۔اس بات پر تھوڑی سی دلیل قائم کی تھی۔بات اور آگے بڑھائیں گے۔ دیکھئے یہ سلسلہ کتنا بہترین سلسلہ ہے کہ اللہ نے جب اپنا نائب بنایا تو سارے اختیار دیئے مگر اس سے وہ اللہ نہیں ہوئے رسول رہے، رسول نے جب اپنے اختیار دیئے تو سارے اختیار دیئے مگر یہ کہ وہ رسول نہیں ہوئے۔ہے نا ایسا؟ مگر یہ کیوں رسول نہیں؟ ولی ہے، اللہ کا ولی ہے۔ولایت کا اعلان بھی کر دیا اختیارات بھی سونپ دیئے۔بس اس سلسلے کو باقی رکھیں۔مولا نے، اُس ولی نے اپنا اختیارِ ولایت منتقل کیا دوسرے امام میں۔تو دوسرے امام کے پاس اختیارات سارے ہیں مگر وہ علیؑ نہیں ہیں۔اب کتنی بار تکرار کر چکا ہوں اس روایت کی کہ:

''اُن دونوں کے بابا اُن سے افضل ہیں''۔یہ سلسلہ چلتا رہا، چلتا رہا، چلتا رہا اور اثت

منتقل ہوتی چلی گئی۔ تو ایک دلیل تو یہ ہوگی کہ آدمؑ سے لے کر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک اور خاتمؐ سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر یوم جزاء تک کوئی بھی دن حُجّتِ خدا سے خالی نہیں رہ سکتا۔ ہاں فضلیت کی بات الگ ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پہ فرمایا گیا:

''فَضَّلنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ'' ''ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی''

تو بارہ امامؑ ہیں۔ چودہ معصومینؑ ہیں۔ سب کے سب محمدؐ بھی ہیں، سب کے سب علیؑ بھی ہیں۔ سب کے سب وقت پڑنے پر حسینؑ بھی ہیں لیکن رسولؐ کا اپنا مقام ہے۔ علیؑ کا اپنا مقام ہے حسنؑ کا اپنا مقام ہے۔ حسینؑ کا اپنا مقام ہے۔ چوتھے امام کی اپنی ذمہ داری اور بارہویں کا اپنا مقام اب دیکھئے کہ کیا مولائے کائناتؑ نے کسی پیغمبر کو نماز پڑھائی؟ ظاہری دنیا کی بات کر رہے ہیں۔ نہیں پڑھائی نا؟ آپ کی حیات میں پیغمبر ختمی مرتبتؐ تھے انہیں نماز نہیں پڑھائی نا؟ اگر کوئی امام پیغمبروں کو نماز پڑھاتا ہوا نظر آجائے تو کیا علیؑ سے بڑھ جائے گا۔ نہیں بڑھ سکتے نا؟ تو اب دیکھئے فضیلت اپنی جگہ ہے۔

مولائے کائنات ابولآئمہ ہیں گیارہ امامؑ اپنے مقامِ عصمت وطہارت پر فائز ہیں لیکن اس سب کے باوجود علیؑ اُن سب سے افضل ہیں۔ ہیں کہ نہیں؟ لیکن یہ فضیلت جیسے ہر ایک امام کو ایک الگ فضیلت دی گئی۔ ایک الگ مقام دیا گیا جو اُنہیں نمایاں کرتا ہے اپنے دور میں ہر امامؑ کا اپنے دور میں ایک ایسا مقام ہے جو اُنہیں تمام کائنات سے ممتاز کرتا ہے، نمایاں کرتا ہے۔ تو بارہویں امام کو کیا فضیلت دے کر بھیجا گیا؟ سب کے القاب الگ الگ ہیں تو اس میں بھی راز چھپا ہوا ہے سب کے نام الگ الگ ہیں تو اس میں بھی راز پوشیدہ ہیں لیکن کام سب کا ایک ہے فضیلت کی بات آئے گی تو اس بارہویں کا ایک مقام کیا ہے جو کسی کو حاصل نہیں۔ بارہویں کو یہ مقام حاصل ہے کہ یہ امام ہوگا اور عیسیٰؑ جیسا پیغمبر ماموم ہوگا۔ تو بتائیے کسی امام نے تو نبی کو نماز نہیں پڑھائی مگر یہ امام ہے جو نبی

کو بھی نماز پڑھائے گا۔

لہٰذا یہ کبھی غلط فہمی نہ ہو کہ اس وجہ سے سب سے افضل ہیں۔ سب سے افضل نہیں سب کا ایک مقام ہے سب کی اپنی اپنی فضیلتیں ہیں۔ یہ ہیں بارہ امام۔...... یہ ہیں چودہ معصوم...... مگر سب رسول نہیں سب علیؑ نہیں سب کے اپنے دور کا کام ہے اور یہ وہ امام ہیں جب جس امام نے اُس کا ذکر کیا تو قائم کے ساتھ کیا کہ جب حضرت قائم قیام کریں گے۔ چھٹے امام بھی اسی طرح گفتگو کرتے ہیں۔ ساتویں امام بھی اس طرح گفتگو کرتے ہیں دسویں امام بھی گیارہوں امام بھی۔ ہر امام کی تقریباً امام زمانہؑ کے تعلق سے روایت موجود ہے اور سب نے بڑے فخر سے، بڑے مان سے، ناز سے ذکر کیا ہے قائم کا کیوں کہ ہمارے کام کی تکمیل کرے گا جیسے انبیاء کے کام کی تکمیل کی پیغمبر نے اُسی طرح یہ تکمیل کرے گا ہمارے کام کی۔

یہاں سب کا مان ہے۔ سب کا فخر ہے یہ امام۔ لیکن میں نے جہاں کل بات کو چھوڑا تھا وہ ایک بات جو ابھی تک پھانس بن کر چبھی ہوئی ہے وہ بات تو میں نہیں کہہ سکتا بہر حال اٹکی ہوئی ہے گلے میں کہ کسی طرح میں آپ تک منتقل کر دوں۔ حلق سے نکال دوں گفتگو کو کہ جب مولا کی شاگردی میں رہتے ہیں چاہے بلا واسطہ یا بالواسطہ تو یہ وعدہ ہے اماموں کا کہ کبھی مخالف کے مقابلے میں تمہیں مغلوب نہیں ہونے دیں گے۔ ایسا ہی ایک شاگرد ہے امام کا کہ جس کا نام ہے ہشام ابنِ حکم اور جس دور کا یہ مباحثہ ہے ہشام ابن حکم کی وہ نوجوانی کا دور ہے یعنی دیگر جو شاگرد ہیں چھٹے امام کے ان سب میں جوان تر ہشام ہے لیکن علم کو ایسا اُتارا ہے اپنے سینے میں، امام کی زبان سے سن سن کر کہ امام بڑے اعتماد سے اِن کو جہاں چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں۔

اِن کے بارے میں امام یہ کہتے ہیں کہ ہشام اپنے مقابل پر ایسے چھا جاتا ہے، اس طرح سے اسے گھیر لیتا ہے کہ اس کا مد مقابل پنجرے میں قید پرندے کی مانند پھڑ پھڑا کر رہ جاتا ہے۔ یہ امام اپنے شاگردوں کی تعریف کر رہے ہیں کیوں شاگرد تیار کر رہے ہیں؟ خود گھر،

گھر امام کیوں نہیں جاتے یہ باتیں سمجھانے کے لیے۔ اسی لیے تو امام نے شاگردوں کو تیار کیا ہے کہ جاؤ تمھاری بھی ذمہ داری ہے، اپنے کام کرو اپنی ذمہ داریاں پوری کرو اپنی ذمہ داریاں ادا کرو۔ تو بصرے کا جو سب سے بڑا عالم ہے۔ فقیہ ہے عمرو اویس۔ بصرے کی جامع مسجد میں بیٹھ کر علمی مسائل چھیڑتا ہے اور بڑا رعب ہے اس کا، علمی رعب یہ ہوتا ہے کہ لوگ دباؤ میں آ جاتے ہیں قرآن سن سن کے، قرآن کی آیات سن سن کے، تشریح سن سن کے، تفسیر سن سن کے۔ بڑا چرچا ہے اس کا مگر ہے مخالفِ مذہبِ اہل بیت۔ یہ ایک اور ظلم ہے کہ لوگوں پر علمی دھاک بیٹھا دے تو لوگ کہتے ہیں کہ کتنا قابل آدمی ہے اور کبھی اس کی زبان سے کوئی حق بات سرزد نہ ہوتی ہو تو، یہ توفیقات کی بات ہے کہ سارے علم کے باوجود ایسے لوگوں کی زبان سے کبھی آپ اہل بیتؑ کا ذکر سنیں گے نہیں آپ افسوس نہیں کیا کریں اس بات پر کہ صاحب عجیب آدمی ہے کبھی تو اہل بیت کے بارے میں بھی کسی حدیث کا ذکر کرتے۔ اللہ نے اس کی توفیق کو سلب کر لیا ہے۔ ایسے لوگوں کی توفیقات کو اللہ سلب کر لیتا ہے کہ تمام تر علم کے باوجود اہل بیتؑ کا بغض کبھی انہیں اہل بیتؑ سے کوئی حدیث نقل کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیوں کہ ڈرتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے حق آ گیا تو بڑے بڑے بت گر جائیں گے۔

ڈرتے ہیں ایک روایت بیان کرنے سے۔ ڈرتے ہیں کہ ایک روایت بھی سچی لوگوں کے سامنے آ گئی تو لوگ ہم سے پوچھیں گے۔ آپ نے دیکھا کہ ہزاروں جھوٹ پر ایک سچ کتنا بھاری ہوتا ہے۔ ایک سچی روایت سے لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو جائے گا کہ اچھا یہ تو ہمیں کچھ اور بتاتے تھے اور اصل یہ روایت ہے، ہمارے یہاں یہ بھی موجود ہے، ایسا بھی ہے اور، اس طرح کا فقیہ اپنے دور کا بہت بڑا عالم ہشام کو بھیجا مولا نے کہ جاؤ تعارف نہ کرانا پہلے، پہچان جائے تو اور بات ہے، چلے جاؤ بس۔ یہ پہنچ گئے۔ جوان ہیں، چہرے سے تو ابھی عالم نظر نہیں آتے ، جوان آدمی کی مانتا کون ہے لہٰذا داڑھی سفید کرنا پڑتی ہے کہ لوگ مان تو لیں کہ چلو اب جو کچھ کہہ رہا

ہے سن لو۔ جوان کتنی صحیح بات کرتا رہے اصول یہ ہی ہے تاریخ کا کہ یہ مت دیکھو کہ جوان ہے کہ بوڑھا ہے یہ دیکھو کہ صحیح بات کر رہا ہے لیکن عملی طور پر لوگ دیکھتے ہیں کہ بوڑھا ہوا کہ نہیں ہوا۔ تو انتظار کرو بوڑھا ہونے کا۔ تو ہشام ایسا ہی بے چارا ایک جوان ہے۔ آیا بیٹھ گیا مسجد میں نماز کے بعد، وہ فقیہہ شہر صاحب علمی مسائل چھیڑنے میں مصروف ہیں، امامت کے مسئلے پر بھی بات، خلافت کے مسئلے پر بھی بات لیکن کہیں سے اشارتاً بھی حقیقی امامت کی طرف آ ہی نہیں رہا بلکہ Damage کر رہا ہے امامت کے عقیدے کو۔

یہ جو جعفری کہتے ہیں غلط کہتے ہیں، گھما پھرا کے بات کو اپنے مطلب تک لے جاتے ہیں۔ اب کھڑا ہوا ہشام کہ سرکار اجازت ہو تو سوال کروں؟ سوال کرو۔ کہا آپ کی آنکھ ہے؟ اب جیسے آپ ہنس رہے ہیں ویسے ہی مجمع ہنسنے لگا سارا۔ عمرو اویس بھی ہنسنے لگا کہ یہ کیا سوال کیا تو نے کہ آنکھ ہے؟ کہا سوال ہے میرا سرکار۔ بظاہر نادان ہوں، بچہ ہوں، جاہل ہوں، سرکار سوال ہے آپ سے کہ آنکھ ہے؟ کہاں ہے؟۔ تیرا سوال احمقانہ ہے لیکن جواب دے دیتا ہوں کہ ہے بھئی یہ رہی۔ کہا اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ ہم اس سے دیکھنے کا کام لیتے ہیں۔ رنگوں میں تمیز کرتا ہوں۔ اپنے پرائے کو دیکھنے کی تمیز کرتا ہوں۔ لوگوں کو دیکھتا ہوں۔ پہچانتا ہوں۔ چیزوں کو دیکھتا ہوں۔ کہا ناک ہے؟ پھر ہنسنے لگے لوگ کہ کہاں سے آیا ہے بھئی، یہ کیسے سوال کر رہا ہے؟ کہاں سے آئے ہو بھئی؟ کہا کہیں سے بھی آیا ہوں سوال کر رہا ہوں حضور۔ آپ اتنے بڑے عالم ہیں فقیہ ہیں جاہلانہ سوالوں کے جواب دے دیجئے۔ ناک ہے؟ ہے۔ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ کہا بھئی اس سے سونگھتا ہوں۔ اچھی چیزوں کی خوشبو بھی سونگھتا ہوں، اور بدبو بھی، اور اگر مومن ہوتا تو کہتا کہ خطرے کی بو بھی سونگھ لیتا ہوں میں لیکن مومن نہیں تھا تو خطرے کو بھانپ نہیں سکا۔ مومن ہوتا تو خطرے کو بھانپ لیتا۔ کہا اچھا کان ہیں آپ کے؟ اب لوگ تفریح لے رہے ہیں سمجھ رہے ہیں کہ پاگل ہے۔

تو میں جو آپ کو بتانا چاہ رہا ہوں وہ یہ کہ ایک بہلول نہیں ہے۔ ہر امام کی بارگاہ میں آپ کو بہلول پتا نہیں کتنے نظر آئیں گے جو دیوانے بن کر دوسروں کی عقل کا بھرم کھول دیتے ہیں اور خود دیوانے بن جاتے ہیں۔ کہا جی کان ہیں؟ اب لوگوں کو بھی مزہ آ رہا ہے۔ بھئی جواب دیجئے ہاں بھئی کان ہیں۔ وہ بھی ہنس رہا ہے سمجھا کہ پاگل ہے۔ کہا ہاں بھئی کان ہیں، یہ رہے۔ اس سے کیا کام لیتے ہیں سرکار؟ اس سے سنتے ہیں، جیسے تمہاری بات سن رہے ہیں، سب کی باتیں سنتے ہیں، قوت سماعت ہے اس میں؟ اچھا اس سے کام لیتے ہیں آپ؟ اچھا زبان ہے آپ کی کہا؟ بھئی یہ رہی زبان، اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس سے چکھتے ہیں ذائقے۔ ہاتھ ہیں آپ کے؟ لوگوں کی تو تفریح ہوگئی۔ یہ ہاتھ ہیں۔ اس سے کیا کام لیتے ہیں حضور؟ بھئی اس سے چیزیں پکڑتا ہوں، سامان اٹھاتا ہوں، چھوتا ہوں، دیکھتا ہوں، ہاں۔ پیر ہیں آپ کے؟ جھنجھلا گیا، کہا یہ رہے پیر۔ اس سے کیا کام لیتے ہیں آپ؟ اس سے چلنے کا کام لیتا ہوں، یہاں سے وہاں جاتا ہوں۔ پیروں کے کام، پتہ نہیں کتنے اعضاء کا نام لے لیا۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ سرکار کے سینے میں دل ہے؟ پوچھا کہ دل ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں دل کو دماغ کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ اُمَّهَاتِكُم لَا تَعْلَمُونَ شَيْئاً وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَ بْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُم تَشْكُرُونَ ٥

ترجمہ: اور اللہ نے تمہاری ماؤں کے ارحام سے اس طرح نکالا کہ تم کچھ علم نہ رکھتے تھے اور تمہیں سماعت دی، بصارت دی اور دل دیا۔ شاید عقل سے کام لے لو، شاید غور و فکر سے کام لے لو،

کہیں غور و فکر کا ذکر ہے، کہیں تشکر کا ذکر ہے۔ دلوں پر مہر لگا دی، سمجھ ہی نہیں سکتے ہیں۔ پتا چلا کہ دل آخری سرچشمہ ہے۔ ہے نا معرفت کا؟ جہاں دماغ فیل ہو جائے تو دل فیصلے کرتا ہے۔ ہے نا۔ کہا دل ہے؟ ہے تو۔ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ کہا اس سے جو کچھ آنکھ دیکھتی

ہے، جو کان سنتے ہیں، جو بات کرتا ہوں، جہاں جاتا ہوں، جو چیزیں چھوتا ہوں ان تمام چیزوں میں تمیز کرنے کا کام دل سے لیتا ہوں۔ صدُر ہے نا۔ صَدَر نہیں صَدَر تو ہم کہہ دیتے ہیں۔ جیسے خیر پور میں مِیرُس کو مِیر رَس کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ بے چارا مِیرُس ہے۔ لیکن غلط ہی معروف ہوگیا۔ خیر پور مِیرُس کو پڑھے لکھے لوگ بھی میر رَس کہہ رہے ہوتے ہیں۔ تو ایسے ہی صدُر بگڑ کر صَدَر۔ یعنی دل، مرکز شہر کا جو ہوتا ہے۔ یعنی صدر ہوتا ہے۔ کہا صدر ہے۔ کیوں کہ مرکز ہے نا۔ وہ دل ہے۔ اور اس کے بغیر۔ ہاتھ، پیر، ناک، کان سب بے کار، یہی ہے نا۔ کیا کام کرتا ہے؟ کہا بھئی یہ مرکز کا کام دیتا ہے۔ اس کے بغیر تو کچھ بھی نہیں۔ سارے اعضاء بیکار یعنی جتنے بھی میرے اعضاء ہیں آنکھ، ناک، کان، منہ، ہاتھ، پیر، دماغ ان سب کا مرکز میرا دل ہے۔

اب وہ بھی سمجھ گیا کہ اب اس نے یہ جو سوال کیا ہے تو پتہ چلا کہ کچھ اور پوچھنا چاہتا ہے تو کہا کہ حضور پھر یہ ہوا کہ دل پیشوا ہوا تمام اعضاء کا۔ دل نہ ہو تو سارے اعضاء بے کار ہو گئے۔ ہاتھ بیکار، پیر بیکار، کان بیکار۔ کہا ایسے ہی ہے۔ دل پیشوا ہے۔ کہا عجیب بات ہے کہ اللہ نے اس جسم کا تو امام بنایا اور کائنات کا امام نہیں بنایا۔ کتنی عجیب بات ہے؟ وہ مطلب، جو میں کل مکمل کرنا چاہ رہا تھا لیکن وقت اتنی تیزی سے گذرتا چلا جاتا ہے۔ نہیں کر سکے نا آج مکمل ہوگیا۔ تو بات معلوم ہوگئی۔ ایک مرکز ہے کائنات کا۔ محور ہے۔

عمرو اویس خاموش ہے۔ کہتا کیا ایسے موقع پر؟ آپ جانتے ہیں نا جواب۔ آپ اگر کسی کو لاجواب کر دیں تو فوراً کہے گا کہ تو شیعہ ہے نا؟ آفس میں، کالج میں، اسکول میں، یہ ہی ہوتا ہے نا۔ اگر جواب دے دیں تو ہم نہیں کہتے بلکہ مخالفت چلا اٹھتا ہے کہ یہ شیعہ ہے۔ یہ بھی جیت ہے ہماری۔ تو وہاں بھی یہ ہی ہوا۔ فوراً کہتا ہے کہ تو ہشام تو نہیں ہے؟ نام سن رکھا تھا کہ چھٹے امام کے پاس، فرزندِ رسولؐ کے پاس ایک پاگل ہے۔ جو سب کو پاگل بنا دیتا ہے۔ کہا کہ تم نے صحیح پہچانا۔ میں صادقِ آل محمدؐ کا ادنیٰ سا شاگرد ہوں ہشام ابن حکم۔ اب سب کے سامنے رسوا ہو ہو

چکا تھا لہٰذا جھینپ مٹانے کے لیے بلایا، اپنے پاس بٹھایا۔ کہا کہ میں مان گیا کہ تو قابل ہے اب ذرا لوگوں کے سامنے کچھ درس دے دے۔ جھینپ مٹانے کے لیے درس کروایا۔ تو یہ ہے امامت کا لوہا منوانا۔ یہ ہے واقعہ۔

امام نے سارے شاگردوں کو بٹھا کر، جو منتشر تھے ان کو بلا کر کہا کہ ہشام بتاؤ کہ بصرے میں کیا ہوا۔ پھر ہشام نے یہ واقعہ بتایا۔ تو امام نے مسکرا کے کہا۔ دیکھا اس لیے میں نے ہشام کو بھیجا تھا کہ یہ اپنے مخالف کو اس طرح سے باندھ لیتا ہے کہ وہ پھڑ پھڑانے لگتا ہے، نکلنے کا راستہ نہیں دیتا۔ دلیل ایسی بتاؤ، راستہ ہی ایسا اختیار کرو کہ وہ نکل نہ سکے۔ نہ کسی کی برائی کی، نہ کسی کو برا کہا، نہ کسی کو گالی دی، نہ کسی کو دوش دیا۔ فقط اپنا موقف، اپنا استدلال پیش کیا، اپنی دلیل پیش کر دی، مخالف کے سامنے کوئی راستہ نہ بچا۔ پھر امام کہتے ہیں کہ یہ بتا یہ سب تو نے سیکھا کہاں سے؟ میں نے تو یہ جملہ نہیں بتایا تھا۔ تیری زبان سے یہ سب جاری کہاں سے ہوا؟ کہا اے فرزند رسولؐ پہلی بات تو یہ کہ اللہ نے یہ سب میری زبان پہ جاری کیا اور اس کے بعد آپؑ کی غلامی کا اور آپؑ کی شاگردی کے صدقے سے عطا ہوا۔

تو اب بات سمجھ میں آئی کہ جب امام کا شاگرد جو غیر معصوم ہے امام سے کچھ درس سیکھے اور ہر میدان میں دوسروں کو شکست دیتا چلا جائے۔ اور اب آپ کی سمجھ میں آیا کہ مولائے کائناتؑ کیوں کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ مجھے علم کا ایک باب سکھاتے تھے اور میں ہزار باب کھول لیا کرتا تھا۔ تو یہ تو شاگردوں کی استطاعت پر ہے کہ کتنا سیکھتے ہیں۔ استاد نے تھوڑا سا اشارہ کیا شاگرد پورے مسئلے کو سمجھ لیتا ہے۔ تو بتایا کہ سرچشمہ صحیح ہو۔ ماخذ صحیح ہو۔ تو پھر ہر قدم پر ہدایت ہی ہدایت ہے۔ پردۂ غیب میں بھی چلا جائے، تو پھر بھی اپنے غلاموں کی بھی حفاظت کرتا ہے اور مخالفین کے سامنے انہیں زیر بھی نہیں ہونے دیتا۔ مگر شرط یہی ہے کہ ماخذ صحیح ہو، سرچشمہ صحیح ہو۔ غرور نہ ہو، تکبر نہ ہو، جاہلیت نہ ہو۔ اگر پڑھے لکھے بغیر یہ سوچے کہ میں تو عالم ہوں تو پھر نتیجہ کیا

ہوگا؟ معصومینؑ نے تو کہا ہے۔ پہلے پڑھو۔ پہلے علم حاصل کرو۔ پھر میدان میں جاؤ۔ پڑھے لکھے بغیر آ جاؤ گے میدان میں، تو اپنی بھی ذلت کرواؤ گے اور ملت کی بھی رسوائی کا سامان کرو گے۔ کبھی کبھی ملت کو بھی شرمندہ ہو جانا پڑتا ہے۔ علم تو پہلی شرط ہے نا؟ جب علم حاصل کرو گے ہی نہیں، بات آگے کیسے چلے گی؟ جب علم حاصل کرو گے تو مجال نہیں کہ کہیں زیر ہو جاؤ کیوں کہ وقت کا امام ہے نا پیچھے بیٹھا ہوا، وہ مدد کرتا رہتا ہے۔ اب بات کو مختصر کرتے ہیں آگے کے لیے۔ یہ دوسری آیت سورہ انبیاء کی ایک سو پانچویں آیت ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○

ترجمہ: اور ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے۔

ہم نے زبور میں یعنی قرآن میں نہیں۔ کل تو ہم نے قرآن کا وعدہ نقل کیا تھا نا۔ قرآن کا وعدہ ہے کہ ضرور اپنا نائب بنائیں گے اور روئے زمین پر جیسا کہ پہلے والوں کو بنایا تھا اور ان کے خوف کو امن سے بھی بدل دیں گے۔ اس دین سے جو ان کے لیے پسند کیا ہے۔ اس پر قدرت بھی دے دیں گے اور جو اس کا انکار کریں گے وہ ہی بدکار ہیں وہ ہی فاسد ہیں، ابھی کہا کہ یہ صرف اس قرآن میں وعدہ نہیں ہے بلکہ ہم نے زبور میں بھی اس وعدے کو نقل کیا ہے۔ اس ذکر کے بعد یعنی تذکرے کے بعد، نصیحت کے بعد، ہم نے کیا ذکر کیا ہے۔

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○

بے شک اس زمین پر ہم اپنے بہترین اور صالح بندوں کو اپنا وارث قرار دیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ وارث قرار دیں گے۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ○ (قصص۔ ۵،۶)

ہم نے ارادہ کرلیا کہ روئے زمین پر جنہیں کمزور کیا گیا۔انہیں ہی امام بنائیں گے۔ انہیں ہی پیشوا بنائیں گے۔ انہیں ہی اپنا وارث قرار دیں گے اور انہیں ہی روئے زمین پر قدرت دیں گے، طاقت دیں گے۔

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَ هُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْ ايَحْذَرُوْنَ٥

اور اس وقت کی جو طاقتیں تھیں چاہے سرمایہ دار کی صورت میں ہوں، چاہے طاغوت کی صورت میں ہوں، اُن دونوں کو، اُن دونوں کے لشکروں کو دکھا دیں گے۔جس سے یہ ڈرتے تھے۔ جس سے یہ خوف کھاتے تھے۔ہم نے ارادہ کرلیا ہے۔انہیں وہ ضرور دکھا دیں گے۔فرعون اور ہامان کس سے ڈرتے تھے؟ علامت ہے۔علامت ہر دور کے لیے علامت ہے اور اس وقت نام تھے اب علامات ہیں۔کس سے ڈرتے تھے؟ موسیٰ کا ذکر کیوں ہے بنی اسرائیل کی زبان پر؟ ہر وقت بنی اسرائیل موسیٰ کا انتظار کیوں کرتے ہیں؟ کیوں کہ انہیں یقین ہے یہ انتظار انہیں ہر ظلم سہنے کی طاقت عطا کرتا ہے۔انہیں شجاعت دیتا ہے۔انہیں بہادری دیتا ہے۔انہیں ظلم کے مقابلے میں کھڑا رکھتا ہے لہٰذا اس انتظار کے عقیدے کو ختم کروانے کے انتظامات کردو کہ تصور ہی ختم ہو جائے کہ کوئی موسیٰ آئے گا۔قرآن نے جواب دیا کہ ہم نے بھی ارادہ کرلیا ہے کہ جنہیں تم کمزور کررہے ہو، جن پر ظلم کررہے ہو، جن پر تم مظالم ڈھا رہے ہو، انہیں ہی پیشوا بنائیں گے۔انہیں ہی وارث بنائیں گے۔ انہیں ہی طاقت دیں گے۔قدرت دیں گے اور جس قوت کو تم دیکھنے سے ڈرتے تھے جس کا راستہ روکنے کے لیے تم ساری قوت استعمال کرتے تھے، استعمال کرلو، تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔تمہارے گھر میں ہی وہ قوت پل کر جوان ہو جائے گی۔ یہ تھی تاریخ، خلاصہ کردیا چند جملوں میں، کسی کو کوئی شک ہے؟ کسی کو کوئی شبہ ہے؟ یہ ہی قرآن ہے۔یہ قصص انبیاء کی روایت ہے، یہ ہی تاریخ ہے اور جو میں نے بات کی ہے وہ مشترکہ اثاثہ ہے پوری انسانیت کا۔نہ یہودی اس کا انکار کرے گا نہ عیسائی

اس کا انکار کرے گا۔ نہ ہندو اس کا انکار کرے گا۔ تو یہ یہی ملے گا آپ کو واقعہ۔ نام بدل جائیں۔ واقعہ ملے گا کہ ہاں، ایسا ہوا، انتظار کرتے رہو۔ فرعون نے چاہا کہ راستہ روک لے، روک سکا؟ نہیں روک سکا۔

عصر حاضر کی صورت حال کیا ہے؟ یہ ہی موضوع ہے نا؟ پہلے عقیدے کی بات کی تھی۔ اب عقل کی کسوٹی پر پرکھ لیجئے۔ حالات اور تاریخ کی کسوٹی پر پرکھ لیجئے۔ عصر حاضر کی صورت حال کیا ہے؟ وقت کے فرعون و ہامان راستہ روکنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ انہیں جہاں بھی خوف ہوتا ہے کہ یہاں سے آمد کا امکان ہے، یہاں روکو۔ یہ بہت بولتے ہیں، انہیں روکو۔ یہ بہت آگے بڑھتے ہیں انہیں روکو۔ یہ بہت لڑتے ہیں انہیں روکو۔ یہ یہی ہو رہا ہے۔ جہاں جہاں سے خطرہ ہے، وہاں وہاں سے روکتے جا رہے ہیں۔ ارے یہ تو ادنیٰ سے غلام ہیں، یہ تو ادنیٰ سے سپاہی ہیں، جن کو کچلنے کے لئے سامراجی ایجنٹ پوری قوت صرف کر رہے ہیں۔ جعلی مہدی بنا رہے ہیں کہ اسی طرح عقیدے کو مسخ کر دیا جائے۔ جعلی حدیث بناؤ اور کہو کہ اصلی حدیث ہے، روایت ہے نا کہ ساٹھ کے قریب جھوٹے مہدی ہونے کے دعوے دار ہوں گے۔ کیوں؟ تا کہ بہکایا جائے آپ کو۔ کبھی اس کے پیچھے جائیں کبھی اس کے پیچھے جائیں ہمارے یہاں بھی ایک جعلی آیا تھا پتہ نہیں کہاں گیا؟ وہ ایک ہی وقت میں سب کچھ تھا۔ آیت اللہ بھی تھا، پروفیسر بھی تھا، ڈاکٹر بھی تھا، ایڈووکیٹ بھی تھا۔ پتہ نہیں سب کچھ تھا لیکن اس سے بھول ہوگئی اور وہ یہ کہ وہ بھول گیا کہ ہر جگہ دھوکہ دے سکتا ہوں امام زمانہؑ کے نام پر بہکا نہیں سکتا اور یہ خود امام نے اس سے غلطی کروائی کہ وہ اپنے آپ کو نجات دہندہ کہنے لگا۔ اُس کے بعد سے ایسی مار پڑی امام کی کہ غائب ہو گیا۔ اب بائی پوسٹ کتابیں بھیجا کرتا ہے۔ سب کو فری میں بانٹا کرتا ہے۔ اب جو بھکنے والے ہیں، وہ بہک جائیں لیکن جن کا ایمان پختہ ہے۔ امام جعفر صادقؑ کی حدیث ہے کہ جھوٹے دعویدار بھی آئیں گے۔ دو غیبتیں ہیں اور ایک غیبت تو اتنی طولانی ہو جائے گی کہ لوگ

کہیں گے کہ بس اب لا پتہ ہو گئے۔ لوگوں کے یقین ڈانواں ڈول ہونے لگیں گے۔ اس طولانی غیبت سے یقین اٹھ جائے گا کہ ہے ہی نہیں۔ اتنی طولانی ہو جائے گی غیبت کہ لوگ کہیں گے کہ نام ونشان کہاں سے لائیں؟ کہاں سے ڈھونڈ کے لائیں؟ بات تو خیر حقیقت ہے کہ معلوم تو کسی کو نہیں آپ کا قیام کہاں ہے؟۔

یہ بھی حدیث کا ایک حصہ ہے۔ دوسری حدیث کا کہ جس نے ظہور کی تاریخ کو معین کیا وہ جھوٹا ہے، فاسق ہے کفر کی حد تک پہنچ گیا۔ جس نے جگہ کو معین کیا وہ بھی کاذب ہے۔ بے نشانی ہی میں تو اس کا نشان ہے اور ایک فارسی شاعر کے دو شعر مجھے یاد آرہے ہیں۔ شاعر کا نام مجھے اس وقت نہیں یاد کہ اس نے امام کی جدائی میں، امام کے فراق میں ہمارے آپ کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ کہتا ہے

گفتم کہ روئے ماہت .از ماچرا نہان است
گفتا تو خود حجابی ورنہ رخم عیان است
گفتم کہ از کی پرسم جاناں نشان کویت
گفتا کہ از چہ پرسی آن کوئے بے نشان است

میں نے اُس سے پوچھا کیوں اپنے چاند جیسے چہرے کو چھپایا ہوا ہے؟ میں نے اُس سے پوچھا کہ اے میرے ماہ رخ کیوں پوشیدہ ہو گیا ہے میری نگاہوں سے؟ اس نے مجھے جواب دیا کہ تو خود غفلت کے پردوں میں ہے میں تو ظاہر ہوں، میں تو تیرے سامنے ہوں۔ یعنی ہماری طرف پلٹا دیا کہ تمہارے اعمال تو خود حجاب میں ہیں۔ تو خود پردے میں ہے تو غفلت میں ہے ورنہ میرا چہرہ تو ظاہر ہے۔ میں تو سامنے ہوں، تیرے تو خود دیکھ نہیں پا رہا اور پھر میں نے پوچھا اے میرے دل کے چین تیرا نام ونشان کہاں ہے؟

اور میں نے اس سے پوچھا کہ میں تجھے کہاں ڈھونڈوں؟

کس سے پوچھوں؟

اے میرے روح رواں میں تجھے کہاں ڈھونڈوں تجھے کہاں تلاش کروں؟

اس نے مجھے جواب دیا کس سے پوچھے گا؟ اس نے مجھے جواب دیا کہ تو کس سے پوچھ سکتا ہے؟ تو کہاں مجھے ڈھونڈ سکتا ہے؟ اگر کوئی نشانی ہو تو تجھے بتاؤں۔ کوئی پتہ ہو تو تجھے بتاؤں۔ اس بے نشانی ہی میں تو اس کا وجود ہے۔ پروردگار پردہ غیب میں لے گیا۔ تو اسی لیے لے گیا کہ اگر کوئی ایک نشانی ہوتی کوئی ایک پتہ ہوتا، کوئی ایک جگہ ہوتی، اگر کسی ایک جگہ نہ ہوتا، تو دوسری جگہ کے لوگ محروم ہوتے۔ اسی لیئے اُس لامکان نے یہ صفت بھی دے کر بھیجا، جب غیبت میں بھیجا تو یہ صفت بھی دی کہ تم جہاں پکارو گے، وہیں تمہارا امام جواب دے گا۔

کہاں ہے نشان؟ کس کا پتہ پوچھ رہا ہے؟ میں ہر جگہ ہوں۔ جہاں تو پکارے گا، میں ہوں۔ اپنی غفلت کے پردے ہٹادے، میں ہوں۔ یہ ہے غیبت کا راز۔ ایک پہلی غیبت ہے اور ایک آخری غیبت ہے۔

عصر حاضر کیا کہہ رہا ہے۔ اب یہاں سے کل بات کروں گا۔ یہیں سے بات کل شروع کروں گا۔

جہاں پر آپ کو لانا چاہ رہا ہوں کہ عصر حاضر کیا کہتا ہے۔ وقت کے فرعون بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ یہاں سے راستہ بند کرو۔ وہاں سے راستہ بند کرو۔ اِس زبان کو بند کرو۔ اُس زبان کو بند کرو۔ روکو۔ راستے روکتے چلے جاؤ۔ زندانوں میں ڈالتے چلے جاؤ۔ لاپتہ کردو۔ کل بھی میں نے ذکر کیا۔ میں تو ذکر کروں گا۔ میں اپنے بچوں کا ذکر نہیں کروں گا تو میرا ضمیر ملامت کرتا رہے گا۔ لاپتہ کردو۔ بیسوں، درجنوں، سینکڑوں بچے ہماری قوم کے بھی، دوسروں کے بھی، پاکستان کے بچے پاکستان میں لاپتہ ہو گئے کچھ نہیں پتہ چل رہا ان کا۔ دیکھئے کب غیرت جاگتی ہے سب لوگوں کی؟ اب عصر حاضر کے فرعون سامان کیا کر رہے ہیں۔ بڑھتے چلے جا رہے ہیں نا؟ انصاف

سے بتائیے کہ آپ کا دل کبھی کبھی سوچتا ہے کہ مولا کب تک۔ اے اللہ کب تک۔ ہے کوئی اس کو روکنے والا۔ کوئی ہے اس کے آگے بند باندھنے والا۔ اب کیسے روکیں گے۔ کبھی کبھی تو مایوسی سی ہونے لگتی ہے۔ کیا کہوں۔ ہر طرف مظالم، ہر طرف ستم، ہر طرف بکاؤ مال، ہر طرف دین فروش، ہر طرف ضمیر فروش، آخر کہاں جائیں؟

بس عزیزو! یاد رکھو کہ تخریب کے سینے سے تعمیر نکلتی ہے۔ انقلاب کہاں آتے ہیں؟ پوری دنیا کی تاریخ اٹھا کر پڑھ لیجئے۔ انقلاب ہمیشہ وہاں آتے ہیں جہاں حالات بد سے بدترین ہو جاتے ہیں۔ تو مثبت پہلو کیا ہے دنیا کے حالات کا؟ کہ فرعون اور ہامان وقت بڑھتے چلے آرہے ہیں، کوئی ان کے آگے بند باندھنے والا نہیں۔ تو اب سمجھ لو، اب سمجھ لو کہ اللہ کا وعدہ پورا ہونے کا وقت نزدیک آرہا ہے۔ انتظار، یہ قوت دیتا ہے۔ انتظار، یہ حوصلہ دیتا ہے۔ انتظار ثابت قدم رہنے کی دعوت دیتا ہے کہ ثابت قدم رہنا، اللہ کے وعدے پر یقین رکھنا، جب فرعونی طاقتیں سر اٹھائیں گی تو پردہ غیب میں اللہ نے ایک موسیٰ کو رکھا ہوگا۔ ''سر اٹھایا ہے یزیدیت نے یہ جانے بغیر''۔ ہر دور میں ایک نہ ایک موجود ہے ناشبیرؑ کا غلام یہ اطمینان کا باعث ہے۔ دنیا کا نقشہ بتا رہا ہے، سیاسی حالات بتا رہے ہیں۔ مذہبی حالات بتا رہے ہیں کہ میرے آپ کے بس کی بات نہیں ہے بند باندھنا لیکن کیا گھر بیٹھ جاؤں؟ چھٹے امام کی اسی حدیث کو مصائب کے تسلسل میں پیش کرنا چاہتا ہوں، لازم ہے کہ ہمارا قائم جب قیام کرے گا، جب ظہور کرے گا۔ اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کرو۔ آمادہ کرو۔ جتنی بھی استطاعت ہے۔ رکھ دو امام کی نصرت کے لیے۔ چاہے ڈنڈا ہو کہ جب امام پکارے مجھے تو اس کی مدد کے لیے نکلنا ہے امام نے فرمایا کہ یہ تمہارا وظیفہ ہے یعنی حوصلہ دے رہے ہیں۔ امام نے ہر زمانے میں حوصلہ دیا کہ سب تیاری کرتے رہو۔ وسائل مہیا کرتے رہو تا کہ مایوسی تمہارے قریب بھی نہ آئے۔ تمہارا امام دیکھ رہا ہے۔ تمہارے پاس موجود ہے۔ تمہارا امتحان لے رہا ہے۔ حوصلوں کا، اس لیے امتحان لے رہا ہے کہ کب موقع ملے کب اذن ظہور ملے؟ کب اس کا لشکر تیار ہو کر اس کے پیچھے

چل پڑے؟ اس لیے سارے امتحان لیے جا رہے ہیں۔ واقعہ کربلا ہو چکا ہے۔

واقعہ کربلا ہو چکا ہے نا۔ چودہ سو سال پہلے۔ ساڑھے تیرا سو سال پہلے۔ سن اکسٹھ ہجری میں واقعہ کربلا ہو چکا اس کے بعد ہر امام خاموش تو نہیں بیٹھا رہا۔ ہر زمانے کے حساب سے شاگردوں کو تیار کرتا رہا۔ غیبت کا زمانہ آ گیا۔ کیوں زمانہ آ گیا؟ اس لیے کہ میدان میں کھڑے ہو کر نصرت کرنے والے نہیں تھے۔ یہ حقیقت درج ہے تاریخ میں امام پردہ غیبت میں چلے گئے کب آئیں گے؟ جب نصرت کرنے والے اتنی تعداد میں ہو جائیں کہ جب وہ اعلان کرے۔ تو بھاگنے والے نہ ہوں۔ جیسے حسینؑ نے اس امتحان کو گذارا۔ دھوکہ دے کر نہیں اجازت دے کر۔ ہم سب کہتے ہیں تعجیل فرما، تعجیل فرما۔ ایسے تھوڑی سب کو لے جائے گا امامؑ۔ بہت معذرت کے ساتھ۔ میں خود اپنے آپ کو کہہ رہا ہوں۔ مجھ جیسوں کو نہیں۔ جیسے حسینؑ نے امتحان میں ڈال دیا تھا سب کو۔ یہ کہہ کر امتحان میں ڈال دیا تھا سب کو کہ دیکھو قتل گاہ کی طرف جا رہا ہوں شہید کر دیا جاؤں گا، جو میرے ساتھ ہو گا وہ بھی شہید کر دیا جائے گا۔ بیوی بچے ہوئے تو اسیر بنا دیئے جائیں گے لہٰذا سوچ لو تو لوگوں نے سوچا معاملہ تو بڑا گھمبیر ہے لہٰذا چھوڑتے گئے، ساتھ چھوڑتے گئے، ساتھ چھوڑتے گئے، کتنے بچ گئے؟ کل ۷۲۔ تب حسینؑ نے کہا۔ دیکھو یہ ہوتے ہیں نصرت کرنے والے۔

خیر اب جناب حبیبؓ پر کل پڑھوں گا، آج تو دو محرم ہے۔ آج حسینؑ کو بتانا ہے کہ میرے چاہنے والے کیسے ہیں اور جان و مال بچانے کی خاطر یا مقصد کی خاطر یا حکومت کے لالچ میں یا مال دولت کے لالچ میں آنے والے کتنے تھے؟ یا محض جذباتی کتنے تھے؟ آ گئے شور مچاتے ہوئے کہ چلو نواسہؐ رسول کا ساتھ دیں گے۔ آج دو محرم ہے حسینؑ کا قافلہ کربلا پہنچ گیا۔ جانتے ہیں حسینؑ کہ یہی کربلا ہے ابن زیاد کی طرف سے حکم دیا گیا، حرؑ کو خط لکھ دیا گیا کہ جہاں ہو وہیں پر رک جاؤ۔ حسینؑ کو بھی روک لو۔ یہ سب باتیں آج کی تاریخ میں جمع ہوئیں۔ محرم کی دو تاریخ میں حسینؑ کی

سواری روک لی گئی۔ کربلا پہنچے۔ جو مصائب کی مشہور روایت ہے وہ ہی پڑھوں گا، حسینؑ کی سواری رک گئی۔ تبدیل کیا مگر گھوڑا نہیں بڑھا۔ پھر تبدیل کیا گیا۔ گھوڑا آگے نہیں بڑھا۔ پھر تبدیل کیا۔ پھر تبدیل کیا۔ سات سواریاں تبدیل کیں مگر ہر سواری کے پیروں کو جیسے زمین نے جکڑ لیا ہو، جانتے ہیں امام۔ لیکن آپ بھی جانتے ہیں کہ امام ہو یا پیغمبر جو ظاہری صورت حال ہو اسی کے حساب سے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ امام نے پوچھا کہ قریب کوئی قبیلہ آباد ہے؟ بتایا گیا کہ بنی اسد ہے۔ فرمایا انہیں بلاؤ۔ بنی اسد کے لوگ آئے۔ حسینؑ نے پوچھا۔ اس جگہ کا کیا نام ہے؟ کہا ماریہ اور کیا نام ہیں؟ کہا نینوا۔ اور کوئی نام؟ نہ معلوم کیا کیا بتاتے چلے گئے۔ ایسا لگتا ہے جیسے بنی اسد کے لوگ اصل نام کو چھپا رہے ہیں۔ بتا نہیں رہے اصلی نام۔ چلے جایئے یہاں سے۔ اچھا اور کوئی نام۔ کسی نے دھیمے لفظوں میں کہا۔ فرزند رسولؐ اس کا ایک نام کربلا بھی ہے لیکن دیکھئے اگر آپ کا یہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہے، قیام کرنے کا ارادہ ہے تو آپ یہاں مت ٹھہریے گا۔ یہاں قیام نہ کیجئے گا۔ کیوں کہ ہم سنتے چلے آرہے ہیں کہ کوئی نبی یا نبی زادہ اس زمین سے خوش نہیں گزرا ہے۔ مصیبتوں سے ہی گزرا ہے۔ یہ روایت ہے، معروف روایت ہے۔ بس حسینؑ نے جیسے ہی کربلا کا نام سنا اترے اور زبان پر کلمہ جاری کیا۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اور حکم دیا اپنے جان نثاروں کو کہ گھوڑوں کے زین کھول دیئے جائیں، ناقے بیٹھا دیئے جائیں، خیمے لگا دیئے جائیں، پالان اتار دیئے جائیں، یہی وہ جگہ ہے جس کا حسینؑ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یہیں ہمارے خیمے نصب ہوں گے اور یہیں ہم قتل کیے جائیں گے اور یہیں سے قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ جیسے ہی ثانی زہرا کو خبر ملی کہ حسینؑ نے قیام کا ارادہ کرلیا ہے۔ فوراً فضّہ کو دوڑایا کہ فضّہ جا۔ ماں جائے کو تو بلا کر لا۔ فضّہ گئیں بلا کر لائیں ماں جائے کو۔ فرماتی ہیں بھائی یہ کس جگہ ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا؟ مصائب کے باب میں واقعات وہی ہیں۔ صرف الفاظ میرے ہو جاتے

ہیں۔نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے۔بھائی یہ کس جگہ ٹھہرنے کا قصد کرلیا؟ بھائی جتنی جلدی ہو سکے کوچ کا سامان کرو۔کوچ کا حکم دو۔جب سے میں یہاں آئی ہوں مجھے اس مٹی سے تمہارے خون کی بوآرہی ہے۔میرے دل کو قرار نہیں،بے چین ہے دل لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے کوچ کرو یہاں سے چل دو۔اے میری بہن! یہی زمین تو ہے جس کا حسینؑ سے وعدہ لیا گیا تھا۔اپنے آپ کو تیار کرلو۔اس زمین پر ہمارے بہترین فرزند قتل کردیئے جائیں گے۔زینبؑ،اپنے آپ کو تیار کرلو۔ یہی تو وہ زمین ہے جس کا میں نے بھی وعدہ کیا ہے اور تم نے بھی وعدہ کیا ہے۔یہ وعدہ گاہ ہے ہماری، ہم یہاں سے کہیں نہیں جائیں گے۔بہن کو تسلی دے کر آئے۔

بلایا بنی اسد کے لوگوں کو۔کہا سب آجاؤ،عورتوں اور بچوں سب کو لے آؤ۔خوش ہیں کہ فرزند رسولؐ ہمارے درمیان ہیں لیکن افسردہ اس بات پر ہیں کہ مولا یہاں ٹھہریے مت، چلے جایئے۔یہ مصیبت کی جگہ ہے۔کرب و بلا کی لوگوں نے تشریح کی ہے کرب اور بلا کا نام ہے۔ دونوں عربی کے الفاظ ہیں۔کرب اور بلا؟ امام نے فرمایا کہ نہیں مجھے یہیں ٹھہرنا ہے۔جیسے سمجھانا چاہ رہے ہیں حسینؑ لیکن میں نہیں چاہتا کہ کسی دوسرے کی زمین میں جنگ ہو۔کوئی یہ نہ کہے کہ حسینؑ نے دوسرے کی زمین میں لڑائی کی۔میں زمین تم سے خریدنا چاہتا ہوں۔کہا مولا ہم آپ کو ویسے ہی دے دیں گے۔کہا ویسے نہیں۔اس زمین کی جو قیمت ہے آج کی وہ دوں گا۔کیا قیمت ہے؟ اس زمین کو خریدا ۶۰ ہزار درہم یا دینار میں۔اب یہ زمین میری ہے نا؟ میں تمہیں ھبہ کرتا ہوں لیکن تین شرطوں کے ساتھ۔تم میری باتیں ماننا۔مولا آپ حکم فرمائیں مردوں کو بلایا۔کہا دیکھو کچھ ہی روز کے بعد ہم یہاں قتل کردیئے جائیں گے اور یہ ہمارے قاتل اپنے کشتے دفنائیں گے اور ہمارے لاشے بے گوروکفن چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ہماری لاشوں کو دفنا دینا۔اقرار لیا اور کہا۔دوسری بات یہ کہ دیکھو زمین میری ہے میں نے خریدی ہے اس زمین پر کبھی کھیتی باڑی نہ کرنا۔مولا نہیں کریں گے۔کیوں نہیں کرنا،مولا جانتے ہیں کہ اگر کھیتی باڑی ہوگی میرے زائرین

آئیں گے سبزہ بھی پامال ہوگا۔ کتنا خیال ہے مولاؑ کو۔ کوئی یہ نہ کہے کہ زائرین آتے ہیں۔ سرسبز شاداب کھیتوں کو پامال کر کے چلے جاتے ہیں۔ کہا میری زمین ہے اس پر زراعت نہ کرنا۔ مولاؑ قبول ہے، منظور ہے، ہم نے مان لیا۔

کہا تیسری وصیت یہ ہے کہ ہمارے زائر آئیں گے، ہمارے چاہنے والے دور دور سے، دنیا کے کونوں سے، ہماری زیارت کے لیے آئیں گے، انہیں تین دن تک مہمان رکھنا۔ ہماری جانیں قربان، ہمارے ماں باپ قربان، ہمارے بچے قربان، حسینؑ تیری محبت پر جو تجھے ہم سے ہے۔ ہم کیا محبت کریں گے حسینؑ سے جو حسینؑ نے ہم سے محبت کی۔ ہمارے چاہنے والے آئیں گے تین دن تک مہمان رکھنا۔ بڑی دور دور سے آئیں گے دنیا کے کونے کونے سے۔ مولا قبول۔ پھر پہلی وصیت کی طرف آئے۔ امامؑ کہتے ہیں دیکھو بھول نہ جانا۔ ایسا نہ ہو کہ ظالم کے خوف سے ہمارے لاشے نہ دفناؤ۔ مولاؑ دفنائیں گے۔ تسلی نہیں ہوئی حسینؑ کی، اپنی عورتوں کو بلاؤ، خواتین سامنے آئیں۔ سر جھکائے کھڑی ہیں۔ کہا دیکھو اگر تمہارے مرد خوف زدہ ہو جائیں، ڈر جائیں۔ فوج اشقیاء کے خوف سے آگے نہ آئیں تو تم سروں پر چادریں ڈال کر آنا۔ اور ہمارے لاشوں کو دفنا دینا۔ عورتوں سے عہد لے لیا۔ پھر بھی تسلی نہیں ہوئی امام کی، بچوں کو بلایا۔ کہا آؤ بچو۔ یہ چھوٹے چھوٹے بچے اثاثہ ہیں۔ ہماری مجلسوں کا حاصل ہیں، ہمارا Capital ہیں، ہمارا سرمایہ ہیں۔ ان بچوں تک یہ امانت منتقل کر رہا ہوں۔ بچوں کو بلایا۔ پاس بٹھایا۔ آگے بلایا پیچھے نہیں، سامنے بلایا اور کہا آؤ بچو۔ اور بچوں کی سطح پر آ کر حسینؑ نے بات کی۔ دیکھو بچو! اگر تمہارے ماں باپ ڈر جائیں اور یزیدی فوج کے خوف سے نہ آئیں، تم تو بچے ہو، کھیلتے کھیلتے آ جانا اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے مٹی اٹھانا اور ہمارے جسموں کو چھپا دینا۔ ہماری لاشوں کو چھپا دینا۔ عورتوں نے عہد کیا۔ بچوں نے عہد کیا۔ ماؤں نے عہد کیا۔ جیسے حسینؑ نے فرمایا تھا، ویسے ہی واقعہ کرب و بلا ہوا۔

حسینؑ غریب کا لاشہ رہ گیا بے گور کفن، دو تین دن گذر گئے۔ سپاہ یزید چلی گئی۔ مردوں

نے اتنا بڑا واقعہ دیکھا۔ ایسا سانحہ دیکھا ہے اندوہناک کہ خوف سے گھروں سے نکلتے ہی نہیں ہیں۔ باہر عورتیں جمع ہوئیں دو چار نے آپس میں بات کی، اب تو لشکر چلا گیا۔ فوج چلی گئی ارے اپنا وعدہ تو پورا کرو۔ لاش تو دفنادو حسینؑ کی۔ آئیں، اپنے مردوں کے پاس۔ تم نے رسولؐ کے بیٹے سے وعدہ کیا ہے۔ فرزندِ رسولؐ سے وعدہ کیا تھا۔ اس کا لاشہ پڑا ہے۔ مردوں نے کہا خبردار کوئی بات منہ سے نہ نکالنا۔ تم نے ابھی دیکھا نہیں کہ کیا ہوا؟ کیا چاہتی ہو بیوہ بنادی جاؤ۔ تمہارے بچے یتیم کر دیئے جائیں۔ بیٹھ جاؤ گھروں میں۔ جب عورتوں نے دیکھا کہ مردوں نے ہمت ہار دی ہے۔ مرد ہمت چھوڑ بیٹھے ہیں تو بچوں کو بلایا اور کہا تم نے بھی تو وعدہ کیا تھا حسینؑ سے۔ ہمارا ساتھ دو۔ ہمارے ساتھ چلو۔ حسینؑ غریب کا لاشہ دفنانے۔ آؤ حسینؑ کا لاشہ دفنائیں۔ بس بچوں نے ماؤں کا یہ حکم سنا۔ آگے آگے مائیں سروں پر چادریں ڈال کر۔ پیچھے پیچھے بچے۔ اب جو مردوں نے دیکھا کہ ہماری عورتیں اور بچے جارہے ہیں کہتے ہیں کہ غضب ہوگیا۔ اب تو دونوں طرف موت ہے پہلے تو ہمیں یہ خوف تھا کہ ہم لاشے دفنائیں گے تو کہیں ابن زیاد کے سپاہی آکر نہ ماردیں لیکن اس سے بڑی موت یہ ہوگی کہ ہمارے سامنے ہماری عورتیں اور بچے لاشے دفنائیں میدان میں جا کر۔ غضب ہوگیا۔ دوڑے اپنے گھروں سے کدال، بیلچے، پھاوڑے لے کر۔ پکڑا اپنی اپنی عورتوں کو شانوں سے چلو واپس۔ ہماری غیرت کو یہ گوارہ نہیں کہ ہمارے ہوتے ہوئے ہماری عورتیں میدان میں جائیں۔ لاشے دفنائیں۔ ہائے میرا بیمار امام سید سجادؑ، ہائے زینبؑ کی بے کسی، ہائے سکینہؑ کے بابا کی بے چارگی۔

جانتے ہیں نا، ۳۵ سال تک یہ منظر نہیں دیکھا بعث پارٹی اور صدام ملعون کے دور اقتدار ہیں۔ جب حبس ٹوٹا اور صدام ملعون کی حکومت کا زوال ہوا تو عزاداری دوبارہ اپنی پرانی شکل میں کسی قدر بحال ہوئی تو وہ ہی منظر دوبارہ نظر آیا کہ بنی اسد کے لوگ مرد آگے آگے پیچھے پیچھے عورتیں سب سے پیچھے بچے۔ اب بھی کربلا میں یہ ہی ہے۔ کتنی ہی قتل وغارت گری ہوجائے

کتنے ہی مومن شہید کر دیئے جائیں، کربلا کا ڈوبتا ہوا سورج یہ نظارہ ضرور دیکھتا ہے کہ سورج کے غروب ہوتے ہوتے بازاروں میں ہل چل مچ جاتی ہے، ایک آواز گونجتی ہے لبیک یا حسینؑ، لبیک یا حسینؑ، اے حسینؑ، اے حسینؑ تو کہاں ہے؟ اے حسینؑ کے بیٹو! تم کہاں ہو؟ ہم تمہاری لاشوں کو دفنانے آئے ہیں؟ ہم تم سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنے جا رہے ہیں۔

الالعنة اللّٰہ علی القوم الظّٰا لمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالِمِینَ .اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ اَشْرَفِ الْاَنبِیآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ اَلْمَعْصُومِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ اَعْدآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْآنِ اِلیٰ قِیَامِ یومِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعدفَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تعالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْناً ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائے دار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے تو وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ نور۔۵۵)

عزیزانِ محترم! جہاں کل بات کو چھوڑا تھا وہیں سے لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ سورۃ قصص کی جو دو آیات ہیں، ان سے ہم نے استدلال کیا تھا۔ عصر حاضر کو ملایا تھا ظہور کی بات سے کہ ہر قوم انتظار کرتی رہی۔ یہی تاریخ ہے، انسان ان ادوار سے گزرتا جا رہا ہے۔ ظلم وستم کے بازار گرم ہوتے ہیں، پھر انسان انتظار کرتا ہے۔ بالآخر ظلم وستم کے بادل چھٹتے ہیں اور مدد کے لیے کوئی آتا ہے۔ آج بات جس رخ سے آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہ رہے ہیں، وہ اس انداز میں ہے کہ دیکھئے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی پیغمبر نے تنہا سارے امور کو انجام دے دیا ہو۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ (سورہ الاحزاب۔۶۲)

نہ تو سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تغیر ہوتا ہے۔ اگر نبی یا پیغمبر تنہا ہی سارے امور انجام دے لیتا جو کہ دے سکتا ہے۔ دے سکتا ہے نا؟ تو کیا نبی کی دعا خالی جا سکتی ہے؟ نہیں جا سکتی ہے۔ آپ کو اتنی دعائیں سکھائی ہیں معصومین نے، کتنی دعائیں ہیں؟ صحیفہ سجادیہ، صحیفہ کاملہ، وظائف الابرار اور تحفۃ العوام اس کے علاوہ سینکڑوں دعائیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں پہنچ جاتی ہیں دعائیں جو آپ کو سکھائی ہیں، اِس بلا کو ٹالنے کی دعا، اُس بلا کو ٹالنے کی دعا، مصیبت ٹالنے کی دعا، رزق کی دعا، اولاد کی دعا، رشتے کی دعا۔ ہیں کہ نہیں ہیں ساری دعائیں؟ حتیٰ کہ جسم کے ایک ایک عضو کے درد کی بھی دعائیں ہیں، آشوب چشم کی دعا ہے، آپ تفصیل دیکھ لیجیے۔ جتنی بھی دعا کی کتابیں ہیں، وظائف کی کتابیں ہیں۔ سب دعائیں موجود ہیں۔ آشوب چشم کی، کان میں درد کی، گلے میں درد کی، دعائیں دیتا ہے، ہاں کچھ لوگ ہیں جو جعلی تعویز گنڈے کرنے والے ہیں۔ لیکن اصل دعائیں بھی تو ہیں نا۔ انکار تو کوئی نہیں کر سکتا؟ دعا موجود ہے، ہر چیز کی دعا موجود ہے، پیٹ کے درد کی بھی دعا موجود ہے، ایک ایک چیز کی دعا موجود ہے۔ دشمن سے بچنے کی دعا موجود ہے، حرز سجاد، حرز جواد۔ ہیں کہ نہیں؟ یہ ساری چیزیں ہیں۔ نقش موجود ہیں۔ پتھر موجود ہیں عقیق ہے، فیروزہ ہے، زمرد ہے اور نہ معلوم کیا کیا ہے؟ ہر انسان کی قسمت کا ایک پتھر ہے۔ وہ بھی

اثر رکھتا ہے۔ پتھر بھی ہے کہ نہیں ہے؟ نقش ہیں۔ نو کا عدد ہے۔ نو کی انگوٹھی ہے اور پتہ نہیں کیا کیا ہے۔ مشتری ہے، زہرہ ہے، زحل ہے، مریخ ہے، ستارے ہیں۔ جنتریاں اٹھا کر پڑھ لیجئے۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کتنے قسم کے علوم ہیں۔ اعداد ہیں۔ علم جفر ہے۔ کتنی قسم کی چیزیں ہیں اور یہ بھی کم ہیں۔ علم نجوم ہے۔ کتنی ساری چیزیں ہیں؟

اس کے باوجود بتائیے دنیا پریشان ہے کہ نہیں ہے؟ کوئی ہے جو پریشان نہیں ہے؟ اگر بش ملعون سے بھی پوچھیں تو وہ بھی کہے گا کہ پریشان ہوں وہ بھی کہے گا کہ۔ مجھے بھی کوئی تعویذ دے دو۔ کوئی دنیا کا انسان بتادے کہ جو پریشان نہ ہو۔ حکومتیں ہیں تو پریشان، لوگ ہیں تو پریشان، سب چیزیں موجود ہیں نا؟ تو سب کے اس طرح سے کام ہو جاتے تو ایک ہی نبی کافی تھا۔ وہ دعا کرتا، سب ایمان لے آتے، مومن ہو جاتے، قصہ ختم۔ اور اگر کوئی جنگ کے لیے آتا تو نبی ہے۔ دعا کرتا وہ، لشکر ختم ہو جاتا۔ ایسا ہو جاتا نا؟ اب سوال آپ کے ذہنوں میں پیدا کرنا چاہ رہا ہوں۔ ایسا تو نہیں ہوا کہ تنہا پیغمبرؐ نے سارے امور انجام دیئے ہوں۔ لوگوں نے ساتھ نہیں دیا۔ دین بھی آگے نہیں بڑھا۔ جبھی تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے۔ لوگوں نے ساتھ نہیں دیا۔ نہ دین آگے بڑھا نہ کام آگے بڑھا۔ جہاں لوگوں نے ساتھ دیا، وہاں دین آگے بڑھ گیا۔ جہاں لوگوں نے لبیک کہا، وہاں دین کا سفر آگے بڑھ گیا۔ چند مومن رہ جاتے تھے پھر واپس پلٹ جاتے تھے سب کے سب، تھوڑے رہ جاتے تھے۔ پھر تقیہ شروع، پھر تقیہ میں چلے جاتے تھے۔ مسلم تو باقی ہیں مسلمان باقی ہیں لیکن تقیہ میں چلا جاتا تھا۔ جناب ابراہیمؑ کی دعا تھی۔

ہم دونوں کو مسلمان رکھنا۔ ہماری ذرّیت میں بھی اسلام کو باقی رکھنا۔ آپ دیکھئے کہ ذرّیت میں مسلمان ہیں۔ دعا ہے رسول کی ذرّیت میں تو تھے لیکن تقیہ میں رہے۔ دین کو چھپائے ہوئے تھے کیوں کہ لوگوں نے دین کی شکلیں ایسی بگاڑ دی تھیں، ایسی بنا دی تھیں تو کیا وہ دعا کرتے

اولیائے الٰہی، اوصیا الٰہی، پیغمبر، تو کیا دعا پوری نہیں ہوتی؟۔ لیکن نہیں۔ سنت الٰہی کیا ہے؟ سنت الٰہی یہ ہے کہ ایسی سنت میں پیدا کیا ہے کہ تمھیں آزاد چھوڑا، خود مختار پیدا کیا، ایک حد تک اختیار دیا۔ اچھائی اور برائی دونوں تمھارے سامنے لائی جائیں گی۔ حق کا پیغام بھی آئے گا۔ باطل کا پیغام بھی آئے گا۔ حق کے نمائندے بھی آئیں گے۔ باطل کے نمائندے بھی آئیں گے۔ اتنا اختیار ہم نے تم کو دے دیا کہ جس کا چاہنا اس کا ساتھ دے دینا، چاہے حق کا ساتھ دے دینا، چاہے باطل کا ساتھ دے دینا۔ ایک منزل تک لے جانا چاہ رہا ہوں۔ آپ کے لیے اتنا لمبا تمہیدی سوال بنا رہا ہوں۔ کیوں بنا رہا ہوں؟ اس کی وجہ بتانا چاہ رہا ہوں۔ تو ساتھ دیں۔ دونوں پیغام آئیں گے کسی نے جبر کیا؟ نہیں کیا، قرآن بھی جا بجا فرماتا ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ٥ (سورہ کافرون۔ ٦)

نہیں مانتے نہ مانو، تمھارا دین تمھارے ساتھ۔ ہمارا دین ہمارے ساتھ۔ کہیں ارشاد فرماتا ہے ربّ العزت

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ٥ (سورہ بقرہ ٢٥٦)

کوئی جبر ہے ہی نہیں، ماننا ہے مانو، نہیں ماننا ہے نہ مانو۔ ایسا ہی ہے نا؟ اسی انداز میں ہوا۔ اگر لبیک کہو گے۔ حق کی دعوت بھی ہے، اس پر لبیک کہو۔ باطل کی دعوت ہے، اس پر لبیک کہو۔ آزاد ہو، یہ ہی ہو رہا ہے دنیا میں، زبردستی کچھ نہیں۔ جنگیں ہوئیں، پیغمبروں سے، ابراہیم اور نمرود کا معرکہ ہوا۔ کیا ہوا؟ جناب ابراہیم کو جلا وطن ہونا پڑا۔ اگر وہاں کے لوگ ساتھ دیتے تو جناب ابراہیم کو کیا اپنا وطن چھوڑ کے جانا پڑتا؟ بتایئے آپ؟ پیغمبر ہیں جناب ابراہیم سب جانتے ہیں، اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ آگ نے نہیں جلایا۔ جس جگہ میں لانا چاہ رہا ہوں۔ دعوے تو کرتے ہیں ہم لوگ۔ شور بھی بہت کرتے ہیں۔ شور بھی بہت مچاتے ہیں۔ دعائیں بھی بہت کرتے ہیں ظہور کی۔ کہتے ہیں نا کہ دعا کرو کہ ظہور امام ہو جائے۔ اور میں کہتا ہوں ڈرو ڈرو نہ

ظہور امام ہو جائے۔ اگر پتہ چل جائے نا کہ اماموں اور پیغمبروں کی نصرت کرنے کا مرحلہ کتنا شدید اور کتنا سخت ہے تو آپ کہیں گے کہ بھیا ہم چلے جائیں۔ پھر ہو ظہور۔ ورنہ کیا کیا کرنا پڑے گا۔ ابھی میں مثالیں دیتا چلا جاتا ہوں۔ آج میرا یہی موضوع ہے۔ اسی پر بات ہو رہی ہے کہ عصر حاضر میں نصرت کرنا اور سخت ہو گیا ہے۔ مدد کرنا اور شدید ہو گیا ہے۔ تو اگر لوگ جناب ابراہیم کا ساتھ دیتے اس سے بڑی دلیل کیا ہے کہ منجنیقوں کے ذریعے سے آگ میں پھینکا اور آگ گلزار بن گئی۔ اب اس سے بڑا اور ثبوت کیا۔؟

جانتے ہیں کہ پیغمبر ہیں لیکن لوگوں نے ساتھ نہیں دیا، نمرود کے خوف سے۔ اس وقت کی سب سے بڑی طاقت کے خوف سے؟ جناب ابراہیم کا ساتھ نہیں دیا؟ اب آپ کے سامنے آ گئی بات، جب نہیں دیا ساتھ تو کیا ہوا؟ جناب ابراہیم نے ہجرت کر لی۔ معجزہ نہیں کر سکتے تھے؟ کر سکتے تھے کہ نہیں کر سکتے تھے؟ بتایئے آپ پیغمبر بھی ہیں، معصوم بھی ہیں۔ ہم ہوتے تو سوال کرتے کہ یہ کیا بات ہوئی؟ خدا کے رسول تھے، میدان چھوڑ کر، ملک چھوڑ کر کیوں چلے گئے، معجزہ دکھا دیتے۔ سمجھ میں آ رہی ہے بات؟ تو جو قوم معجزوں کا انتظار کرتی ہے اس کی قسمت میں رسوائی لکھی ہوتی ہے اور جو قوم اپنی قوت بازو پر بھروسہ کر کے کھڑی ہو جاتی ہے، تو معجزے اُس کی ٹھوکروں سے ہونے لگتے ہیں۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو پہلے والا جملہ رکھ لیں گے۔ بعد والا کاٹ دیں گے۔ کلپ چلا دیں گے۔ C.D بنا کے کہ دیکھئے معجزے کا انکار کر دیا۔ معجزوں کی توہین کی۔ یہ سب دیکھا ہوگا آپ نے میں مزاجوں سے واقف ہوں کیونکہ آپ ہی کے درمیان رہتا ہوں لیکن جو بات ہے وہ کہوں گا۔ بے عملی کے ساتھ انتظار کرنے والی قوم رسوا ہوتی ہے کہ کوئی آئے۔ معجزہ ہو ہماری قسمت بن جائے، امام آئیں گے۔ سب کچھ کر لیں گے۔ کسی نبی یا امام نے ایسے کیا جناب سید الشہدا ؑ کی مثال سامنے رکھیں۔ ایک ایک کر کے سب شہید ہو گئے۔ تو کیا بغیر لڑے شہید

ہو گئے؟ بغیر لڑے کہا آؤ شہید کردو۔نہیں بلکہ مقابلہ کیا اور ایک ایک نے کتنوں کو واصل جہنم کیا؟ یہ بھی تاریخ میں پڑھ لیجئے کسی نے ڈیڑھ سو مارے، کسی نے سو مارے، کسی نے چالیس مارے، کسی نے پچیس لیکن سید الشہداؑ کے حملے کا تو حساب ہی نہیں۔تو آپ خود حساب لگا لیجئے کہ 72 کی جگہ اگر اٹھارہ ہزار ہو جاتے جنھوں نے بیعت کر کے توڑ دی تھی۔تھوڑی سی سخت ہو جائے گی مجلس لیکن میرا موضوع یہی ہے میں کیا کروں؟ بچوں کو بتانا ہے کہ خالی دعا تھوڑی کرنا ہے۔وہ صفات بھی تو پیدا کرنا ہیں جو سپاہی کی صفت ہوا کرتی ہے امام زمانہؑ کے یہاں۔اگر وہ صفات ہی نہ ہوتیں تو ہر زمانے میں اماموںؑ نے نصرت کے لیے پکارا، لوگ جمع نہیں ہوئے۔اگر کسی بھی امامؑ کے ساتھ لوگ جمع ہو جاتے تو امامؑ قیام کرتا۔ہر امامؑ قیام کرتا۔تو جب بہتّر نے اتنا مارا تو جو اٹھارہ ہزار بیعت توڑ چکے تھے وہ اٹھارہ ہزار ہوتے تو نقشہ بدل جاتا کہ نہیں بدل جاتا؟

تو یہ ہے سنت الٰہی کہ معجزوں سے کوئی کام نہیں ہوگا۔قوت ضروری ہے اللہ نے معصوم کو معجزے کی تاکہ حق لوگوں کے سامنے آجائے۔امامؑ یا پیغمبرؐ کئی بار کا جملہ ہے میرا تکرار کیا ہوا۔ ایک بار اور تکرار کر رہا ہوں سمجھانے کے لیے بات کو، کہ امامؑ یا پیغمبرؐ معجزہ اس لیے کرتا ہے، تاکہ اپنی سچائی اور اپنے نبی ہونے کا، اپنے امامؑ ہونے کا ثبوت دے دے۔کبھی جنگ جیتنے کے لیے ایسا نہیں کیا اس لیے کہ اگر جنگ جیتنے کے لیے ایسا کیا ہوتا تو کسی بھی جنگ میں لشکر لے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔پیغمبرؐ خود ہی جا کر جنگ جیت کر آجاتے۔جو ہمارا اور آپ کا تصور ہے۔اس کے مطابق بات کر رہا ہوں۔جو ہم اور آپ تصور کرتے ہیں۔ایسا ہو جاتا۔یوں ہو جاتا۔یہ سارے دشمن ختم ہو جاتے۔بھسم ہو جاتے۔باقاعدہ لشکر کی صف بندی کرنا اور مولائے کائنات کا زخم کھانا بتا رہا ہے۔لڑ کر زخم کھانا بتا رہا ہے کہ سنت الٰہی ہے یہ۔تاکہ سب کا امتحان لیا جائے۔جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں ان کا امتحان تو ہو جائے کہ واقعاً یہ سچے ہیں کہ نہیں ہیں؟ تو ہمارے پاس ابھی دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ابھی کیا ہے ہمارے پاس؟ دعوے ہی دعوے ہیں لہٰذا

اب سوچنے کا وقت ہے نا تیاری کا وقت ہے نا کہ اگر امامؑ کا ظہور ہو گیا تو امامؑ کو سپاہی کیسے درکار ہوں گے؟ ایک بھی امام کو گوارا نہیں ہو گا کہ جو میدان کو پشت دکھا دے اس لیے دیر ہو رہی ہے۔ جب ہم اپنا محاسبہ کریں گے تو پھر ہمیں پتہ چلے گا کہ بھئی ہمارے ساتھ تو مسائل ہی دوسرے ہیں۔ ہمارے ساتھ دنیا کے مسائل ہیں۔ ہمارے ساتھ مال کے مسائل ہیں۔ ہمارے ساتھ شہوت کے مسائل ہیں۔ ہمارے ساتھ دولت کے مسائل ہیں۔ ہمارے ساتھ بیوی بچوں کے مسائل ہیں۔ ہمارے ساتھ بہن بھائیوں کے مسائل ہیں۔ ہمارے ساتھ ماں باپ کی مجبوریاں ہیں۔ ہمارے ساتھ معاشرتی مجبوریاں ہیں۔ ہمارے ساتھ کاروباری مجبوریاں ہیں۔ ہیں نا؟ کتنی قسم کی زنجیریں ہیں۔ تو اب حساب کریں کہ یہ سب زنجیریں توڑنے کے قابل ہیں کہ نہیں؟۔ میں یہ سب زنجیریں توڑ سکتا ہوں کہ نہیں ان میں سے کوئی محبت ایسی تو نہیں جو میرے پیروں کی زنجیر بن جائے اور میں اُسے توڑ نہ سکوں؟

تو عزیزو! آج کا موضوع یہ ہے کہ ہر نبی چلا گیا۔ بظاہر کوئی حکومت قائم نہ کر سکا۔ جناب ابراہیمؑ کو ملک چھوڑ دینا پڑا۔ چھوڑ کے چلے گئے۔ کیوں، ساتھ نہیں دیا لوگوں نے۔ زندہ باد تو کرتے رہے۔ پیغمبرؑ ہیں بڑے بہادر ہیں اکیلے نمرود سے لڑ گئے۔ وہ تو لڑیں گے۔ کیوں کہ اللہ کے رسول ہیں۔ لوگوں نے اپنا وظیفہ انجام نہیں دیا۔ لوگوں نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ اب آجایئے آگے کی بات۔ سب سے زیادہ تکرار ہے جن واقعات کی۔ قرآن مجید میں جنابِ موسیٰؑ کی قوم کو نبی اسرائیل کہا گیا۔ صدیوں تک انتظار انتظار اور جب انتظار ختم ہو گیا اور جنابِ موسیٰؑ تشریف لے آئے۔ تو ہر بات میں کہتے ہیں کہ آپ دعا کیوں نہیں کرتے اللہ سے؟ بھئی آپ کیسے پیغمبرؑ ہیں؟ ہمیں کیوں لڑنا ہے؟ ہم لڑیں گے تو پھر آپ کا کیا فائدہ؟ اپنے مزاجوں کو سامنے رکھیے اور میری بات سنیے آپ۔ جب ہمیں ہی سب کچھ کرنا ہے تو آپ کا انتظار کیوں کرتے رہیں؟ جیسے جناب موسیٰؑ سے کہتی تھی ان کی قوم کہ یا جناب موسیٰ اتنا انتظار کیا صدیوں تک پھر بھی سب

کچھ ہمیں کرنا ہے، پھر ہمیں سپاہی بننا ہے، پھر ہمیں میدان میں جانا ہے، آپ اور آپ کا خدا نہیں لڑسکتا کیا؟ یہ مزاج تھا قوم کا۔ لڑے پھر بھی نہیں۔ آپ دیکھئے شاید یہ جملہ بھی تکرار ہوجائے لیکن موضوع ہے کیوں کہ اب مجھے تفصیل میں جانا پڑ رہا ہے کہ جب موسیٰؑ اکیلے تھے بھائی کے ساتھ یعنی دو تھے تو دندناتے ہوئے فرعون کے دربار میں پہنچے دن کی روشنی میں۔ پڑھ لیجیے قرآن مجید میں۔ دن کی روشنی میں داخل ہوگئے فرعون کے دربار میں کیوں کہ حکم ہوا۔

اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی○ (سورہ طٰہٰ ۲۴)

اعلان کر دیجیے قیام کا۔ چلے جایئے ہم آپ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہ سب مخالفت کریں گے مگر ہم بچائیں گے آپ کو۔ حفاظت کریں گے آپ کی، جایئے اعلان کر دیجیے اپنی رسالت کا۔ ڈرایئے اس کو یہ طاغوت ہے وقت کا لہٰذا دندناتے ہوئے چلے گئے۔ چیلنج کر دیا دربار میں جا کے۔ بنی اسرئیل خوش ہو گئے کہ آ گئے موسیٰؑ۔ اور جب پوری قوم ساتھ ہوگئی۔ تضاد بتا رہا ہوں آپ کو جو بظاہر تضاد نظر آتا ہے لیکن کیا پریکٹیکل یہی ہے۔ اکیلے تھے۔ اپنی جان کے مالک تھے۔ اپنے بھائی کے نفس و جان پر حاکم تھے۔ کوئی خوف نہ تھا جان کا۔ جب پوری قوم ساتھ ہوئی تو رات کی تاریکی میں پوری قوم کے ساتھ نکلنا پڑا۔ کیوں کہ اس قوم کے ساتھ اگر میدان میں لڑے تو ذلت ہوجائے گی، شکست ہوجائے گی کیوں کہ ان کی تیاری نہیں ہے، لڑنے کے لیے آمادہ ہی نہیں ہیں۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ سارا کام موسیٰؑ کر دیں۔ ہمیں کچھ کرنا نہ پڑے۔ تو جب دو تھے یعنی موسیٰؑ تھے ہارونؑ تھے تو میدان میں دن کی روشنی میں للکارنے چلے گئے فرعون کو۔ کیوں کہ کوئی پروا نہیں ہے اپنی جان کے مالک ہیں اور اپنے بھائی کی جان کے مالک ہیں۔ چلی جائے جان لیکن جب ہزاروں لوگ ہوئے تو جانتے ہیں اب اگر مقابلہ کیا۔ ایک تو بھاگ جائیں گے۔ دوسرے لڑیں گے نہیں۔ تیسرے کچھ مریں گے۔ چوتھے کچھ زخمی ہوں گے۔ پانچویں کچھ قیدی ہوں گے اور سب کی ذمہ داری ہم دونوں بھائیوں پر ڈال دیں گے کہ تم نے مروایا۔ تم نے

کٹوایا۔تم نے لڑوایا۔تم نے بند کروایا۔تم نے گھروں سے نکلوایا۔تم نے یہ کروایا۔تم نے وہ کروایا
لٰہذا فیصلہ خدا نے کیا۔کیا ہوا؟ لڑنا نہیں مگر ان کے ساتھ چلوان کی یہ خواہش بھی پوری کردو۔تو
پوری قوم کے ساتھ رات کی تاریکی میں جنابِ موسیٰؑ کو نکلنا پڑا۔اتنی بڑی قوم لڑی نہیں۔کیسے
جائیں آگے دریا آ گیا۔عصا مارا۔اب بھی یقین نہیں آ رہا۔پیغمبرؑ ہے کھڑے ہو جاؤ میدان میں
لڑو۔نہیں راستہ دیکھا بھگدڑ مچ گئی پہلے میں نکلوں کہ تو۔نکلے۔پیچھے فرعون کا لشکر دیکھ رہا ہے معجزہ
۔اب میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔جو میں نے موضوع شروع کیا ہے۔موسیٰؑ نے یہی
عصا جو دریائے نیل پر مارا جس سے راستہ بن گیا۔کیا یہی عصا فرعون کے لشکر پر نہیں مار سکتے
تھے؟غور کیجئے،سوچئے کبھی اس بات پر کہ بھئی یہی عصا دریا پر مارا تو راستہ بن گیا اور پھینکا تو
اژدھا بن گیا اور رسیوں کو نگل گیا۔بھئی یہی عصا مار دیتے فرعون کے لشکر پر کہا نہیں یہ نہیں۔ایسے
تھوڑی ختم کرنا ہے فرعون کے لشکر کو۔تمھارا میدان چھوڑ کر جانا بھی تو رہ جائے تاریخ میں کہ پیغمبرؑ
کے ساتھ ہونے کے باوجود میدان چھوڑنا بھی سنّت ہے پرانی یعنی بتانا چاہ رہے ہیں موسیٰؑ کہ
میرے ساتھ رہنے والے یہ نہ سمجھ لینا کہ سب بہادر بھی ہیں،دلیر بھی ہیں،فرعون سے لڑنے
والے بھی ہیں۔

آخر میں یہی بات بچی۔یا میں یا میرا بھائی ہارونؑ۔تو وہاں بھی اس پیغمبر کے ساتھ اس
کا بھائی ہے جو ہر حکم کے لیے تیار،جان نچھاور کرنے کے لیے تیار تو بس یہ فرق یاد رکھیئے گا کہ
سب معجزے دیکھنے کے باوجود جب یہ قوم لڑنے کے لیے تیار نہیں ہوئی۔نکل گئے بستی سے فرعون
کے سامنے سے سب لوگ بھاگ گئے بھئی اتنا ہی یقین کر لیتے کہ عصا میں جب اتنی طاقت ہے تو
یہی کہہ دیتے موسیٰ سے کہ موسیٰؑ ہم کھڑے ہیں آپ کے ساتھ میدان میں۔لڑیں گے۔ارے
ہمت تو دکھاتے۔اسی لیے اللہ نے جناب موسیٰؑ کو راستہ بنانے کا حکم دیا کہ ان کا میدان چھوڑنا
باقی رہ جائے۔اگر تم نے عصا مار کے دشمن کو ختم کر دیا۔تو یہ پھر دلیر بن جائیں گے کہ دیکھو ہم نے

مار دیا دشمن کے لشکر کو۔ فرعون کے مقابلے سے کترانا فضیلت نہیں تھی نبی اسرائیل کی بلکہ ایک امتحان تھا جو اللہ نے لیا کہ دیکھو ہم نے تمھیں موقع دیا کہ تاریخ میں رہ جائے کہ پیغمبرؑ کا معجزہ دیکھنے کے باوجود تم نے ساتھ نہیں دیا، لڑے نہیں پیغمبرؑ کی ہمراہی میں بلکہ میدان سے جانے کو ترجیح دی، جان بچانے کو ترجیح دی۔

اسی لیے سب سے زیادہ تذکرہ آیا نبی اسرائیل کا کہ اپنا محاسبہ کرو۔ دیکھو تو سہی۔ یہ صفات ہیں جم جانے والی صفات۔ پوری قوم میں سے کوئی نہ نکلا۔ سوائے بھائی کے۔ جناب موسیٰ کو رات کی تاریکی میں نکلنا پڑا۔ یہی جناب ابراہیمؑ کے ساتھ ہوا، یہی جناب موسیٰؑ کے ساتھ ہوا جانا پڑا۔ نکلنا پڑ گیا۔ چھوڑنا پڑ گیا ملک۔ بعد میں فرعون غرق ہو گیا بعد میں فرعون تباہ ہو گیا۔ بعد میں نبی اسرائیل کے ہاتھ میں حکومت آگئی اور جب نبی اسرائیل کے ہاتھ میں حکومت آگئی تو کیا کیا نبی اسرائیل نے؟ اپنی مرضی کے دین بنا لیے، کیوں؟ انھیں یہ یقین ہے کہ ہم اللہ کی برگزیدہ قوم ہیں۔ جس کا اللہ نے انتخاب کر لیا۔ چن لیا اور تمام قوموں میں فضیلت دی تھی۔ انھیں یہ گمان تھا لہٰذا اس فضیلت کی حفاظت نہیں کی۔ تباہی کے غار میں جا کر گر گئے۔

پھر انتظار پھر انتظار ایک کے بعد ایک انتظار یعنی ہر دور میں انتظار ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اب جب وہ آیا، جس کا انتظار وہ کر رہے ہیں۔ کون یعنی یہودی بھی، عیسائی بھی، سب انتظار کر رہے ہیں کہ پیغمبر آئے گا آخری لیکن گمان کیا ہے سب کو؟ عیسائی کہتے ہیں ہم میں سے آئے گا۔ یہودی کہتے ہیں ہم میں سے آئے گا۔ عالم تو ہیں نا۔ اس زمانے میں بھی علم تو رکھتے تھے لوگ۔ جب آج علم رکھتے ہیں تو اس زمانے میں تو علم زیادہ تھا۔ ان ہی علوم پر تکیہ تھا۔ ایک ایک پل کی خبر رکھتے تھے۔ اب نور کہاں گیا۔ اب نور کہاں گیا۔ اب نور کس جگہ گیا۔ حتیٰ کے خاندان تک کی شناخت کر لی تھی۔ فرد تک کی شناخت کر لی تھی۔ جناب عبداللہ پر حملے بھی ہوئے جنھیں بچانے کے لیے، ابوطالب سائے کی طرح ساتھ ساتھ بھی لگے رہے۔ یہ پوری تاریخ ہے پھر کبھی موقع

ملا تو جناب عبداللہ کی حفاظت کیسے کی ابو طالب نے اس کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا۔تو جناب عبدالمطلب نے بتا دیا تھا کہ اس کی حفاظت کرنا جناب ابو طالب کی ذمہ داری ہے۔ساتھ ساتھ لگے رہتے ہیں، کتنی بار یہودیوں سے بچایا۔کیوں کہ اللہ کا وعدہ ہے۔

یہ آنے والا اچانک تھوڑی آیا۔اچانک نہیں آیا۔تیاری غار حرا میں ہوئی۔جو صرف پیغمبرؐ کی آرام گاہ نہیں بلکہ عبدالمطلب بھی اسی غار حرا میں جاتے تھے، جناب ہاشم بھی اسی غار حرا میں جاتے تھے، جب میں تاریخ کا نچوڑ نکالتا ہوں تو مجھے غار حرا کی حیثیت یوں نظر آجاتی ہے کہ جب جاہلانہ رسموں کا حج کے نام پر آغاز ہوتا ہوگا۔جب حج کا مہینہ آتا ہوگا اور لوگ حج کے نام پر میلے لگاتے، سرکس لگاتے ہونگے، بازار کھل جاتے ہونگے، تجارت شروع ہو جاتی ہوگی اور نہ معلوم کیا کیا تماشے ہوتے ہونگے، گانے بجانے والے آجاتے ہونگے، جو دنیا کے کام تھے وہ عبادت کے نام پر ہوتے ہونگے۔عکاظ کا میلہ ہے نا تاریخ میں۔بازار عکاظ۔عکاظ کا بازار لگتا تھا نا۔جو میلہ لگتا تھا۔عبادت کے نام پر لگتا تھا۔تو اب اس زمانے میں پیغمبر نظر نہیں آتے وہاں۔جناب ہاشم کا کوئی کیمپ نہیں لگتا تھا وہاں۔جناب عبدالمطلب کا کوئی ہوٹل نہیں کھلا ہوا۔

جناب ابوطالب کا کاروبار کہیں نظر نہیں آتا۔سمجھ میں آرہی ہے نا بات؟ یہ میلہ لگا ہوا ہے، بازار لگا ہوا ہے، کیوں؟ جانتے ہیں کہ یہ غلط ہے لہٰذا غار حرا میں پناہ گزین ہو جاتے، اعتکاف اسی کو کہتے ہیں۔یہ ایسی جگہ پر ہے غار حرا جہاں سے پورے مکے کا منظر نامہ سامنے آرہا ہے۔حالات کو دیکھ رہے ہیں اور غور کر رہے ہیں کہ کیسے ان کی نجات کا سامان پیدا کیا جائے۔ایک کے بعد ایک تیار کرتا چلا گیا۔ہاشم تک بات اتنی آگئی کہ اب ہاشم کے بیٹے تیار ہوں۔عبدالمطلب کے دس میں سے آٹھ بیٹے تیار ہوں کہ جب اعلان کرے عبداللہ کا یتیم تو اس کی مدد کے لیے ایسے افراد کھڑے ہوں جنھیں دیکھ کر ہرا یرا غیرا مقابلے پر نہ آجائے۔ایسے افراد ہوں تو ابو طالب کے بیٹے اور رسول کے دوسرے چچا جناب حمزہ اور جناب ابو طالب اور ان کے بیٹے ان کی بہادری کا سکہ بیٹھا

ہوا ہے پورے عرب پر۔ اب کوئی ایمان لائے یا نہ لائے۔ خبر دار پیغام پہنچانے کا اانتظام کر دیا۔ جب رسولؐ نے اعلان کیا اپنی آمد کا تو اتنے محافظ ساتھ کھڑے ہیں کہ نہیں مانتے تو نہ مانو۔ جرأت نہ کرنا، میلی آنکھ سے دیکھا تو آنکھیں پھوڑ دوں گا۔ جناب ابو طالب ہیں جو کھڑے ہو گئے کیوں؟ اللہ نے منصب وہ دیا ہے پیغمبرؐ کو کہ خود تلوار نہیں چلا سکتے۔ منصب ایسا ہے لہٰذا جب ظہور ہوا پیغمبرؐ کا تو ایک مددگار بھی بھیجا تلوار چلانے کے لیے اللہ نے اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ید اللہ قرار دیا کہ اس کا وار اس کا وار نہیں ہوگا۔ یہ جو وار کرے گا اللہ کا وار کہلائے گا۔ تو اب ضرورت پڑی رسول کو ساتھ دینے والوں کی۔

لا رہا ہوں آپ کو آہستہ آہستہ منزل کی طرف۔ ہر پیغمبرؑ کو ضرورت پڑی۔ اس پیغمبرؑ کو بھی ضرورت پڑی کہ ساتھ دینے والے جب تک نہ ہوں، سسٹم کیسے چلے گا؟ کتنی مشکلات ہوئیں ہجرتیں ہوئیں، بھئی وہیں لڑ لیتے۔ رسولؐ دعا کرتے معجزہ دکھاتے۔ آپ خود سوچیے جو میں نے بات کہی تھی۔ اسی کلیے کو یہاں پر لے کر آیئے کہ جن انگلیوں کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کیے۔ انہی انگلیوں کے اشارے سے ابو جہل اور ابو لہب کے سر نہیں کھول سکتے تھے۔ جس انگلی کے اشارے سے سورج کو پلٹا سکتے تھے، اس انگلی کے اشارے سے کوہِ احد کو کفار کے اوپر نہیں پھینک سکتے تھے؟ نہیں کیوں پھینکا جائے، کیوں کہ سنت الٰہی ہے کہ تمھارا امتحان ہوگا۔ چاند کے اس لیے ٹکڑے کیے کیوں کہ تمھیں ان کی نبوّت کا یقین ہو جائے۔ ماننے والوں نے معجزہ تھوڑی مانگا۔ ماننے والوں نے معجزے کب مانگے پیغمبروں سے؟ وہ تو ایمان لاتے تھے سچائی پر، صداقت پر، ایمان لاتے تھے کہ ہم اپنی جان قربان کریں گے۔ اس بات پر بیعت کرتے تھے رسولؐ کی اور جہاں ضرورت پڑی تو اُکھاڑ کے بھی بتا دیا باب خیبر کو، رسولؐ نہ سہی علیؑ نے اُکھاڑ کر بتا دیا۔ کہا اگر طاقت کا اندازہ لگانا ہے تو میری طاقت سے لگا لو۔ یہی وہ بازو ہیں جو خیبر کو اُکھاڑ رہے ہیں اور اسی بازو کو رسولؐ غدیر خم میں اٹھائیں گے یہی ہوا لہٰذا وہاں بھی منزل

موسیٰؑ اور ہارونؑ کی تھی۔ یہاں پیغمبرؐ کی منزل علیؑ کے ساتھ تھی۔ کوئی مانے یا نہ مانے، وہاں بھی کوئی خوف نہیں اللہ بچانے والا ہے موسیٰؑ جایئے اپنے بھائی کو لے جایئے۔

صرف بھائی کو مدد کے لیے مانگا تھا موسیٰ نے کہ پروردگار میرے بھائی کے ذریعے سے میری مدد کر، میری پشت کو مضبوط کر دے بس ایک بھائی کو لے کر حملہ کر دیا فرعونیت پر۔ یہاں بھی رسولؐ نے اعلان کیا تو کیسے اعلان کیا؟ جانتے ہیں کہ لوگ نہیں مانیں گے۔ پروردگار نے تسلی دی ہے یہ کہہ کہ

وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۝ (مائدہ۔۶۷)

(آپؐ اعلان تو کیجئے ولایت علیؑ کا) ہم بچانے والے ہیں لوگوں سے آپ کو۔

یہ تسلسل قائم ہو گیا۔ یہ سنت الٰہی ہے کہ جب تک لوگ تیار نہ ہوں تو انبیاءؑ بھی حکومتیں قائم نہیں کریں گے جبراً تھوڑی قائم کرنی ہے۔ جبر کے ذریعے سے نہیں۔ جب تک لوگ تیار نہ ہوں۔ لوگ آمادہ ہوئے اسلامی انقلاب آ گیا یعنی ختمی مرتبتؐ کا انقلاب آ گیا۔ جب لوگوں نے ساتھ چھوڑا میراث پیغمبرؐ لٹ گئی، چھن گئی، کسی بھی پیغمبرؑ کی میراث ہو میں تو کلیہ بیان کر رہا ہوں۔ لوگوں کے ساتھ نظام بدل گئے۔ لوگوں نے ساتھ چھوڑا، سسٹم بدل گئے۔ لوگوں نے ساتھ چھوڑا، بہتر (۷۲) مذہب بن گئے۔ لوگوں نے ساتھ چھوڑا تہتر (۷۳) مذہب بن گئے۔ لوگوں نے ساتھ چھوڑا، ان تہتر (۷۳) مذاہب میں ڈیڑھ ہزار قسم کے مسلک بن گئے، بنے کہ نہیں بنے۔ بن گئے نا کیوں؟ لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ جب لوگوں نے ساتھ چھوڑا ظالم مسلّط ہو گئے۔ لوگ ساتھ دیں گے تو انقلاب آئے گا۔ وہ تو معصوم ہیں نا۔ پیغمبرؐ ہیں رسولؐ ہیں۔ نہیں یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اولیاء اللہ سے وعدہ ہے، اپنے مخصوص بندوں سے وعدہ ہے کہ اللہ کی راہ میں ہمت کرو گے، اللہ کے دین کی مدد کرو گے اللہ تمھاری مدد کرے گا۔ تو جس نے جہاں جہاں عمل کیا۔ اللہ نے مثالیں دے کر بتایا کہ اگر غیر معصوم بھی ہو لیکن فنا فی اللہ ہو اللہ کی راہ

میں اپنے آپ کو فنا کر بیٹھے، تو ہم اس کو اتنی قوت دے دیں گے مگر شرط وہی ہے کہ لوگ ساتھ دیں گے، تو انقلاب آئے گا۔

لوگ ساتھ نہ دیتے تو انقلاب نہ آتا۔ لوگوں نے ساتھ دیا جمہوری اسلامی انقلاب میں لاکھوں قربانیاں دیں۔ کس نے دیں فرشتوں نے؟ کس نے دیں قربانیاں؟ لوگوں نے دیں۔ اپنے بیٹے دیئے۔ اپنے جوان دیئے۔ اپنا خون دیا۔ اپنی جان دی۔ اپنا مال دیا۔ ایسے تو نہیں آیا انقلاب۔ 28 سال سے جو سرخرو ہیں دنیا کے سامنے۔ تو کیوں ہیں؟۔ قربانیاں اتنی انقلاب لانے میں نہیں دیں جتنی انقلاب بچانے کے لیے دیں تو کریڈٹ تنہا خمینی بت شکن کا تو نہیں ہوا نا؟ اگر قوم ساتھ نہ دیتی تو انقلاب آتا؟ نہیں آتا۔ تو اسی لیے یہ کہا تھا لوگوں سے۔ جب جنگ مسلط ہوئی جب بھوک مسلط ہوئی۔ جب دشمن مسلط ہوا اور یہ سوال شروع ہوا کہ انقلاب نے ہمیں کیا دیا؟ تو اس کی یہی آواز گونجی تھی کہ خبردار یہ مت کہنا کہ انقلاب نے ہمیں کیا دیا۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ اور یہ پوچھو اپنے آپ سے کہ ہم نے انقلاب کو کیا دیا۔ تقدیر بدلنے کی بات ہوئی، تو کیسے قوموں کی تقدیر بدلتی ہے؟ بیٹھنے سے، تنقیدیں کرنے سے، جھگڑنے سے، گروہوں میں تقسیم ہونے سے؟

جو نئی نسل ہے وہ بھول گئی کہ ۱۹۷۹ میں۔ کتنی بڑی تحریک چلی؟ کیسے چلی؟ جن کی عمریں زیادہ ہیں 35 سال سے زیادہ ہونا چاہیے۔ اگر ان کو انقلابی تحریک یاد ہو اور چالیس سال والوں کو تو یقیناً بہت اچھی طرح یاد ہوں گے وہ لمحے، وہ ایام جب انقلاب آرہا تھا اُس وقت کے بچوں کے سامنے پھر ایک واقعہ آگیا کہ نہیں آگیا۔ خالی ہاتھ پہ ہاتھ دھرے رہنا انتظار تھوڑی ہے کہ بیٹھے رہو۔ گوشہ نشین ہو جاؤ کہ جب آنے والا آئے گا تو سب کچھ خود ہی ٹھیک کر لے گا۔ نہیں مثالوں پر مثالیں قدرت دیتی چلی جارہی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِيۡلِ ○ اَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ فِىۡ تَضۡلِيۡلٍ ○
وَّاَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ ○ تَرۡمِيۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ○
فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ○ (سورۃ الفیل)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ جب حملہ کرنے کے لیے آئے۔ مکے کو ڈھانے کے لیے آئے۔ بھاگ گئے مکے والے ہاتھی کا لشکر دیکھ کر کہ کون اس کا مقابلہ کرے گا۔ دندناتے ہوئے مست ہاتھی دوڑے کعبہ کو ڈھانے۔ کیا ہوا؟ اللہ نے ابابیل بھیجے۔ معمولی سا کنکر منہ میں تھا۔ ان کو تباہ و برباد کیا۔ ایسا تباہ کیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ۔ کل کالے ہاتھی کی تباہی اور شکست سمجھ میں نہیں آئی تھی تو آج اس سفید ہاتھی کی شکست تو سمجھ میں آ گئی؟ وہ نہیں دیکھا آپ نے چلیں وہ نہیں دیکھا۔ سنا تو ہوگا اب پتہ نہیں ہے۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ چودہ سو سال پرانا واقعہ ہے کیا معلوم کس نے دیکھا کہ ہاتھی والوں کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ تو علامت ہے استعارا ہے۔ ایک واقعہ تھا استعارا بن گیا۔ کبھی ہاتھیوں سے خوف نہیں کھانا۔ کالا ہو یا سفید ہو میدان میں رہو۔ یہی ننھی ننھی سی ابابیلیں ان پر یوں موت بن کر ٹوٹ پڑیں گی۔ کیا کیا تھا؟ تمھارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ؟ جملہ بدل دوں آیت نہیں پڑھ رہا۔

اب میں اپنا جملہ کہتا ہوں کیا کیا حزب اللہ نے آج کی سامراجی طاقت کے ساتھ؟ اتنا معمولی تھوڑی ہے۔ معلوم ہے کیا کیا حزب اللہ نے آج کی سب سے بڑی شیطانی طاقت کے ساتھ؟ کیسا دم دبا کر بھاگے اور کیسے سہمے ہوئے بھاگے اور کتنی بڑی شکست کا اعتراف کیا۔ جیسے ابرہہ کو زندہ چھوڑا اللہ نے کہ بھاگتا جا اور چیختا جا کہ نہیں جانا کعبے کی طرف۔ ایسے ہی زندہ رہ گئے یہ اسرائیلی جنرل بھی، وزیر اعظم بھی، پوری دنیا کے میڈیا کے سامنے اعتراف کرنے کے لیے کہ ہمیں بڑی بری شکست ہوئی۔ ہمیں اندازہ ہی نہیں تھا کہ حزب اللہ کے پاس اتنی طاقت ہے۔ تو، کیوں؟ اس لیے کہ ساتھ دیا قوم نے حسن نصر اللہ کا۔ اگر حسن نصر اللہ کا ساتھ دینے والے نہ

ہوتے ،تو اس میں اتنا اعتماد پیدا نہیں ہوتا۔ جانتا ہے کہ ساتھ دینے والے ہیں ، بھاگ جانے والے نہیں ہیں اور ابھی آج صبح میں نے کل کا بیان پڑھا اور سنا بھی میڈیا پر کتنا کاٹا ہوگا لیکن پھر بھی دو جملے نقل ہو گئے ۔کل جو احتجاج کیا اس میں تقریر حزب اللہ کی یہی تھی ۔ کہ تم چاہتے ہو کہ ہمیں فرقہ وارانہ فساد کی آگ میں ڈال دو لیکن ہم اعلان کررہے ہیں کہ اگر ہمارے ہزار آدمی بھی شہید کر دیئے جائیں تو ہم اپنے لوگوں پر ہتھیار نہیں اٹھائیں گے۔ یہ ہوتی ہے مومن کی فراست، یہ ہوتا ہے مومن کا فہم کہ جو شیعہ سنی مسئلہ تم بنارہے ہو پوری دنیا میں ،ہم یہاں نہیں بننے دیں گئے۔ ہم مرتے رہیں گے مگر دوسرں پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے ۔ یہ ہوتی ہے فہم وفراست یہ ہوتا ہے شکست دینا۔ اسی لیے وہاں کے عیسائیوں کے دل میں بھی ان کی محبت ہے۔ اہل سنت کے دل میں بھی ان کے لیے محبت ہے۔ کیوں؟ جانتے ہیں ابھی خود دیکھا ہے کہ دنیا کی کتنی بڑی طاقت 34 دن کے بعد خود بھاگی۔

خود بھاگے اور چلاتے ہوئے بھاگے آج تک وہی زخم تو چاٹ رہے ہیں اور اسی لیے ساری دنیا میں سازشیں کررہے ہیں۔ آپ کے ملک میں خاص طور پر کررہے ہیں کہ پہلے سے دبی ہوئی چنگاریوں کو بھڑکا دیا جائے۔ ہوشیار رہیے ہوشیار کہ اس سازش کا حصہ نہیں بننا اور جب حملہ کیا تھا تو دیکھئے کہ اس نے للکارا کیسے تھا۔ وہ للکار بھی موجود ہے نیٹ پر آج تک ۔ ٹی ۔ وی پر ہم نے سنی اور آپ نے بھی سنی اور چھپ بھی گئی ۔ اس نے عجیب انداز میں للکار تھا۔ جب حملہ ہوا جنوبی لبنان پر تو پورے الیکٹرونک میڈیا پر اس کی آواز گونجی، حسن نصر اللہ کی اور اس نے کہا۔ تم غلط جگہ ٹکرائے ہو۔ تمھیں معلوم ہی نہیں ہے کہ میں کون ہوں ۔ میں محمد مصطفیؐ کا بیٹا ہوں ۔ میں حیدر کرارؑ کا بیٹا ہوں ۔ میں فاطمہؑ کا بیٹا ہوں ۔ میں حسنؑ کا بیٹا ہوں ۔ میں حسینؑ کا بیٹا ہوں ۔ تمھیں معلوم ہی نہیں ہے کہ تم کس سے ٹکرائے ہو۔ خیبر یاد نہ دلا دوں تو مجھے اولادِ رسولؐ نہ کہنا۔ یاد دلا دیا نا خیبر اس نے ۔ ہے نا اولادِ رسولؐ ہے نا سیدزادہ؟

تو عزیزو! جب تک ایسا نہ ہو لوگ ساتھ دینے والے نہ ہوں تو قیام ممکن نہیں ہوتا یہ مثال دی اللہ نے ایک نمونہ دکھا دیا کہ ایک ادنیٰ سا غلام ہے اماموں کا لیکن اعتماد کا یہ عالم ہے۔ تو بس امام ہوں یا نبی ہوں یا عالم کی صورت میں نبی کا وارث ہو۔ حقیقی علماء کی بات کر رہا ہوں، آج کل تو یہ قیدیں لگانی پڑتی ہیں۔ ہم تو خیر طالب علم ہیں معمولی سے لیکن علماء میں بھی تفریق رکھنی پڑتی ہے۔ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی ہر بات کہہ دینا۔ جرأت چاہیے ساری باتیں کرنے کے لیے۔ بہت ساری مصلحتیں لوگوں کے پیش نظر آجاتی ہوں گی۔ نہیں کرتے ہوں گے باتیں لیکن کہیں سے تو بات ہونی چاہیے۔ کہیں سے پیغام جانا چاہیے۔ کہیں سے بھی ہو بات۔ حق بات کہیں سے بھی نہ ہوئی تو بچے کیا سیکھیں گے۔ ان کو کیا معلوم کہ محرم کا مطلب کیا ہے کیا بس یہی کہ کالے کپڑے پہن کر آجاؤ عزاء خانے میں، بیٹھو، نذر نیاز کھاؤ اور مجلس و ماتم کر کے گھر چلے جاؤ۔ یہی سمجھیں گے نا کہ کوئی رسمی کاروائی ہے۔ چلو اس کو پورا کرو لیکن نہیں۔ پیغام پہنچانا چاہیے کہ تمھیں سپاہی بننا ہے امامؑ کا۔ تم انتظار کر رہے ہو۔ کس کا انتظار کر رہے ہو؟ اب سنیے! امام زمانہؑ کے بارے میں مولائے متقیان علیؑ ابن ابو طالبؑ نے زمانے کا نقشہ کھینچ دیا۔ آپ کے سامنے۔ ظاہر ہے صرف نو مجلسیں ہیں اس لئے جلدی جلدی آگے بڑھنا پڑ رہا ہے۔ اس سے زیادہ موقع نہیں ہوگا۔

مولا فرماتے ہیں بحار الانوار میں؟ علامہ مجلسی نے روایت کی ہے۔ امام کے بارے میں کہ اے لوگو! اللہ نے کائنات کی بساط کو ہماری وجہ سے بچھایا اور اس پوری بساط کو ہماری ہی وجہ سے سمیٹ بھی لے گا۔ اللہ نے اگر کسی چیز کو متحرک کیا ہے تو ہماری خاطر، کسی چیز کو ثابت رکھا ہے تو ہماری خاطر۔ اگر پانی برستا ہے تو ہماری وجہ سے۔ سبزا اُگتا ہے تو ہماری وجہ سے۔ یہی وجہ ہے ہر امامؑ اپنے دور میں یہ کہتا رہا کہ ہماری وجہ سے رزق بٹتا ہے۔ کیوں کہ امام وسیلہ ہے رزق کا۔ اس سے کچھ لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں۔ مولاؑ خود فرماتے ہیں کہ میں دیتا ہوں۔ نہیں بلکہ ہر امام

یعنی ان کے سبب سے رزق ملتا ہے یعنی امام اگر ہٹ جائیں تو کائنات میں کسی کو رزق نہیں مل سکتا دھوکہ مت کھانا کبھی دھوکہ مت کھانا۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ آسمان سے پانی نہیں برسے گا۔ زمین بنجر ہونے لگے گی۔ مایوس مت ہو جانا۔ کبھی مایوس مت ہونا۔ امام فرمارہے ہیں کبھی مایوس مت ہونا۔ آسمان سے پانی نہ برسے، زمین بنجر ہونے لگے، تو سمجھ لو کہ اب وہ آنے والا ہے کہ جس کے سبب سے بارش برسے گی۔ اب وہ آنے والا ہے کہ جس کے سبب سے سبزہ اُگے گا اور علامت یہ ہے کہ جب وہ آئے گا تو آسمان اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے گا۔ زمین پر اتنا سبزا ہوگا اتنا سبزا ہوگا کہ ایک عورت عراق سے شام جائے گی اور کہیں اس کا پیر سبزے کے علاوہ نہیں پڑے گا۔ نقشہ کھینچا مولاؑ نے کہ سر پر ٹوکری رکھ کر اطمینان سے پورا سفر طے کرے گی۔ اس کے دل میں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ نہ رات کا، نہ اندھیرے کا۔ نہ دن کا ایسا امن وامان قائم کرے گا جب ہمارا آخری آئے گا۔ درندے درندگی چھوڑ دیں گے۔ لوگ ایک دوسرے کو اذیتیں دینا چھوڑ دیں گے۔ لوگ ایک دوسرے سے محبتیں کرنا شروع کر دیں گے۔ بس انتظار کرنا اُس کا اور اس کے انتظار سے مایوس نہ ہونا۔ کیوں کہ اسی کے دم سے عدل قائم ہوگا۔ عدالتیں قائم ہوں گی۔ مظلوم کو اس کا حق ملے گا۔ ظالم کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے۔ ظالم اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔

تو بس عزیزو! کچھ نشانیاں آ چکیں اور کچھ نشانیوں کا انتظار ہے۔ اب آیئے ایک اور استدلال کرتے ہیں۔ آج کی مجلس کو ختم کرنے سے پہلے۔ سورہ قدر سے اور یہ استدلال میرا نہیں بلکہ پانچویں امام حضرت امام محمد باقرؑ کا ہے جنھوں نے حکم دیا اپنے شیعوں کو کہ جب استدلال کرو منکرین امامت کے سامنے جو امام کے منکر ہوں تو سورہ قدر کے ساتھ استدلال کرو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ○وَمَآ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ○لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ○ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ مِّنۡ کُلِّ اَمۡرٍ○سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ○

تمہیں کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ ہزار راتوں سے افضل۔ جس میں فرشتے امر کو لے کر نازل ہوتے ہیں کون سی رات ہے؟ تمام مسلمان کہیں گے شب قدر۔ تاریخ میں اختلاف کر سکتے ہیں۔ سترہ ہوگی، انیس ہوگی، پچیس ہوگی، ستائیس ہوگی۔ جو بھی ہوگی۔ مسلمان کہتے ہیں رمضان کی آخری راتوں میں سے ایک رات ہے۔ یہ شب قدر ہے۔ کیا ہوتا اس میں؟ ملائیکہ سارے سال کے امور لے کر آتے ہیں۔ ہر سال آتے ہیں یا آنا بند ہوگیا۔ آنا بند ہوگیا تو بات ہی ختم ہوگئی۔ کوئی مفسر کسی بھی مکتب کا، یہ نہیں کہے گا کہ بند ہوگیا۔ یا تو پیغمبر کے زمانے میں آتے ہوں گے۔ پیغمبر کے بعد نہیں آتے۔ تو پھر مسلمان ہر سال شبِ قدر مناتے کیوں ہیں؟ شب قدر کیا ہے؟ ہمیشہ تمام امور لے کر آتا ہوگا فرشتہ۔ پھر شب قدر پر کیا موقوف۔ ہمیشہ ہی جبرائیل آتے ہیں جب ضرورت پڑتی ہے امر لے کر آتے ہیں نا کہ نہیں آتے؟ کتنے سوالات پیدا ہو گئے۔ خلاصہ بس اس بات کا کہ بھئی شب قدر وہ رات ہے جو ہر سال آتی ہے اور پورے سال کے امور لے کر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ سورہ دخان کی بھی تین ابتدائی آیتیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

حٰمٓ٥ وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ٥ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ٥

اس روشن کتاب کی قسم۔ ہم نے اسے نازل کیا ہے شب مبارک میں یعنی لیلۃ القدر میں نازل کیا سارے امر آرہے ہیں۔

بھئی کہاں آرہے ہیں؟ یہی سب تو ہوا کہ بھئی آرہے ہیں تو کہاں اترواؤ گے۔ کسی کے تو حوالے کر کے جارہے ہیں۔

تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا

جس فرشتے کے ذمے دنیا کا جو کام ہے سب لے کر آرہا ہے سارے امور لے کر آرہا ہے۔

مِّنۡ کُلِّ اَمۡرٍ

ہر امر کو لے کر نازل ہو رہا ہے

کہاں نازل ہو رہا ہے؟ کس کے پاس نازل ہو رہا ہے؟ جس پر امر نازل ہو رہا ہے وہ ہی تو ولی امر ہے نا؟

اَطِیْعُو االلّٰهَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۝

اللہ کی اطاعت کرو، رسولؐ کی اطاعت کرو، اور جو تم میں اولیٰ الامر ہے، صاحب امر ہے اس کی اطاعت کرو۔

اب یہ صاحب امر کون ہے؟ کیا یہ صاحب امر ملک کا صدر ہے، کیا صاحب امر ملک کا وزیر اعظم ہے؟ مگر کہیں وزیر اعظم صاحب اختیار ہوتا ہے اور کہیں صدر۔ نظام ہے نا الگ الگ۔ کہیں وزیر اعظم کو اختیار زیادہ ہوتا ہے کہیں صدر کو، کہیں دونوں بے اختیار ہوتے ہیں کوئی تیسرا ڈوری ہلا رہا ہوتا ہے۔ دنیا ہے نا؟ اس میں ہر قسم کے سسٹم ہیں۔ ہر قسم کے ملک ہیں۔ ہر قسم کے حکمران ہیں۔ کہیں کوئی حاکم ہے۔ کہیں کوئی حاکم ہے۔ کہیں کسی کا حاکم باہر بیٹھا ہے۔ کہیں دور بیٹھا ہے۔ کہیں قریب بیٹھا ہے۔ صاحب امر کون؟ اطاعت کرو صاحب امر کی۔ کون ہے اولیٰ الامر؟ کچھ نے کہا جو تمھارا حاکم ہے، جو تمھارا بادشاہ ہے، جو تم پر مسلط ہے۔ تو مسلط کون ہے؟ اسے تلاش کرو۔ پہلے تو آپ کہتے تھے یہ اولیِ الامر ہیں۔ اب آپ کہتے ہیں کہ نہیں یہ تو کسی اور کے حکم پر چل رہے ہیں۔ تو بات کہاں تک چلی جائے گی۔ اب کیا کہیے گا آپ کہ ملائیکہ سارے امر لے کر کہاں آرہے ہیں؟ یقیناً امریکی صدر بُش کے پاس آرہے ہوں گے، جب ہی ساری دنیا میں ٹانگ اڑائے ہوئے ہے۔ امریکہ پر آرہے ہوں گے۔ جب ہی ساری دنیا میں اڑنگا، ساری دنیا میں فساد، یہاں بھی چلا جاؤں، وہاں بھی چلا جاؤں، کیوں کہ سب سے بڑی طاقت ہے۔ اُسی کے حکم پر اکثر چل رہے ہیں۔ آپ کہیں گے نہیں وہ کافر ہے۔ اس کے اوپر کیوں آئیں گے۔

کوئی مسلمان حاکم ہوگا، اس کے اوپر آ رہے ہیں۔ تو اس کی مانا کیجئے۔ وہ کون سا اولیِ الامر ہے جس پر فرشتے آ رہے ہیں؟ تو اب عقل بھی، فطرت بھی، دل بھی دماغ بھی، سب یہ کہیں گے اگر یہ مانتے ہو کہ ہر سال امور نازل ہوتے ہیں اور وہ بھی ملائیکہ لے کر آ رہے ہیں۔ جبرائیل امین، روح کے ساتھ تمام ملائیکہ لے کر آ رہے ہیں۔ تمام امور لے کر آ رہے ہیں۔ بس کوئی صاحب امر ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ ان تمام امور کو استعمال کرنے کا حق بھی رکھتا ہو۔ صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ سامنے ہو یا نہ ہو۔ تمام امور کی زمام اس کے ہاتھ میں ہو۔ اگر کائنات کو تشبیہ دی جائے راہوار کے ساتھ تو اس کی لگام اس کے ہاتھ میں ہو۔ پھر جتنے بھی امور ہیں، صرف زمین کے امر نہیں، جتنے بھی امور ہیں، ان تمام امور کے ساتھ ملائیکہ نازل ہوتے ہیں۔ تو جب ملائیکہ نازل ہوتے ہیں، وہ ہی صاحب امر ہوا۔ صاحب امر کون؟ جس پر ملائیکہ نازل ہوتے ہوں۔ جب یہ طے ہے کہ ظاہری حاکموں میں کوئی یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ اللہ سارے امور کے ساتھ فرشتوں کو ان کے پاس بھیجے۔ تو پھر وہی تلاش کرنا پڑے گا۔ یا رسولؐ ہو، یا رسول کا نائب ہو۔ تو اب پتہ چلا کہ اولیِ الامر کا مطلب کیا ہے؟ سورہ قدر کا مطلب سمجھ میں آجائے تو امر بھی سمجھ میں آجائے گا، اور صاحب امر بھی سمجھ مین آجائے گا۔

مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ

اولیِ الامر کون؟ جس پر ملائیکہ تمام امور لے کر آئیں، اللہ کے حکم سے، ہر امر کے ساتھ، تو ہر امر کے ساتھ فرشتے کسی ظالم حکمران بش کے پاس تو آنے سے رہے اور کسی کے پاس تو آنے سے رہے اور جن کی ظالم سرپرستی کرتا ہے ان کے پاس بھی آنے سے رہے۔ ہر امر کے ساتھ کہاں آئیں گے؟ جو ہر امر کی حفاظت کرنا جانتا ہو۔ جو ہر امر کو استعمال کرنا جانتا ہو۔ پس تلاش کرو۔ جہاں یہ فرشتے تمام امور لے کر آ رہے ہیں وہی ہے صاحب امر۔ اولیِ الامر ہر حاکم نہیں۔ اولیِ الامر وہ ہے جہاں ملائیکہ کے آنے کا تسلسل ابھی باقی ہے کیوں کہ سب جانتے

ہیں کہ رسول کا گھر ملائیکہ کے آنے جانے کی جگہ ہے۔ جب یہ ظاہر ہوں تب بھی ملائکہ آتے ہیں اور جب یہ پردۂ غیب میں چلے جائیں تب بھی ملائکہ آتے ہیں۔ بس یہاں تک آپ کو لانا چاہتا تھا۔ یہیں سے بات کو کل آگے بڑھائیں گے۔ صاحب امر کون؟ وہی جو پردہ غیبت میں بیٹھا ہے۔ حالات بتا رہے ہیں کہیں تو نازل ہو رہے ہیں ملائکہ، پلاننگ ہو رہی ہے، منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔

اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِo (سورہ فجر۔۱۴)

تیرا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔ بڑھتے جاؤ، بڑھتے چلے جاؤ، جو مرضی کرتے چلے نافرمانی کر کے چلے جاؤ۔ اللہ تمہاری گھات میں ہے۔ تمھارا رب تمھاری گھات میں ہے۔ مکر کرتے ہو۔ چالیں چلتے ہو۔ سازشیں کرتے ہو۔ مومنین کے ساتھ جو کرنا ہے کر لو۔ تمھیں نہیں معلوم کہ پردہ غیب میں بھی منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔ ضائع تو نہیں جا رہے ہیں۔ امور سب نازل ہو رہے ہیں۔ منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔ پلاننگ ہو رہی ہے۔ سب کچھ اچانک ہو جائے گا نہیں بلکہ پہلے پلاننگ کرو پہلے خبر دو لوگوں کو۔ پہلے بتاؤ۔ لوگوں تک پیغام پہنچاؤ۔ تاکہ لوگ تیار ہو جائیں۔ ذہنی طور پر اس لڑائی کے لیے، جو موسیٰ اور فرعون کے معرکہ کی یاد تازہ کرے گی بلکہ اس سے کہیں آگے بڑھ کر یہ معرکہ ہوگا۔ اس سے بڑا معرکہ۔ وسائل اس سے زیادہ لہٰذا ذہنی طور پر تیار تو ہو جاؤ۔ باتیں کرنا اور نعرے لگانا اور ہے۔ اپنے آپ کو تیار کرنا اور ہے، امام کی نصرت کا دعویٰ کرنا اور ہوتا ہے۔ میدان جنگ میں عملی طور پر امام کی نصرت کے لیے آنا اور بات ہے۔ یہ پیغام ہے بچوں کے لیے جو امام زمانہؑ کے سپاہی بیٹھے ہیں نا۔ چھوٹے چھوٹے سے، یہاں ان کو پیغام ہے کہ اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں۔ کہتے ہیں نا کہ

ہمیں تو کش مکش مرگِ بے اماں ہی ملی
انہیں تو جاگتی جیتی حیات مل جائے

تو ایسی تیاری کرو کہ ہماری پکار میں اتنی طاقت پیدا ہو جائے، ہماری پکار میں اتنی کشش پیدا ہو جائے کہ امام آجائیں۔ خالی گفتگو کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ امام زمانہؑ کے نغمے گانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب تک وہ صفات پیدا نہیں ہو جائیں جن کی ضرورت ہے امام کی نصرت کرنے کے لیے اور یہ یاد رکھیے گا کبھی یہ صفات برسوں کی زحمات سے حاصل ہوتی ہیں، کبھی ایک رات میں حاصل ہو جاتی ہیں۔ یہ انسان کے شوق، لگن اور جستجو پر ہے۔

بس مصائب کی منزل آگئی۔ آج کے مخصوص مصائب۔ ایک عجیب بات ہے۔ اٹھارہ ہزار کوفی بیعت توڑ چکے۔ پھر گئے سب۔ اور کچھ چاہنے والے قید کر لیے گئے۔ پھر قیدیوں کا ذکر۔ روز آئے گا ذکر۔ جب قیدیوں کا ذکر کروں، اپنے ان تین مظلوم قیدیوں سمیت، ان درجنوں قیدیوں کو، جن کی تعداد سو بتائی جاتی ہے، لاپتہ قیدیوں کو ضرور یاد کیا کیجیے دعا کیا کیجیے بلکہ ان جابروں کے لیے بد دعا کیا کیجیے کہ جو یہ مظالم کیا کرتے ہیں۔ ماؤں سے ان کے بچوں کو جدا کیا ہوا ہے۔ تمھاری نظر میں مجرم ہیں۔ پیش کر دو عدالت میں۔ ان کی بوڑھی ماں سے ملا تو دو۔ ان کو ماں بہنوں بچوں سے ملا تو دو۔ یہ حق نہیں ہے ان کا؟ تمھارا حق ہے۔ تمہارے بچوں کا حق ہے۔ ان کا نہیں ہے۔ کیوں کہ تم حاکم ہو اور یہ رعایا ہیں۔ یہ کمزور ہیں۔ تم حاکم، تمھارے پاس طاقت ہے۔ تم جو چاہو کرو تو کچھ قید کر دیئے گئے لیکن حبیب نے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ بظاہر غیر جانب دار بن گیا۔ حبیب۔ کیوں کہ ہوشیار ہے چاہتا ہے کہ امام کی نصرت کروں۔ جناب حبیب چاہتے ہیں کہ اپنے امامؑ کی نصرت کریں۔ چھپا لیا اپنے آپ کو۔ ظاہر نہیں کر رہے کہ میں حامی ہوں یا نہیں۔ انتظار کر رہے ہیں کہ جب میرا امام آئے گا۔ دیکھئے یقین ہے امام پر، جب امام آئے گا تو مجھے ضرور بلائے گا۔ یہ ہے صفت حبیب کی، جو صفات کے حامل ہوتے ہیں، ایسے انھیں یقین ہوتا ہے کہ امام ہمیں خود بلالیں گے۔ یقین ہے کہ امام تشریف لائیں گے۔ تو مجھے خود بلائیں گے۔ گذر رہے ہیں دن، خبریں مل رہی ہیں کہ حسینؑ قریب پہنچنے والے ہیں کوفے کے...... پہنچ رہے

ہیں حسینؑ......دو ۲ محرم کا دن گذرا۔ تین محرم سے لشکر پر لشکر آنے شروع ہو گئے۔ اور جو دستہ آتا ہے ،اسے حکم ہے کہ خیموں کے پاس سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے گزرو۔

ان کی ٹاپوں سے بیبیاں اور بچے اندازہ لگاتے تھے کہ لشکر پر لشکر آتا چلا جا رہا ہے۔ چھوٹے بچے تو سہم جاتے تھے ایسے موقع پر۔ بہن نے اپنے بھائی سے کہا۔ اتنا بڑا لشکر جمع ہوتا جا رہا ہے آپ کے مقابلے میں۔ آپ کے بھی تو بہت سارے دوست ہیں، انھیں خط لکھیں۔ تین چار خطوط کا ذکر ہے جو حسینؑ نے کربلا سے لکھے۔ کچھ خط تو پہنچے ہی واقعہ کربلا کے بعد، کچھ پہنچے مگر مدد کرنے والے نہ پہنچ سکے۔ ایک خط کوفے میں لکھا حبیب ابن مظاہر کو۔ حالانکہ آپ خود سوچیں جناب سید الشہداؑ سب سے کہہ رہے ہیں کہ واپس چلے جاؤ۔ کہہ رہیں ہیں نا؟ خود ہی تو واپس بھیج رہیں ہیں۔ جاؤ یہ میری قتل گاہ ہے۔ یہ میری وعدہ گاہ ہے۔ میں شہید ہو جاؤں گا۔ دوسرے بھی شہید کر دیئے جائیں گے۔ سب کو واپس بھیج رہے ہیں۔ مگر حبیب کو بلا رہے ہیں۔ یہ بتانے کے لیے کہ دیکھو امامؑ کی نصرت کرنے والے لوگ کیسے ہوتے ہیں؟ خط بھیجا کوفہ۔ اپنے بچپن کے دوست حبیب ابن مظاہر کے نام حسینؑ ابن علیؑ نے۔

حبیب ہم کوفے کے قریب پہنچ گئے اور کربلا کی سرزمین پر فرات کے اس طرف نرغہ اعداء میں آ گئے ہیں۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے ہمارے لشکر میں آ کر شامل ہو جاؤ۔ ہماری نصرت کے لیے پہنچ جاؤ۔ خاص غلام کو یہ خط دیا۔ غلام پہنچا کوفے میں گھر پوچھتا ہوا۔ جناب حبیب کے گھر پہنچا۔ گھر سے معلوم ہوا کہ بازار گئے ہیں۔ بازار میں دیکھا کہ خضاب کی دکان سے خضاب لے رہے ہیں۔ جب دکان سے باہر آئے سلام کیا۔ حسینؑ کا قاصد ہوں۔ اتنا سننا تھا اِدھر اُدھر دیکھا حبیب نے، ہاتھ پکڑ کے ایک گوشے میں لے گئے۔ کیا پیغام لایا ہے۔ اس نے اپنے عمامے سے خط نکال کے دیا۔ میرے مولا نے تجھے یہ خط بھیجا ہے۔ خط کو پڑھا پیشانی پر بل پڑ گئے۔ شکن نمودار ہو گئی۔ اس سے کہا پہنچ میں آتا ہوں۔ مہمان خانے میں بٹھایا۔ گھر میں تشریف لے گئے۔

زوجہ کھانے پرانتظار کررہی تھی زوجہ نے دیکھا حبیب کے چہرے پر تفکرات ہیں۔کوئی پریشانی کی بات ہے، حبیب کیا بات ہے؟۔کیوں پریشان نظر آتے ہو۔اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا جب بھی تیرے مولا کا خط آیا تجھے میں نے ہمیشہ پہلے سے زیادہ خوش دیکھا۔کہا کہ کیا کروں بات ہی ایسی ہے۔حسینؑ کا خط آیا ہے کہ میں دشمنوں کے نرغے میں کربلا کی سرزمین میں گھر گیا ہوں میری مدد کو آؤ۔یہ جو سنا تو وہ حیران ہو کر کہتی ہے حبیب پھر کیا سوچا تو نے؟ حبیب فرماتے ہیں کہ تو دیکھ رہی ہے کہ سب نے تو ساتھ چھوڑ دیا۔میں اکیلا کیا کروں گا یہی ہوتی ہے نالوگوں کی فکر کہ سب نے تو ساتھ چھوڑ دیا۔میں اکیلا کروں گا۔جاؤں کہ نا جاؤں؟اسی کشمکش میں ہوں۔

بس یہ سننا تھا کہ مومنہ کھڑی ہوئی اور دیوار میں لگی ہوئی حبیب کی شمشیر کو کھینچا اور کہتی ہے وائے ہو حبیب تجھ پر میں تو کچھ اور سمجھی تھی تو تو کچھ اور نکلا۔یہ ہی وفا کا تقاضہ ہے۔اس محبت کا دعویدار تھا تو۔یہ ہی دوستی کا تقاضہ ہے۔ابھی تو کل تک تو کہتا تھا کہ حسینؑ مجھے زندگی دینے والا ہے اور آج تو سوچ رہا ہے کہ جاؤں کہ نہ جاؤں؟ لے تو میری چادر پہن کر بیٹھ میں حسینؑ کی نصرت کے لیے جاؤں گی۔بس اتنا سننا تھا حبیب اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے چادر واپس اس کے سر پر ڈالی بیٹھ جا مومنہ میں تو تیرا امتحان لے رہا تھا کہ کوفے کی دوسری عورتوں کی طرح تو بھی بدل تو نہیں گئی۔سب نے ساتھ چھوڑ دیا تھا کہیں تو نے ساتھ تو نہیں چھوڑ دیا۔بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ حسینؑ حبیب کو بلائے اور حبیب نہ جائے؟ بھیج دیا قاصد کو جا جواب خود بخود پہنچ جائے گا حسینؑ کے پاس۔

اپنے غلام کو بلایا کہا میرا گھوڑا لے کر رات پچھلے پہر میرا انتظار کرنا۔فلاں مقام پر میں آؤں گا کربلا چلنا ہے۔حسینؑ کی نصرت کو جانا ہے۔کرفیو لگا ہوا ہے نا؟ راستے بند ہیں۔نہ کوئی جا سکتا ہے نہ کوئی آسکتا ہے لہٰذا حبیب کو مقررہ وقت پر مقررہ جگہ پر پہنچنے میں تھوڑی سی دیر ہو گئی لیکن جب مقررہ جگہ پر پہنچے تو دیکھا ان کا گھوڑا بے چینی سے پیر پٹخ رہا ہے،اور حبیب کا غلام

گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پھیرتا جارہا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ بس تھوڑی دیر اور انتظار کرلے۔ اگر میرا مولا حبیب نہ آیا، تو میں تجھ پر سوار ہوکر جاؤں گا فرزندِ زہراؑ کی مدد کرنے۔ سینے سے لگا کر دعا دی حبیب نے کہ خدا تجھے جزائے خیر دے۔ مجھے راستہ بنانے میں دیر ہورہی تھی۔ ایسا تھوڑی ہے کہ میں نہ آتا۔ پھر آسمان کی طرف رخ کرکے کہتے ہیں۔ بارالٰہا! آل رسولؐ پر کیسا وقت آگیا کہ غلام آقاؤں پر سبقت کررہے ہیں۔ کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ حسینؑ صبح کی نماز سے فارغ ہوکر بیٹھے ہیں اپنے انصار کے ساتھ۔ ادھر سورج طلوع ہورہا ہے ادھر کوفے کی جانب سے گرد و غبار نمودار ہورہا ہے۔ جیسے ہی گرد و غبار نمودار ہوا تھوڑی سے گرد چھٹی تو دو سوار آتے نظر آئے۔ حسینؑ نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے تکبیر کی آواز بلند کی اللہ اکبر۔ ادھر حسینؑ نے اللہ اکبر کہا ادھر تمام انصار نے مل کر کہا۔ اللہ اکبر سمجھ گئے کہ کوئی ہمارا دوست آگیا۔ جب اور قریب ہوئے سوار تو حسینؑ نے آواز دی عباسؑ، اکبر، ابن عوسجہ، سب آگے بڑھو۔ استقبال کرو۔

میرے بچپن کا دوست آرہا ہے فقیہ کوفہ۔ کوفے کا عالم آرہا ہے۔ جاؤ، اس کا استقبال کرو۔ کوئی معمولی آدمی نہیں آرہا ہے۔ کوفے کا فقیہہ ہے۔ دین بیچنے والے قاضی فقیہ تھوڑی ہوتے ہیں۔ یہ ہے فقیہ جاؤ اس کا استقبال کرو۔ ادھر استقبال کے لیے پورا جلوس آگے بڑھا جونہی حبیب کی نظر پڑی، قمر بنی ہاشم نمایاں ہیں فوراً گھوڑے سے اتر پڑے۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کی اے فرزند بوتراب میں کہاں اس قابل کہ آپ میرا استقبال کرنے کو آئیں۔ عباسؑ نے گلے لگایا میرے مولا ہی نے بھیجا ہے حبیب۔ میرے مولا نے بھیجا ہے۔ ہم سب تمھارے استقبال کے لیے آئے ہیں۔ سب اپنے جلو میں لے کر حبیب کو حسینؑ کی خدمت میں پہنچے۔ جوں ہی قرب حاصل ہوا دوڑ کر قدموں پر سر رکھ دیا۔ کوئی سوال نہیں کیا حبیب نے نہ ہی لشکر کے بارے میں پوچھا کہ مولاؑ، ابن زیاد کے پاس کتنا لشکر ہے۔ آپ کے کتنے سپاہی ہیں۔ حبیب نے تو بس اتنا پوچھا مولاؑ مجھے آنے میں دیر تو نہیں ہوئی؟ راستہ بنانا ذرا مشکل تھا۔ راستے بند تھے۔ دیر تو نہیں ہوئی؟ حسینؑ نے اٹھایا سینے سے لگایا کہا

نہیں حبیب بالکل ٹھیک وقت پر آئے ہو کوئی دیر نہیں ہوئی۔ باری باری سب سے مل رہے ہیں۔ تکبیریں بلند ہو رہی ہیں۔ حسینؑ کے بچپن کا دوست، جو کھیلتا تھا حسینؑ کے ساتھ، وہ آیا ہے۔ حبیب آیا ہے۔ شور مچا۔ خیموں تک آواز پہنچی، خیموں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ حسینؑ کا بھی کوئی مددگار پہنچ گیا حسینؑ کا بچپن کا دوست آ گیا۔ جونہی یہ خبر ثانی زہراؑ کو ملی فوراً فضہ کو بلا کر کہا۔ جا میرے بھائی حبیب کو میرا اسلام تو کہہ۔ فضہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آئیں اور سلام کیا اور سلام کرنے کے بعد کہتی ہیں حبیب تجھے مبارک ہو۔ حبیب حیران ہو کر کہتے ہیں اماں فضہ بڑی اچھی بات ہے میرے لیے کہ میں حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں لیکن لہجہ بتا رہا کہ یہ مبارک کسی اور بات کی ہے۔ کیا واقعہ ہوا؟ اب جناب فضہ فرماتی ہیں کہ تجھے مبارک باد کیوں نہ دوں میری شہزادی نے تجھے سلام بھیجا ہے ثانی زہراؑ نے کہ میرے بھائی حبیب کو میرا اسلام کہہ دینا۔

بس یہ سننا تھا حبیب نے اپنا عمامہ پھینک دیا۔ منہ پیٹنا شروع کر دیا۔ سر پیٹنا شروع کر دیا۔ گریبان چاک کر ڈالا۔ بارالٰہا! کیا میں آج ہی کے دن کے لیے زندہ رہ گیا تھا؟ یہ وقت آ گیا آلِ رسول پر کہ شہزادیاں غلاموں کو سلام بھجوا رہی ہیں۔ یہاں پر روایت ختم ہو گئی مگر میں ہمیشہ دو جملے پڑھتا ہوں اس روایت کے بعد کہ اے حبیب! آپ کو کیا معلوم کہ ثانی زہراؑ کو اپنے بھائیوں پر کتنا مان ہے کتنا یقین ہے اپنے بھائیوں کے قوتِ بازو پر۔ جانتی ہیں ثانی زہراؑ کہ جب تک میرے بھائی سلامت ہیں، کسی کی مجال ہے کہ زینبؑ کے سر سے چادر چھین لے۔ زینبؑ کے بازوں میں رسن باندھ دے۔ اے حبیب آپ کو کیا معلوم، عصر عاشور کے بعد جب اشقیاء خیموں میں داخل ہوں گے سروں سے چادریں چھینیں گے، مال اسباب لوٹیں گے تو زینبؑ اپنے ایک ایک بھائی کو آواز دے رہی ہوں گی۔ ارے کٹے ہوئے لاشے تڑپتے تو ہوں گے مگر کہیں سے کوئی جواب نہ آئے گا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

یہ کتابیں پاکستان کے تمام معروف قومی کتب فروشوں کے یہاں دستیاب ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالِمِيْنَ . اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا اَبِى الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْآنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَمَّا بَعْدفَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِيْنَ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِىْ لَايُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائے دار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں اور اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے تو وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ نور۔۵۵)

عزیزانِ محترم! آپ کے علم میں ہے کہ۔ ہم روزانہ اپنے قیدی بھائیوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ صرف اپنے نہیں ہم تو سب کو شامل کر کے جو سو کے قریب لا پتہ افراد ہیں، ان کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ بہر حال جس ٹوٹا ہے اور قفس سے کچھ آواز آئی ہے، ذرا سی دستک ہوئی ہے، ہلکی سی آہٹ ہوئی ہے، کسی کے کان پر جوں رینگی ہے، تو ڈاکٹر علی رضا کا تو بہر حال اعتراف کر لیا گیا ہے کہ وہ ان کی تحویل میں ہیں۔ آج آپ نے سن لیا ہو گا خبروں میں۔

بہر حال، انشاء اللہ دعا کریں کہ دس محرم سے پہلے پہلے ان تمام اسیروں کا جو لا پتہ ہیں، ان کی خبر مل جائے اور صرف خبر نہیں ملے گی، یہ اپنے پیاروں سے مل جائیں گے۔ ماں باپ سے، اپنے بیوی بچوں سے مل جائیں گے اور پھر ہم نے کہہ دیا کہ ہم بھی اسی شہر کے لوگ ہیں، اسی ملک کے لوگ ہیں، ہم نے یہ ملک بنایا ہے۔ ہمیں کوئی شوق نہیں، نہ کوئی Threat دینے کا، نہ کوئی دھمکی دینے کا، نہ دھمکی سننے کا۔ دونوں چیزوں کی ہمیں عادت نہیں نہ ہم کسی کو دھمکی دیتے ہیں اور نہ کوئی دھمکی ہم برداشت کرتے ہیں۔ اور نہ ہمیں کوئی اس کی ضرورت ہے لہٰذا ہم بڑے پیار سے کہہ رہے ہیں اور بڑے پیار سے ہر بات آپ تک پہنچا رہے ہیں کہ یہ انسانی مسئلہ ہے۔ خالصتاً انسانی مسئلہ ہے اور اسی لیے ہم سب کی بات کر رہے ہیں۔ صرف شیعہ اسیروں کی بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ تمام سو لا پتہ افراد کہ کوئی بلوچستان کا ہے تو کوئی سرحد اور پنجاب کا۔ کوئی شیعہ ہے، کوئی سنی ہے، کہیں کا بھی ہے ہمیں اس سے غرض نہیں لیکن انسان ہے اور انسان کی حیثیت سے اس کا حق ہے کہ اس کے ماں باپ، بیوی بچوں کو ملنے دیا جائے۔ اگر آپ مقدمہ بنائیں تو ٹھیک ہے۔ بنائیے لیکن ان سے ملنے تو دیجئے۔ ان کا انسانی حق ہے، وہ تو ادا کیجئے۔ اور آپ سے بھی میری یہ درخواست ہے کہ ہمیشہ ان مسائل کو انسانی مسائل کی نظر سے دیکھا کیجئے۔ کسی فرقے کی نظر سے نہ دیکھا کیجئے۔ قیدی، قیدی ہے وہ کسی بھی مکتب کا ہو، ہم ان تمام اسیروں کے لیے آواز اٹھا رہے ہیں۔ کسی خاص کے لیے نہیں اور جب جہاں بھی ان کے خاندان کے لوگ ان کے بیوی بچے آواز اٹھائیں گے تو ان کے ساتھ

یکجہتی کے لیے آواز سے آواز ملایا کیجئے۔ آپ کے ساتھ کھڑے ہو جانے سے بھی ان کی ہمت بندھ جاتی ہے کہ ہمارا ساتھ دینے والے اور بھی لوگ ہیں۔ تو ان تمام لاپتہ لوگوں کے جو لواحقین، جو ورثاء ہیں، انھوں نے کل بھی ایک پرامن مظاہرے کا اہتمام کیا ہے۔ آپ میں سے جو لوگ جانا چاہیں، میں نہ ہوں تو یہ نہیں کہیے گا کہ خود مظاہرے میں نہیں آئے کیوں کہ میری مجالس کا شیڈول ہی ایسا ہے کہ میرے لیے وہاں پہنچنا مشکل ہوتا ہے لیکن یک جہتی کے طور پر ان کے ساتھ جو پہنچ سکتا ہے، وہاں پر پہنچے نمائش پر وہ Demonstration کریں گے۔ وہاں پر جو پہنچ سکتا ہو، پہنچے۔ تا کہ انھیں احساس ہو جائے کہ اور مومنین بھی ہمارے ساتھ ہیں، اور لوگ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ پرامن Demonstration تا کہ پوری دنیا کو اچھا Message جائے کہ ہم پرامن شہری ہیں، پرامن احتجاج کرنا جانتے ہیں اور پرامن طریقے سے اپنے مطالبات کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ محرم شروع ہوتے ہی افواہ سازی کے کارخانے کھل جاتے ہیں۔ ایک قیامت ڈھادی ہے موبائل نے۔ ایک Message چلنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں آجائیے، ادھر آجائیے، ادھر پہنچ جائیے، ادھر پہنچ جائیے۔ کون بھیجتا ہے Message؟ کسی کو کچھ نہیں معلوم خدا کے لیے خبروں کی تحقیق اور تصدیق سے پہلے کوئی قدم نہ اٹھائیں ہم بڑے پرآشوب دور سے گذر رہیں ہیں۔ ایک مثال دیتا ہوں، دیکھیے پرسوں کی بات ہے۔ حزب اللہ نے مظاہروں کا اعلان کیا۔ حسن نصر اللہ نے پروٹیسٹ کا اعلان کیا کہ ہم اپنے مطالبے کے پورے ہونے تک سڑکوں پر بیٹھے رہیں گے۔ پوری قوم آکر بیٹھ گئی۔ سازش ہوئی اجتماعی، ہنگامہ ہو گیا۔ ہنگامہ ہوتے دیر تو نہیں لگتی۔ تین افراد جاں بحق ہو گئے۔ سازش کیا تھی کہ جھگڑا کرا دیا جائے، شیعہ سنی جھگڑا کرا کے ان پر قابو کر لیا جائے ۔ میں نے کل بھی بیان کیا تھا۔ حسن نصر اللہ نے بیان دیا تھا کہ ہزار آدمی بھی ہمارے مار دیئے جائیں، تو ہم ہتھیار نہیں اٹھائیں گے۔ دیکھئے اس شخص کا صبر دیکھئے کہ کل جیسے ہی ہنگامہ ہوا۔ میں رات کو جا کر سوتا تھوڑی ہوں۔ پوری دنیا کی خبریں سنتا ہوں۔ بریکنگ نیوز چل رہی تھیں۔ آپ میں سے نہ جانے

کتنوں نے دیکھی ہوگی کہ اسی حسن نصر اللہ نے اپنی پوری قوم کے لیے اعلان کیا کہ سب اپنے گھروں میں چلے جائیں اور احتجاج ختم۔ ہمیں نہیں لڑنا۔ ہمیں نہیں مارنا۔ اور اُنھیں حزب اللہ کے کارکنوں نے سڑکوں سے گلیوں سے ساری رکاوٹیں ہٹادیں۔ تو دیکھئے کتنی بڑی سازش ناکام بنائی۔ اب وہ لڑنے والا کس سے لڑے گا؟ خود ہٹ گئے۔ کسی بھی صورت میں یہ جو آپس کی لڑائی ہے نہیں چاہتے کہ یہ نہیں ہونی چاہیے تو ہمیں سیکھنا چاہیے۔ یہ ہمارے راہ نما ہیں۔ میں نہیں کہہ رہا۔ میں اپنی بات نہیں کر رہا کیوں کہ یہاں تو بظاہر جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے لیکن قوم اور رہبر دونوں مل کر آئیں۔ اگر یہاں لوگوں کو سڑکوں پر لایا جائے اور واپسی کا کہا جائے تو آپ جانتے ہیں کیا کہا جائے گا؟ دیکھا ڈر گیا۔ لایا کیوں تھا۔ قوم کا سودا کر دیا سن سن کے جگر چھلنی ہو گیا ہے اس لیے آپ کو کوئی حکم تو دیتے نہیں۔ آپ سے ہمیشہ درخواست کرتے ہیں۔ چاہے مان لیجئے گا۔ چاہے جو دل چاہے وہ کیجئے گا۔ ٹھیک ہے۔ تو آپ نے دیکھا کہ انھوں نے کس انداز میں مسئلے کو ہنڈل کیا۔ اور ایک بین الاقوامی سازش کو ناکام بنا دیا کہ نہیں کر رہے رہبر نے پروٹیسٹ و حکم دیا واپس جاؤ بلکہ سب رکاوٹیں اپنے ہاتھ سے اٹھائیں۔ ہمارا احتجاج ختم لیکن ہم آپس میں لڑائی والی سازش کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

رہبر معظم کا بھی پیغام آگیا محرم کا! استعمار کی سازش یہ ہے کہ کسی بھی طرح، کسی چھوٹے سے ایشو کو اٹھا کر زبردست آگ بھڑکا دی جائے فرقہ واریت کی۔ ہمارا کام کیا ہے عزیزو! جو میں بار بار تکرار کر رہا ہوں۔ میں اپنے مزاج کے بالکل خلاف جو تقریریں کر رہا ہوں۔ کیوں؟ میرے سر پر بھی کوئی ہے۔ میرا بھی لیڈر کوئی ہے جسے میں اپنے زمانے کے امام کا نائب سمجھتا ہوں۔ مجھ پر واجب ہے کہ میں اس کی اطاعت کروں۔ اگر میں ان کو اپنا رہبر مانتا ہوں، اگر میں ان کو نائب امام مانتا ہوں، تو آپ مانیں نہ مانیں میں اپنا فریضہ ادا کرتا رہوں گا۔ اور مجھ سے کبھی توقع نہیں رکھیے گا کہ میں اس آگ میں کودوں گا۔ کیوں کہ اب میرے رہبر کا حکم آگیا اور نائب امام کا حکم میرے لیے امام زمانہؑ کا حکم ہے۔ تو میں اس جھگڑے میں نہیں پڑوں گا۔ اس سازش کو کبھی کامیاب نہیں

ہونے دینا ہے۔ یہ تو آپس میں لڑانے کی، بھائی سے بھائی کو لڑانے کی سازش ہے کیوں کہ اس پوری لڑائی کا فائدہ کس کو پہنچتا ہے؟ سام راج کو پہنچتا ہے، استعمار کو پہنچتا ہے، شیطانی طاقتوں کو پہنچتا ہے لہٰذا بہادری کیا ہے؟ سام راج کی سازشوں کو ناکام بنانا، ان کا آلہ کار نہیں بننا، جو وہ چاہتے ہیں ۔اس کا مطلب ہے کہ شیطانی طاقتیں ہیں وہی یہ کام چاہتے ہیں ۔لیکن ہمیں وہ کرنا ہے جو ہمارا امامؑ ہم سے چاہتا ہے لہٰذا آپ بزدل کہیے یا جو کہیے۔ میں اعلان کر رہا ہوں۔ میں تو کوئی بات چھپا کر رکھتا نہیں ہوں آپ سے۔ کبھی مجھ سے توقع نہیں رکھیے گا کیوں کہ اب رہبر کا حکم آ گیا ہے۔ میرے لیے واجب ہے کیوں کہ تقلید میں ہوں رہبر کی۔ کیوں کہ میں ان کو رہبر مانتا ہوں۔ اور آپ مانیں یا نہ مانیں، میں تو ان کو دنیائے اسلام کا رہبر مانتا ہوں۔ کوئی مانے یا نہ مانے لہٰذا میں اس سازش کی ناکامی کے لیے بولتا رہوں گا، بولتا رہوں گا۔ جب تک سانس ہے، بولتا رہوں گا کہ اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دینا ہے جو امریکی ایجنٹ یہاں پر کرنا چاہ رہے ہیں ۔امریکی سام راج چاہتا ہے کہ ہمیں لڑا کر فائدہ اٹھالے اور تنہا کر دے۔ جمہوری اسلامی کو تنہا کرنے کی سازش ہے۔ جوں ہی پورے عالم اسلام میں فساد پھیلے گا جمہوری اسلام اکیلی ہو جائے گی اور جمہوری اسلامی پر حملہ کرنے کی سازش تیار کی جا رہی ہے۔ ہمیں اس دھارے میں بہنا نہیں۔ ہمیں حصہ نہیں بننا ہے اس سازش کا۔ ہمیں اپنے فریضہ کو ادا کرنا ہے۔ اس سے زیادہ صاف لفظوں میں بات نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کو اچھی لگی ہو یا بری لگی ہو۔

طریقہ کار کیا جا رہا ہے۔ ہمارا اسلوب کیا چل رہا ہے کہ جہاں سے کل مجلس کو ختم کیا ہے وہیں سے لے کر آگے چلیں تا کہ آپ کو یاد بھی رہے کہ مجلس کو کہاں ختم کیا تھا۔ سورۃ قدر کی بات ہو رہی تھی کہ تمام امور کہاں نازل ہوتے ہیں ولی الامر پر صاحبِ امر پر لا کر ہم نے بات ختم کی تھی۔ اب صاحب امر کی تفصیل میں جائیں گے۔ پہلے امر کو سمجھیں گے کہ امر کیا ہے؟ جب امر سمجھ میں آئے گا تو پھر صاحب امر کی بات کی جائے گی۔ پھر روح کا بھی ذکر آئے گا۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا

ترجمہ: جس فرشتے کے ذمے دنیا کا جو کام ہے سب لے کر آ رہا ہے سارے امور لے کر آ رہا ہے۔

ملائیکہ بھی نازل ہوتے ہیں اور روح بھی نازل ہوتی ہے اللہ کے حکم سے۔ ہر امر کو لے کر نازل ہوتی ہے۔کل بات کو کہاں پر ختم کیا تھا کہ کوئی تو ہے نا؟ جہاں سارے امور نازل ہو رہے ہیں۔صاحب امر تک بات پہنچی تھی ہماری۔ پہلے امر کو سمجھیں گے۔ پھر صاحب امر سمجھ میں آ جائے گا۔ کہ ہر شخص، ہر صاحب اقتدار، ہر حکومت میں بیٹھا ہوا تھوڑی اولی الامر ہوا۔ بلکہ پہلے امر کو تو سمجھیں کہ امر کیا ہے؟ جب امر سمجھ میں آئے گا تو پھر ہمیں سمجھ میں آئے گا کہ جس کے ہاتھ میں پروردگار یہ امر دے گا، وہ صاحب امر کیسا ہوگا؟ مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں نے امر کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ امر ہے کیا؟ امر سمجھ میں آتا تو صاحب امر سمجھ میں آتا۔اب قرآن مجید میں بہت ساری آیات ہیں لیکن دو تین مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ٥ (یٰسٓ ۸۲)

پس اللہ کا امر کیا ہے؟ اللہ کا امر یہ ہے کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ شے ہو جاتی ہے۔

اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ٥

بس ارادہ کسی شے کا کیا تو اس شے کے ارادے کے لیے کیا کہتا ہے پروردگار عالم؟ کن فیکون کہا اور پورا ہو گیا۔اسی کو کہتے ہیں ولایت تکوینی۔انشاء اللہ جب نتیجہ نکلے گا تو آپ کو بہت لطف آئے گا اور میں آسانی سے سمجھا پاؤں گا تا کہ نوجوانوں اور بچوں کی بھی بات سمجھ میں آ سکے۔ ایک مشکل مسئلے کو کوشش کروں گا کہ بہت آسان کر کے آپ کے سامنے پیش کر دوں کہ امر کیا ہے؟

جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرے تو اس شے کے لیے کہتا ہے۔ کن فیکو ن ۔پس وہ ہو جاتی ہے۔ یہ کہا گیا دوسری جگہ۔کیا کہا گیا؟ یہ تو تھی سورۃ یٰسین کی 82ویں آیت اور سورۃ قمر کی 50ویں آیت ارشاد ہوا۔

وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ (القمر ۵۰)

ہمارا امر نہیں ہے مگر کیا ہے؟ بس ایک لمحے میں ہونے والی چیز ہے۔

اتنی جلدی ہونے کی بات ہے۔ پلک جھپکی اور ہو گیا۔

یہ ہے امر اللہ ایک پل کیسا پل؟ وہ پل یعنی پلک جھپکنے کی بات۔ یہ ہمارا امر ہے۔

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۝ (اعراف ۵۴)

اسی کے امر سے ہی یہ چاند، سورج، ستارے جو کچھ بھی ہیں مسخر ہیں، امر کے ذریعے سے۔

امر کیا ہے؟ اللہ کا ارادہ۔ امر کیا ہے؟ پلک جھپکنے سے بھی کم کی بات۔ امر کیا ہے؟ اس امر کے ذریعے سے پوری کائنات مسخر ہے۔ رات دن یعنی لیل ونہار، یہ سب کے سب مسخر ہیں۔ تمام چیزیں مسخر ہیں۔ کائنات مسخر ہے۔ چاند مسخر ہے۔ کس کے ذریعے سے؟ چوتھی مثال دیتے ہیں۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرآیل ۸۵)

اے رسول یہ آپ سے پوچھتے ہیں روح کے بارے میں۔ دونوں چیزوں یہاں جمع ہو گئیں۔ اے رسول کہہ دیجئے روح اللہ کے امر میں سے ایک امر ہے۔

مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ

اللہ کے امر میں سے۔ یعنی روح بھی کس کا حصہ نکلی امر کا حصہ۔ تو امر کی منزل آگے بڑھ گئی۔ روح اللہ کے امر میں سے ایک امر ہے۔ اللہ کا امر ہے اللہ کا حکم ہے۔

وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اور اس کا علم تمہیں نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا۔ اگر کوئی تمہارے سامنے روح کی تفصیل بیان کرنے لگے، روح کی تشریح کرنے لگے، تو سمجھ لینا کہ جھوٹا ہے۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ۔ یہودیوں نے امتحان کے لیے بھیجا کچھ لوگوں کو کہ دیکھو ہم دو سوال دے کر بھیجتے ہیں۔ اگر صحیح جواب دے دیں تو سمجھ لینا کہ رسولؐ ہیں۔ کیونکہ انھیں یقین نہیں تھا کہ رسول ہیں کیا سوال کریں؟ ایک سوال تو کرنا کہ اُن جوانوں کے بارے میں کیا جانتے ہیں جو غائب ہو گئے؟ بس اتنا سا سوال اب دیکھئے کیسا عجیب سوال ہے؟ روزانہ میری مجلس میں جیسے قدرت مجھ سے کچھ کہلوانا چاہ رہی ہے لاپتہ نوجوانوں کے لیے، قدرت کچھ کہلوانا چاہ رہی ہے۔ ہر روز شاید کچھ بات آجاتی ہے۔ دو سوال کرنا، ایک سوال کرنا، ان نوجوانوں کے بارے میں جو لاپتہ ہو گئے، جو گم ہو گئے۔ دوسرا سوال کرنا روح کے بارے میں کہ روح کیا ہے؟ سنو جوانوں کا بھی بتا دیں کہ جواب کیا ہے۔ وہ جوان ہیں اصحاب کہف۔ انھیں بتایا جو سوال لے کر جا رہے ہیں کہ لکھ کر رکھ لو اپنے پاس جواب یہ ہے۔ روح کا جواب یہ ہے کہ روح کا علم اللہ نے دیا ہی نہیں ہے کسی کو۔ روح کے بارے میں پوچھ لینا۔ اگر روح کی تفصیل بیان کرنے لگے، روح کا مفہوم بتانے لگے تو سمجھ لینا کہ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ اب ایک سوال آپ کے ذہن میں آگیا، اس کا جواب دوں گا لیکن پہلے واقعہ پورا سن لیجیے۔ جو بات کر رہا ہوں۔ اگر جواب دیں اور تفصیل بتائیں روح کی تو سمجھ لینا رسول نہیں ہیں۔ ایک بات ذہن میں رکھیئے کہ اگر رسولؐ کے پاس علم ہے بھی تو بھی رسولؐ تفصیل نہیں بتائے گا کیوں؟ اس لیے کہ سننے والے متحمل نہیں ہو سکتے۔

دیکھے بہت اہم مجلس ہے میری آج کی۔ پوری توجہ کے ساتھ۔ اگر علم ہے بھی تو نہیں بتائے گا کیوں؟ اگر ایسے بتا دی تفصیل تو misuse کریں گے۔ متحمل نہیں ہو سکتے۔ سمجھ میں بات نہیں آئے گی۔ بہک جائیں گے۔ بگڑ جائیں گے۔ کسی کو ذرا سا کچھ معلوم بھی ہو جائے تو دکان کھول کے بیٹھ جائیں گے۔ اسی لیئے نائب امام کی پہچان یہ ہے کہ اگر نائب امام، مرجع تقلید، امام سے ملاقات بھی کریں گے تو اجازت نہیں ہے کہ بتائیں۔ کوئی مرجع تقلید بھی بتا دیجئے کہ جس نے کہا ہو کہ میری امامؑ سے ملاقات بھی ہوئی۔ اگر ہوئی تو لکھ دیا کہ میرے مرنے کے بعد

بتانا، زندگی میں نہیں۔ کیوں؟ اگر زندگی میں بتادیا تو اپنی نفسانی خواہش کے آڑے آنے کا ڈر ہے۔ تا کہ لوگ میرا احترام کریں، مجھے بڑا مانیں، مجھے زیادہ عزت دیں۔ تو جھوٹے اور سچے کی پہچان کیا ہوئی کہ اگر وہ مرجع اپنی زندگی میں کہتا ہوا نظر آئے کہ میری امامؑ سے براہ راست ملاقات ہوتی ہے تو سمجھ لیجئے کہ لوگوں میں مقام بنانا چاہتا ہے۔ اسی لیے کسی مرجع نے اپنی ملاقات کا حال نہیں بتایا۔ مرنے کے بعد لوگوں کو پتا چلتا تھا۔ جب روز روز لوگوں کی ملاقات ہونے لگے امام سے تو سمجھ لو کہ معاشرے میں اپنے جھوٹے مقام کے لیے قصیدے گڑھ رہا ہے تا کہ لوگ عزت کریں۔ بھئی امامؑ سے ملاقات ہوئی تھی، امامؑ آئے تھے، امامؑ سے بات ہوئی، امامؑ سے وہ بات ہوئی۔ سمجھ میں آرہی ہے یہ بات۔ اب یہی بات وہاں رکھی گئی کہ اگر تفصیل بتادیں روح کی، علم ہے تفصیل بتادیں تو سمجھ لینا نہیں ہیں رسول۔ لوگ مانیں نہ مانیں کیوں کہ اللہ کا حکم نہیں ہے لہٰذا کیوں بتائیں؟ یہ آپ سے روح کے بارے میں سوال کریں تو ان سے کہیے کہ یہ ایک امر ہے، امر رب کا۔ یہ کہہ دیجئے کہ اللہ کا امر ہے۔ بتایئے گا نہیں تفصیل اور یہ بھی کہہ دیجئے گا کہ مجھے اس کا علم نہیں دیا گیا۔ کوئی اعتراض تو نہیں؟ یہ آیت ہے سورۂ بنی اسرائیل کی کہ علم نہیں دیا گیا لہٰذا ایسے مسئلے میں نہیں پڑو جس کا تم سے تعلق نہیں تو یہاں امر بھی جمع ہو گیا، روح بھی جمع ہوگئی۔

تو امر ربی کیا ہے؟ روح بھی امر ربی ہے۔ کائنات کی تفصیل بھی امر ربی ہے۔ تفصیل بتا دیں کہ امر کیا ہے؟ شام کے حاکم کے پاس سوال کا پلندہ بھیجا گیا۔ روم کے حاکم کی طرف سے کہ اگر تمہارا مذہب صحیح ہے تو یہ جواب بتاؤ۔ بہت سارے سوال تھے۔ ایک سوال پیش کروں گا کیوں کہ واقعات اور قصوں میں پورا وقت نہیں گزارنا چاہتا۔ مطلب آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ ایک سوال بہت اہم ہے۔ بہت سارے سوال، جھوٹ اور سچ کا فاصلہ کتنا ہے؟ آسمان سے زمین کی دوری کتنی ہے؟ سوال جواب آپ سنتے رہتے ہیں مختلف مجالس میں۔ وہ جو ہمارے موضوع سے

ربط رکھتا ہے، ایک سوال اس میں یہ ہے کہ وہ کون سی دس چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے طاقتور ہیں۔ اب ان سوالات کا جواب شام والا کہاں سے لائے کیا بتائے گا۔ وہ کیا بتائے گا اسے کیا معلوم۔ پریشان ہو گیا۔ اپنے درباری عالموں کو جمع کیا۔ کہا بھئی لاؤ کہیں سے اس کا جواب؟ امیر شام کو اسلام سے کیا دلچسپی؟ اسلام سے دل چسپی نہیں ہے، اسلام تو بس وسیلہ ہے حکومت حاصل کرنے کا، اقتدار حاصل کرنے کا وسیلہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ آج بھی تڑپے جارہے ہیں، مرے جارہے ہیں، اسلام کے لیے نہیں تڑپ رہے، حکومت کے لیے تڑپ رہے ہیں اور پھر وہ ایک جملہ آہی گیا اب آپ لاکھ Repitition کہیے مگر میں کیا کروں، روکوں گا نہیں۔ اب حلق تک آ گیا، میری زبان تک آ گیا، ایک صوبے میں اسلام آیا تو تم نے تین عیدیں کروادی ہیں، چار صوبے میں تمہارا خود ساختہ اسلام آیا تو کم از کم بارہ پندرہ عیدیں تو کرواہی دو گے۔

تو مسئلہ اسلام کا نہیں ہے۔ مسئلہ وہ ہی آجاتا ہے اسلام آباد والا بیچ میں۔ اسلام کا نہیں اُس وقت یہ مسئلہ تھا کہ اسلام میں ہمیں کا ہے کی دل چسپی لیکن کیوں کہ حکومت اسلام کے نام پر کر رہا ہے تو سوال کا جواب تو لاؤ۔ کیا کیا جائے؟ تو مشورہ کسی نے دیا۔ بھیج کسی کو کوفہ بھیج۔ دونوں میں فائدہ ہے، اگر جواب نہ ملا تو کہیں گے کہ دیکھو معاذ اللہ عالم بنتے تھے۔ مل گیا تو میں بھیج دوں گا اپنے نام سے۔ بھیجا، ایک ایسے آدمی کو اور تاکید کر دی کہ بتانا نہیں کہ میں نے بھیجا ہے، ایسے بیوقوف تھے، ایسے گدھے تھے کہ سارے امتحانات کرنے کے باوجود کہہ رہے ہیں کہ بتانا نہیں۔ بھلا علیؑ کی نظروں سے کچھ چھپ سکتا تھا؟ مولاؑ کی نظروں سے چھپ سکتا تھا؟ پہنچا بے چارا بڑا ہوشیار بن کے بھیس بدل کے پہنچ گیا نیا آدمی۔ کون ہو؟ کہنے لگا کہ آپ میں سے ہوں۔ کہا ہم میں سے تو نہیں ہو۔ پہچاننے والی آنکھیں ہوں تو پہچان لیتی ہیں۔ نہیں ہم میں سے تو نہیں ہو۔ بیٹھو، نہیں مولاؑ آپ میں سے ہوں۔ کہا نہیں یہاں کا نہیں ہے تو خود ہی بتا دے یا میں بتاؤں؟ پھر ڈر گیا۔ پھر کہا کہ جان کی امان مولا نے مسکرا کے فرمایا کہ جان کی امان ہے میں تو یہ بھی جانتا ہوں

کہ تجھے کس نے بھیجا ہے اور کس لیے بھیجا ہے پھر اس نے پرچہ نکالا اور کہا بالکل صحیح پہچانا آپ نے، یہ سوال ہے۔ شام سے آیا ہوں۔ اس کے پاس جواب لے کر جانا ہے۔ روایت میں ہے کہ مولاؑ متقیان نے تینوں بیٹوں کو بلایا حسنؑ حسینؑ اور محمد حنفیہ تینوں کو۔ یاد رکھیئے جنابِ محمد حنفیہ کا بہت بڑا مقام ہے۔ کچھ عالم نما جاہل، کچھ جعلی دانش ور جناب محمد حنفیہ کے کردار کو مسخ کرتے ہیں۔ جناب امیر مختار کے معاملے میں شبہ میں پڑ جاتے ہیں نہ جناب محمد حنفیہ کو جانتے ہیں اور نہ جناب امیر مختار کو جانتے ہیں۔ میں ان کے بارے میں تفصیل سے لکھ بھی چکا ہوں اور پڑھ بھی چکا ہوں کبھی فرصت ہو، کوئی شک ہو، تو جا کر دیکھ لیجئے گا۔ امیر مختار نامی میری کتاب کی Publicity بھی ہو جائے گی آپ کے سامنے۔ دیکھ لیجئے گا، آپ کی غلط فہمیاں اگر ہیں تو دور ہو جائیں گی اور آئندہ کوئی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوا کرے گا۔

بلایا محمد حنفیہ کو اور کہا میرے تینوں بیٹوں میں سے جس سے چاہے پوچھ۔ جو چاہے جواب دے۔ لیکن حدادب کی بات ہے نا۔ جناب محمد حنفیہ بھی خاموش رہے اور جناب سید الشہداؑ بھی۔ خاموش ہو کر دونوں نے اشارہ کر دیا حسن مجتبیٰؑ کی طرف۔ جتنے بھی سوال پوچھے۔ بہت سارے سوال تھے۔ سب کا جواب دیا۔ یہ ایک سوال جو بہت اہم ہے وہ یہ ہے کہ وہ کون سی دس چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے قوی تر ہیں؟ ایک دوسرے سے مضبوط ہیں؟ امام حسن مجتبیٰؑ جوان ہیں۔ ظاہر ہے مولاؑ کی ظاہری خلافت کا دور ہے بچہ مت سمجھیں۔ ہماری ایک مشکل ہے کہ جب ہم کوئی روایت بیان کرتے ہیں تو ایک سلسلہ بندھا ہوا ہے کہ بچوں کو بلایا تو مطلب یہ کہ جیسے چھوٹے چھوٹے سے تھے بھئی۔ صفین لڑ چکے، نہروان لڑ چکے، جوان ہیں بلکہ ان کے بھی بچے ہیں۔ جناب سید سجادؑ کی بھی ولادت ہو چکی ہے۔ اس وقت تو وہ بھی ایک دو سال کے تھے تو اب اس لیے تھوڑا سا تاریخ کو بھی ذہنوں میں رکھا کیجئے۔ لکیر کے فقیر نہ بن جائیں، مشکوک روایتوں کے پیچھے نہ چلیں بلکہ تھوڑا سا تحقیقی دماغ ہونا چاہئے۔ تاریخ کو پیش نظر رکھا کیجئے۔

امام حسن مجتبیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ نے جمادات اور مخلوقات میں پتھر سب سے مضبوط بنایا ہے اور پتھر سے مضبوط بنایا ہے لوہے کو، جو پتھر کو توڑے۔ لوہے سے مضبوط بنایا آگ کو، جو لوہے کو گلا دیتی ہے۔ آگ سے زیادہ مضبوط بنایا ہے پانی کو، جو اسے بجھا دیتی ہے اور پانی سے مضبوط بنایا بادل کو جو اس کے وزن کو اٹھا لیتا ہے۔ بادل سے مضبوط بنایا اس ہوا کو، جو اسے چلاتی ہے۔ ہوا سے قویٰ تر ہے وہ ملک جو اس ہوا کو چلاتا ہے اور اس فرشتے سے قویٰ تر ہے، مضبوط ہے ملک الموت جو اس فرشتے کو بھی مار دے گا اور ملک الموت سے بھی قوی تر ہے خود موت جو اس ملک کو بھی آجائے گی اور اس موت سے بھی قوی تر ہے امر ربیٰ وہ اللہ کا امر ہے۔ وہ اللہ کا امر ہے جو ان سب پر حاکم ہے۔ اللہ نہیں بلکہ اسکا امر۔ چیزوں کا سوال کیا تھا اس نے؟ اللہ اشیاء میں تھوڑی ہے۔ اللہ مقابلے میں تھوڑی ہے۔ وہ تو خالق کائنات ہے۔

شہزادے نے فرمایا امر ربی ان سب پر حاوی ہے۔ یہ امر ہے اللہ کا جو ان سب پر حاوی ہے، سب پر قدرت رکھتا ہے، تو کائنات میں جتنی بھی اشیاء ایک دوسرے سے طاقت ور ہوئیں ان میں طاقت ور کون؟ امر ربی۔ یہ ہی ہے نا۔ یہ ہی جواب دیا گیا تھا یعنی امر رب کیا ہے؟ پلک جھپکنے میں نظام بدل جائے۔ اب میں آپ کے سامنے بس ایک مثال دوں گا۔ مختلف مقامات میں، مختلف انداز میں، آپ نے یہ مثال سنی ہوگی۔ آج سن لیں کہ امر ربیٰ کیا ہے؟ جب ارادہ کیا جائے کہ پلک جھپکنے میں کام ہو جائے۔ سلیمان پیغمبرؑ، جناب سلیمانؑ پیغمبر، بہت بار سنا ہوگا اس واقعے کو۔ اس انداز میں نہیں سنا ہوگا اس واقعے کو۔ یہی ہے نا۔ کیا کہا تھا؟ جن میں سے نفریت نے کہا تھا کہ دربار برخواست ہونے سے پہلے تخت بلقیس لے آؤں گا۔ اور آصف برخیا نے کہا تھا کہ آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے ہی تخت لے آؤں گا۔ اتنا امر کا مالک۔ جناب سلیمان کا وصی تھا اتنا امر تو اس کے پاس بھی تھا کہ پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو لے آئے۔ یہ امر قرآن میں ایسے ہی ہے نا کہ اتنے امر کا مالک جناب سلیمان کا وصی بھی تھا۔ تو امر ربیٰ کیا ہے؟ امر ربیٰ اللہ

کے بعد ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔تو صاحب امر کیسے ہونا چاہیے؟اب سمجھ میں آیا کہ اولیٰ الامر کسے کہتے ہیں؟ قرآن میں امر کو سمجھ لو۔امر کے مقام کو سمجھ لو۔ ہمارے بھی کچھ لوگ ہیں، ان کی بھی غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے جو مبالغہ کرتے ہیں۔غور کرتے نہیں ہیں اور ہم پر الزام لگا دیتے ہیں آپ علیؑ کو حد سے آگے بڑھا دیتے ہیں۔ پہلے کوئی حد تو بتاؤ۔ایک ہمیں حد تو بتا دو کہ یہ ہے علیؑ کی ولایت کی حد، تاکہ ہم وہاں پر جا کر رک جائیں۔کوئی حد بتائی ہے آپ نے کہ یہ حد ہے؟ حد کا مسئلہ نہیں۔فرق کیا ہے؟ پس یہ اس امر کے مالک ہیں اسی لیے ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا کہ جو تم میں سے صاحب امر ہیں یعنی اتنی طاقت رکھتا ہو کہ آصف برخیا سے تو زیادہ طاقت ہو اس کے پاس۔وہ پلک جھپکتے ہی تخت بلقیس لے آئے تو وہ پلک کے اشارے سے سورج کو تو پلٹا دیں۔ویسے میں جانتا ہوں کہ یہاں دور دور تک دوستوں کا ہی مجمع ہے کہ بس بات ہوگئی امر کیا ہے؟

وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمۡرِہٖ ؕ (اعراف ۵۴)

یہ سورج، چاند، ستارے سب کے سب مسخر ہے اللہ کے امر سے تو جس کے پاس امر ہو تو کیا مطلب ہوا کہ ملائکہ پر بھی حاوی ہیں، ملک پر بھی حاوی ہیں، ملک الموت پر بھی حاوی ہیں، موت پر بھی حاوی ہیں۔ہے نا؟ امر ربی ہے نا اس کے پاس۔اب موت اس پر آئے یا یہ موت پر جا پڑے فرق تو نہیں پڑتا۔امر ربی کا حامل ہے تو جس کے پاس امر ہے وہ ہے اولیٰ الامر۔وہ ہیں صاحب امر تو اب حیرت کس بات کی ہے؟ یہ سورج، چاند، ستارے، رات، دن، بحر و بر، سب امر ربی کے تحت ہے کہ نہیں؟ تو پھر حیرت کس بات کی ہے؟ صاحب امر ہے۔سمندر اس کے تابع ہے۔پانی، ہوا، یہ سب اس کے تابع ہیں کیوں کہ صاحب امر ہے۔یہ وہ ولایت کی معراج ہے جو اللہ نے عطا کی ہے۔صاحب امر ہونا چاہیے کہ نہیں۔اب جب وضاحت ہوگئی تو سنیے ارشاد رب العزت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ○ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○

رات ہے کوئی جس رات میں ملائیکہ بھی نازل ہوتے ہیں، روح بھی نازل ہوتی ہے۔ ہر امر لے کر آتی ہے۔ کس کے پاس لے کر آئے گی؟ جو ان امور کو سنبھال سکے، جو ان عوامل کو سنبھال سکے۔ جب سارے سال کے امور لائے جاتے ہیں تو کسی بات کا شک رہ گیا کہ ہمارے بھی سارے اعمال اس کی بارگاہ میں جاتے ہیں۔ آپ انصاف سے بتائیں کہ جاتے ہیں کہ نہیں جاتے؟ ابھی میں دلیل سے نہیں قائل کر رہا ہوں۔ آپ سے عقیدہ پوچھ رہا ہوں۔ عقیدہ بتایئے۔ ہے نا کہ تمام امور جاتے ہیں امامؑ کی خدمت میں۔ ملائکہ لا رہے ہیں، روح لا رہی ہے تمام امور جاتے ہیں۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں میرے مولا کی بارگاہ میں جا رہا ہے۔ صبح و شام جا رہا ہے۔

بس اتنا اشارہ کافی ہے عقل مندوں کے لیے جو میں نے مجلس کے آغاز میں کیا تھا کہ میری نیت بھی جا رہی ہے۔ میرا قول بھی جا رہا ہے۔ میرا فعل بھی جا رہا ہے اپنے امامؑ کی بارگاہ میں جا رہا ہے اور تمام امور بھی جا رہے ہیں کیوں کہ صاحب امر ہیں۔ اصل حاکم ہیں۔ تم مانو یا نہ مانو۔ جا رہے ہیں کہ نہیں جا رہے اس لیے طریقے کار پر تو اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن امامؑ کی بارگاہ میں درخواست بھیجنے پر تو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے کسی کو بھی۔ میں اپنے امر، اپنے امور اسی کی بارگاہ میں تو بھیج رہا ہوں جس پر اللہ ملائیکہ کے ذریعے سارے امور بھیج رہا ہے۔ یہی ہے نا؟

اب کوئی شک کی گنجائش رہ گئی؟ کسی کو شک کی گنجائش ہے؟ ہاں طریقہ کار پر اختلاف کر سکتا ہے کوئی۔ کرے مگر عریضہ بھیجنا، درخواست بھیجنا، اس میں کیسا شک ہے؟ اس میں کس بات کا شک ہے، اپنے امامؑ کی بارگاہ میں تو درخواست بھیج رہا ہوں اور کیا کر رہا ہوں کیوں کہ یقین ہے میرا کہ جب سارے امور جائیں گے تو یہ بھی جائے گا۔ یہ درخواست بھی جائے گی۔ طریقہ کار کا

انتخاب آپ کرتے رہیں۔ کیسے بھیجنا چاہیے یہ نیت پر منحصر ہوتا ہے۔ طریقۂ کار آپ طے کرتے رہیے کوئی شریعت میں طریقہ تھوڑی لکھا ہوا ہے کہ کیسے بھیجوں لیکن عریضہ بھیجنے میں کیسی پابندی؟ جب سارے امور آرہے ہیں اور میں تو ایک اور نظر سے دیکھتا ہوں۔ دوسری نظر سے بھی دیکھتا ہوں۔ ارے دعائیں قبول ہوں یا نہ ہوں۔ درخواست پر دستخط ہوں کہ نا ہوں۔ یہ کیا کم ہے کہ میری تحریر وہاں پہنچ جائے گی۔ بھئی ان کی مرضی دیں، ان کی مرضی نہ دیں۔ ان کی مرضی مانیں، ان کی مرضی نہ مانیں لیکن یہ کیا کم ہے میرے لیے کہ اس کہ شوق دیدار کے لیے ساحل پر پہنچ جاتا ہوں میں کہہ رہا ہوں کہ ہر فعل، نیت کے اعتبار سے کرو۔ جب ساحل پر اس شوق سے جائے گا کہ کچھ نہ سہی اتنی دور اپنے محبوب کے دیدار کے لیے چل کر تو جا رہا ہوں۔ جس سے میں سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں وہ کون ہے؟ وہ میرا امامؑ ہے۔ اس سے زیادہ کسی سے بھی محبت ہونی بھی نہیں چاہیے دل میں ہی ہو۔ نہ ماں باپ کی، نہ بال بچوں کی، کسی کی بھی محبت نہیں ہونا چاہیے سب سے زیادہ دل میں محبت ہونی چاہیے کس کی؟ اپنے امامؑ کی۔

جب انسان ترقی پسند ہو جاتا ہے۔ بہت زیادہ تو بعض چیزیں اس کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ اِس کا فائدہ کیا؟ اُس کا فائدہ کیا؟ ارے فائدہ کچھ بھی نہیں اتنا تو فائدہ ہے کہ شوق دیدار میں چل کر جا رہا ہوں اتنی دور وہ میرے دل کی کیفیت تو جانتا ہے نا کہ بھئی میری محبت میں تو آرہا ہے۔ اسی لیے تو آرہا ہے کہ اپنے امامؑ کی بارگاہ میں درخواست بھیجوں گا خط بھیجوں گا۔ اسی بہانے ساحل پر تو چلا جاتا ہے۔

تو سن لیجیے چار مصرعے پہلے بھی سن لیے ہوں گے میری زبان سے کہیں

آگئے چاہنے والے ترے ساحل کے قریب
تاکہ دیکھیں ہے جمال رخ زیبا کیسا
اب تو للہ ہٹا دیجیے غیبت کی نقاب
یہ تو دیوانے ہیں دیوانوں سے پردہ کیسا

یہ شوق چاہیے امامؑ کی معرفت کے لیے۔ صرف تعجیل فرمائیے کہنے سے تھوڑی کچھ ہوتا۔ شوق دیدار تو پیدا ہو۔ سمیٹتا ہوں بیان کو تو بات واضح ہوگئی۔ حقیقی شوق پیدا نہ ہوگا جب تک ان چیزوں کو معرفت کی نگاہوں سے نہ دیکھو گے اور دیکھو گے تو پھر بات سمجھ میں آجائے گی کہ کرنا کیا ہے اور کیسے کرنا ہے؟ افراط وتفریط کا شکار نہ ہو جانا، نہ اتنی تحریفات کہ اصل دین کی شکل بگڑ جائے، نہ اتنے ترقی پسند بن جاؤ کہ ہر چیز کا انکار کر بیٹھو کہ یہ بھی غلط، وہ بھی غلط۔ نہیں بات ہے دل کی، بات ہے نیت کی۔ اگر خوشنودی رب ہے، خوشنودی مولاؑ ہے، تو کوئی مسئلہ نہیں۔ پھر کیا ہے مسئلہ؟ شوق دیدار امام زمانہؑ۔ انسان کے دل سے موت کے خوف کو نکال دیتا ہے امامؑ کی زیارت کا شوق کیا کرتا ہے؟ موت کے خوف کو دل سے نکال دیتا ہے۔

اب آیئے فیصلہ سناؤں آپ کے سامنے اسرائیلی تھنک ٹینک کا، میں نے نام بھی نوٹ کر کے رکھے ہیں۔ ضرورت نہیں سمجھی اس لیے یاد کر کے نہیں آیا ان بدبختوں کے نام لیکن یقین نہ آئے تو آپ کو میں کسی روز دے دوں گا۔ جب انقلاب اسلامی آیا اور سمجھ میں ان کے کچھ نہیں آیا کہ کیا ہوا یہ چار سال، پانچ سال تک یہی سمجھتے رہے کہ ہمارے ایجنٹ اتنی بڑی تعداد میں ہیں۔ ہم ابھی یہ کرا دیں گے، ابھی تختہ پلٹا دیں گے اور آج تک اسی امید پر جی رہے ہیں کہ بس اب ختم ہوا انقلابِ اسلامی کہ تب ختم ہوا۔ ان کا تھنک ٹینک (Think Tank) کہتا ہے۔ اب وہ جملہ جس کے بغیر مجلس آگے نہیں بڑھتی تو وہ تھنک ٹینک (Think Tank) کہتا ہے کہ ہم نے ہزاروں لاکھوں کروڑوں ڈالر خرچ کیے کہ کسی طرح لوگوں کو روحانیت سے دور کر دیا جائے مگر افسوس کہ ہم اپنے مال کو ڈوبتے ہوئے دیکھتے رہے ۱۹۹۳ء میں ایسا ہوا کہ ایک انتخاب سے وہ دھوکہ کھا گئے کہ جیسے اب ان کی مرضی کے لوگ آگئے ہیں اور اب انقلاب اپنے راستے سے ہٹ جائے گا۔ انہیں امید ہوئی کہ بس اب ان کی مرضی کا انقلاب آگیا۔ آخر وہ بھی سات کروڑ کا ملک ہے جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا۔ وہاں بھی جمہوریت ہے، وہاں بھی آزادی ہے اور سب سے اچھی

جمہوریت تو وہیں ہے۔ اتنے صدور آئے جن کے نظریات ایک دوسرے سے نہیں ملتے کام کرنے کے طریقہ کار میں آپس میں اختلاف ہوسکتا ہے اور ایسا ہوا بھی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ان میں سے کوئی انقلاب کا مخالف تھا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بھی انقلاب اسلامی کی حفاظت اور دفاع کی بات آئی تو وہ خاتمی ہوں یا رفسنجانی، ناطق نوری ہوں یا فرزند انقلاب احمدی نژاد سب کے سب ایک ہی رنگ میں نظر آئے کسی نے بھی سامراجی طاقتوں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ آپ نے دیکھا کہ آزادی اور خود مختاری اور غیر جانبداری کا راگ الاپنے والی اتنی بڑی مملکت ہندوستان نے بھی سلامتی کونسل میں امریکہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور ایران کے خلاف پابندیوں کی حمایت میں ووٹ دے دیا۔ اتنی بڑی طاقت روس کس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوکر بکھر گیا اور بالآخر وہ بھی امریکہ کے سامنے سرنگوں ہوگیا۔ یورپ ہوا ایشاء ہوا افریقہ ہو کہیں بھی چلے جایئے آسٹریلیا وغیرہ تو کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ سب دم چھلے۔ یہی تو ان کو غصہ ہے کہ سب کو گھٹنے ٹکوا دیئے، سب کو جھکا دیا، یہ سینہ تانے کھڑے ہیں۔ یہ ویسے کہ ویسے کھڑے ہیں۔ انھیں معلوم ہی نہیں کہ ہمارے سینوں میں نقش کیا ہے۔ ہمارے سینوں میں نقش یہ ہے کہ اگر گرا تو تیروں پر، اٹھا تو نوک نیزہ پر، زمین پر تو گرا ہی نہیں۔ ہمارا آقا مولاؑ زمین پر تو آیا ہی نہیں حسینؑ۔

گرا تو تیروں پر اُٹھا تو نوکِ نیزہ پر زمیں پہ آتا بھی کیسے کہ آسمان تھا وہ۔

عزادارانِ حسینؑ! اگر حسینؑ ظلم کے سامنے جھک جاتے تو اُن کے غلام بھی جھکے ہوتے جب حسینؑ نہیں جھکے تو اُن کے غلام کیسے جھکیں گے؟ نیزے پر بھی سربلند ہی رہے۔

جھکانا چاہا تھا جس سر کو شام والوں نے
شکست دیکھیئے، اس سر کو خود اٹھا کے چلے

ہمارا پیشواء، ہمارا امام، ہمارا رہبر نہیں جھکا، ہم کیسے جھک سکتے ہیں؟ ورنہ ہم اس کے غلام ہی نہیں کہلا سکتے۔ جو زخموں سے چور ہوکر کربلا کی زمین پر گرا پھر ایسا بلند ہوا، ایسا بلند ہوا، ایسا بلند ہوا

کہ قیامت تک سر بلند ہی رہے گا۔کل میں نے عرض کیا تھا کہ کبھی انسان میں یہ صفات مشق کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہیں۔ رفتہ رفتہ اور کبھی راتوں رات تبدیلی آجاتی ہے، انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔کوئی ایک درس، کوئی ایک مجلس، انسان کی زندگی کے رخ کو بدل دیتی ہے۔

آج ایسے ہی ایک کردار کا ذکر کرنا ہے۔کیسی تبدیلی آئی اُس میں؟ حرؑ، جس کے بغیر کربلا کا معرکہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ حرؑ جس نے راستہ بھی روکا حسینؑ کا۔ جب راستہ روکا، پیاسا بھی ہے، وہ دیکھ رہا ہے کہ حسینؑ نے صرف مجھے اور میرے سپاہیوں کو ہی نہیں بلکہ میرے حیوانوں کو بھی سیراب کیا ہے، میرے جانوروں کو بھی پانی پلایا ہے، ان کی بھی پیاس مٹائی ہے۔ وہ حسینؑ ہے۔یہ وہ حسینؑ ہے کہ جس کے پیچھے میں نماز پڑھتا چلا آرہا ہوں۔ یہ وہ حسینؑ ہے جو زہراؑ کا لال۔ زہراؑ کون؟ کہ جس رسولؐ کا میں کلمہ پڑھتا ہوں اس رسولؐ کی بیٹی۔ پیغام دینا ہے دنیا کو کہ سمجھ میں آجائے بات۔ کسی سے جھگڑا نہیں، ہماری کسی سے دشمنی نہیں۔ہم تو زہراؑ کو پرسا دینے کے لیے جمع ہوئے ہیں یہاں۔ ہم تو اس لیے جمع ہوتے ہیں تا کہ مسلمانوں کو بتائیں کہ حسینؑ کے ذکر کے ذریعے ہی سامراجی اور شیطانی طاقتوں کا مقابلہ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ ہم تو تمام مسلمانوں کو'وہ جذبہ دینے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اس جذبے کی کمی کی وجہ سے آج مشکلات کا سامنا ہے۔ حسینؑ زہرا کا لال، حرُ دیکھ رہا ہے کہ ۲ محرم کو کس طرح گھیر لیا گیا۔ حرُ نے دیکھا کہ پانچ محرم کو خیمے ہٹائے گئے۔ دیکھ رہا ہے حرؑ، سات محرم سے پانی بند ہوتے دیکھ رہا ہے۔ حرؑ نو کو اعلان جنگ ہوتا دیکھ رہا ہے ایک دن کے لیے جنگ موخر کی گئی، دیکھ رہا ہے حرؑ۔ ٹال دی گئی، کیوں موخر ہو گئی؟ جناب سید الشہداؑ کا لشکر مکمل نہیں ہے۔

میں لفظی روایت میں نہیں جا رہا۔ میں تو جذبہ پیش کر رہا ہوں۔ ابھی لشکر مکمل کہاں ہوا؟ ابھی تو لشکر مکمل ہوگا اور جنگ جیتنی ہے شبِ عاشور حسینؑ کو، تلوار چلنے سے پہلے جنگ جیتنا ہے۔ شمشیر بعد میں چلے گی، جنگ زہراؑ کا لال پہلے جیتے گا۔ شب عاشور ہوئی اب کوئی کسر نہیں کہ صبح

جنگ ہوگی، شمشیر چلے گی، حسینؑ عبادت کر رہے ہیں، دعا کر رہے ہیں۔ یا اللہ جنگ کا فیصلہ رات میں ہی ہو جانا چاہیئے، میں نے پہلے ہی عرض کر دیا کہ روایت نہیں پڑھ رہا، تجزیہ پیش کر رہا ہوں آپ کے سامنے۔ جو نئے بچے پڑھنے والے ذاکر ہیں۔ بیٹا! کبھی اس کو روایت کہہ کر نہ پڑھنا۔ میرے اس جملے کو۔ میں روایت نہیں پڑھ رہا۔ میں تو تجزیہ کر رہا ہوں کہ شب عاشور حسینؑ دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ جنگ مجھے جیتنا ہے، ابھی جیتنا ہے، صبح تو تلوار چلے گی، میں تو تلواریں چلانے سے پہلے جنگ جیتنا چاہتا ہوں اور کیا ہوا؟ یہاں حسینؑ خیمے میں دعا کر رہے ہیں اور وہاں خیمے میں تڑپ رہا ہے حرؑ۔ ابھی تک تو سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا نا۔ صبح شام ڈیوٹی، صبح شام ڈیوٹی، یہاں کھڑا ہو جا، ان سپاہیوں کو سنبھال، جیسا کہ ہوتا ہے عام سپاہیوں کا حال۔ سوچنے کا کہاں موقع ہوتا ہے۔ سوچنے کا موقع دیا حسینؑ نے۔ کہا اب سکون سے رات بھر سوچ۔

جنگ ٹل گئی اب رات بھر سوچو! حرُ۔ ٹہلتا ٹہلتا نکلا اپنے خیمے سے، عمر سعد کے خیمے کی طرف۔ ظاہر ہے سردار ہے وہ، بڑا آدمی ہے، ملنے کی درخواست کی۔ عمر سعد کو پتہ چلا کہ حرؑ آیا ہے بلایا، بٹھایا، کہا کیا بات ہے؟ کہا کہ ایک بات بتا ابن سعد، کہ صبح واقعی جنگ ہوگی؟ عمر سعد کہتا ہے طے ہے کہ جنگ ہوگی؟ تجھے کوئی شک ہے؟ شمر بھی آ گیا، اب جنگ ہوگی۔ شمر آٹھ یا نو کو پہنچا تھا اور عمر سعد سے کہا تھا کہ جنگ کر رہا ہے تو ٹھیک ورنہ اس لشکر کی سرداری میرے کے حوالے کر دے۔ یہ ابن زیاد نے پیغام دے کر بھیجا تھا۔ اب تو شمر بھی آ گیا، اب تو جنگ ہوگی، کوئی چارہ نہیں، جنگ ہوگی اور ایسی جنگ ہوگی، یہ جو میدان دیکھ رہا ہے نا یہ لاشوں سے پٹ جائے گا اور اس لیے پٹ جائے گا کہ ہمارے مقابلے میں کوئی اور نہیں ہاشمی ہیں۔ تو جانتا ہے نا ان کی جنگوں کو تو نے دیکھا ہے کہ کیسی جنگ کرتے ہیں یہ۔ اتنی آسانی سے زیر ہو جانے والے نہیں ہیں۔ ان کا ایک ایک جوان ہمارے دانت کھٹے کر دے گا۔ اس لیے میں دیکھ رہا ہوں کہ گھمسان کی جنگ ہوگی اور میدان لاشوں سے پٹ جائے گا۔ واپس آ گیا حرؑ اب چہرہ زرد ہو گیا اس کا، ہاتھ مل رہا ہے، ٹہل

رہا ہے، بھائی نے پوچھا۔ حرؑ کیا ہوا تجھے؟ کسی جنگ میں ہم نے تیری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اس معرکہ میں اتنی مختصر سی فوج ہے، چند گھنٹوں کا معرکہ ہے۔ حرؑ کہتا ہے ذرا خاموش ہو اور غور سے ان آوازوں کو۔ آوازیں کیا تھیں؟ العطش، العطش ہائے پیاس، ہائے پیاس، ہائے پیاس۔

بس عزادارن حسینؑ! پوچھا حرؑ نے، بھائی سے کہ کس کی آوازیں ہیں؟ بھائی نے سر جھکا لیا۔ ارے میں ہی تو ذمہ دار ہوں، میں نے ہی تو راستہ روکا تھا حسینؑ کا، کاش، کاش میں نے راستہ نہ روکا ہوتا، کاش میں نے راستہ نہ روکا ہوتا، یہ کیا کیا میں نے، میں نے تو ایسی غلطی کر دی کہ اب معافی کی گنجائش بھی نہیں؟ بھائی سچ بتا کہ قتل حسینؑ میں شریک ہونے کے بعد کیا معافی کی کوئی گنجائش ہے؟ بخشا جائے گا ہمیں کہ نہیں؟ عزادارن حسینؑ! بس عجیب کیفیت ہے حرؑ کی۔ کہتا ہے کہ ایک طرف جنت ہے اور ایک طرف دوزخ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ ادھر جاتا ہوں تو مار دیا جاؤں گا مگر حسینؑ فاطمہؑ کا لال ہے، فاطمہؑ کا بیٹا، شفاعت تو کرے گا۔ ادھر رہتا ہوں تو جہنم۔ بھائی نے کہا اطمینان سے فیصلہ کر لے۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ بیٹے نے بھی یقین دلایا۔ بابا اطمینان سے فیصلہ کر۔ بابا ہم تیرے ساتھ ہیں، یہ یقین دلایا جو تو فیصلہ کرے گا ہم تیرے ساتھ ہیں۔ غیرت مند بھائی ہے، غیرت مند بیٹا، حرؑ نے اپنے ہتھیار اٹھائے۔ کہا جو تمہارے دل میں آرہا ہے کرو۔ میں جا رہا ہوں حسینؑ کی طرف۔ بھائی نے بھی ہتھیار اٹھائے، بیٹے نے بھی ہتھیار اٹھائے، کہا بابا میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔ غلام سے کہا جا تجھے آزاد کر دیا۔ غلام نے پیر پکڑ لیے مولاؑ جب تک جہنم والوں کے ساتھ تھا مجھے ساتھ رکھا اور اب جنت والوں کی طرف جا رہا ہے تو مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے؟ مجھے اپنے قدموں سے جدا نہ کر۔ میں بھی حسینؑ پر اپنی جان قربان کرتا ہوں۔ رات کی تاریکی میں، تاریخ انسانی کا یہ عظیم ترین لشکر نکلا کوئی اور اتنا عظیم لشکر ہو تو مجھے بتا دو عظیم ترین لشکر نکلا یعنی یہ۔

آیت:۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ

اللہ جنھیں دوست رکھتا ہے، انھیں ظلمات سے نور کی طرف لے کر جاتا ہے۔

تاریکیوں سے نور کی طرف یہ لشکر چلا۔ مختصر سا لشکر چلا۔ حسینؑ مسکرائے، حکم دیا اپنے انصار کو کہ جاؤ حرؑ آ رہا ہے اور دیکھو دوست بن کر آ رہا ہے، دشمن نہیں، احترام سے لانا۔ دوست بن کر آ رہا ہے۔ دوڑے حرؑ کا نام سن کر انصار حسینیؑ۔ حرؑ گھبرایا سب کو اپنی طرف آتا دیکھ کر۔ اتر آیا گھوڑے سے۔ بھائی سے کہا جلدی سے میرے ہاتھ باندھ دے، کہیں یہ نہ سمجھیں کہ میں لڑنے کے لیے آ رہا ہوں۔ ہاتھ بندھوائے گھوڑے سے اتر آیا۔ جب قریب ہوئے سائے۔ تو آواز دے کر کہا فرزند بوتراب لڑنے کے لیے نہیں آ رہا ہوں۔ عباس آگے بڑھے، ہاتھ کھولنا چاہے، منع کر دیا کہ نہیں مجرم ہوں حسینؑ کا، ایسے ہی جاؤں گا اور جب قریب ہوا حسینؑ کے تو دو زانو چلنا شروع کر دیا۔ اس طرح سے قدموں میں سر رکھ کر بلک بلک کر رو رہا تھا جیسے کوئی معصوم بچہ اپنی ماں سے بچھڑنے کے بعد دوبارہ ملتا ہے، بچھڑا ہوا بچہ اپنی ماں سے جب دوبارہ ملتا ہے تو کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ایسے بلک بلک کر رو رہا ہے اور حسینؑ بھی سر کو بوسے دے رہے ہیں، تسلی دے رہے ہیں، مگر حرؑ ہے کہ بس یہی جملے کہہ رہا ہے کہ مولاؑ میرا گناہ بخش تو دیا جائے گا؟ میری معافی ہو جائے گی؟ میں ہوں مولاؑ ذمہ دار، ان بچوں کی پیاس کا، میں نے آپ کا راستہ روکا تھا۔

حسینؑ نے مسکرا کر کہا جا حرؑ میں نے بھی معاف کیا، میرے اللہ نے بھی معاف کیا۔ تیری خطا کو معاف کیا مگر یوں ہی تو حرؑ، حرؑ نہیں بنا خطا معاف ہوئی مگر حرؑ نے کفارہ کیسا ادا کیا۔ ادا کیا نا؟ کہا مولاؑ نہیں اب سب سے پہلے میدان میں بھی ہم ہی جائیں گے۔ غلام گیا، بھائی گیا، بیٹے کو بھیجا اپنے سامنے، پہلے تو جا، بھیج تو دیا حرؑ نے اپنے بیٹے کو لیکن جب بیٹا زخموں سے چور ہو کر گرا اور آواز دی بابا میری خبر لیں بس پھر حرؑ سے نہ رہا گیا۔ اپنے بیٹے کی آواز سن کر دوڑا۔ میرے لال میں آ رہا ہوں۔ ادھر حرؑ دوڑا ادھر حسینؑ نے آواز دی عباسؑ خبردار حرؑ میدان میں نہ جانے پائے۔ علی اکبرؑ دوڑو، قاسم دوڑو، تھام لو حرؑ کو مت جانے دینا۔ جوان بیٹے کا لاشہ ہے، حرؑ سے

دیکھا نہ جائے گا۔ زندگی رہی تو نومحرم کو پڑھوں گا علی اکبرؑ کے مصائب لیکن میں جانتا ہوں آپ پہنچ گئے وہاں۔ آپ کے تصور میں علی اکبرؑ کا لاشہ آ گیا۔ حرؑ میدان میں گیا اور داد شجاعت دی۔ زخموں سے چور ہو کر گرا۔ آواز دی، مولاؑ غلام کی خبر لیجئے۔ پہلے حرؑ کا سر اٹھا کر رکھا زانو پر رکھا۔ حرؑ نے سر کو کھینچ دیا زمین پر پھر زانو پر رکھا، حرؑ یہیں پر رہنے دے اس سر کو، مولاؑ میں بڑا خطا کار ہوں، میرا گناہ تو بخش دیا گیا؟

کریم ابن کریم حسینؑ فرماتے ہیں حرؑ تو زندگی میں بھی آزاد تھا، مرنے کے بعد بھی آزاد۔ تیری ماں نے تیرا نام صحیح رکھا تھا حرؑ۔ اتنا زخمی تھا حرؑ کے سر کا خون رکتا نہیں تھا۔ حسینؑ نے عباء کی جیب سے رومال نکالا۔ حرؑ کے سر کو باندھ دیا۔ مجھے نہیں معلوم لیکن میں نے ایک روایت میں دیکھا ہے کہ رومال زہراؑ ہے۔ فاطمہؑ نے حسینؑ کو بنا کر دیا ہے یہ رومال۔ خون رک گیا۔ کتنے عرصے کے بعد، اسماعیل صفویٰ کا دور۔ اس کو شک تھا کہ حرؑ کی خطا معاف نہیں ہوئی۔ قبر کو کھول دیا۔ دیکھا حرؑ زخموں سے چور، تازہ لاشہ پڑا ہے۔ توبہ کی۔ اپنا منہ پیٹا پھر یاد آیا یہ وہی رومال ہے جو حسینؑ نے باندھا تھا۔ تبرک کے طور پر لے لوں۔ کھولنا چاہا۔ جیسے ہی کھولا خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ باندھ دیا۔ پھر کھولا خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ توبہ کی اسماعیل صفویٰ نے۔ رو پیٹ کر باہر نکل آیا۔ سمجھ گیا کہ اجازت نہیں کہ رومال لے لوں۔ بس میرا دل کہتا ہے کہ حرؑ شاید کہتا ہو۔ ارے یہ رومال نہ کھولو۔ اگر قیامت کے دن مادر حسینؑ نے گلہ کیا۔ یہ رومال دوں گا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظّا لمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا اَبِى الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْآنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَمَّا بَعْدفَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِيْنَ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائے دار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے تو وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ نور۔۵۵)

عزیزانِ محترم! کل جو بات شروع ہوئی تھی امر اور صاحبِ امر کی پہچان۔ صاحب امر کی بات کی تھی کہ صاحب امر کو کیسے پہچانا جائے اور صاحبان امر کون ہیں؟ اس سے پہلے امر کی بات کی تھی کہ امر کیا ہے؟ امر سمجھ میں آجائے گا تو صاحب امر خود بخود سمجھ میں آجائے گا۔ کیوں کہ امر دنیا کی سمجھ میں نہیں آیا لہٰذا ہر ایک نے دنیاوی حاکموں کو اولی الامر سمجھنا شروع کر دیا۔ امر سمجھ میں آجاتا تو کسی کی جرات نہیں ہوتی کہ اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو اولی الامر کہنے کی جرأت کرتا یا کوشش کرتا۔ یہ امور جہاں ہیں۔ وہ ہی صاحب امر ہے۔ کیوں کہ ہر دور میں امور نازل ہو رہے ہیں، ہر سال میں امور نازل ہو رہے ہیں لہٰذا ہر وقت ہر دور میں ایک صاحب امر بھی ہونا چاہیے اس صاحب امر کی بات ہو رہی تھی کل جو ہم نے گفتگو کی تھی کہ اسی کے ہاتھ میں جائیں گے تمام امور کہ جو ان کو استعمال کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور یہ ہی اللہ کا وعدہ ہے۔

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ○(انبیاء. ۱۰۵)

بے شک اس زمین پر ہم اپنے صالح بندوں کو، نیک بندوں کو، حکومت دیں گے۔ ان کو دیں گے۔ ان ہی کو وارث قرار دیں گے۔ ان ہی کو نائب بنائیں گے۔

کل جتنی گفتگو بھی کی، اس کا خلاصہ یہ تھا کہ امر سمجھ میں آئے گا تو صاحب امر ہماری سمجھ میں آئے گا۔ جب صاحب امر ہماری سمجھ میں آئے گا تو پھر وہ حدیث بھی ہمارے سامنے آجائے گی، آیت بھی سامنے آجائے گی، آیت کا مفہوم بھی سامنے آجائے گا۔ اب پہلے آیت اور پھر حدیث لے کر چلیں گے۔ سلسلے سے پہلے آیت پیش کیے دیتے ہیں پہلے آیت لے کر چلیں گے جو مسلسل سارا سال آپ سنتے رہتے ہیں۔ اب نئے سرے سے، نئی شکل میں، نئے انداز میں اس کی تشریح آپ کے سامنے ہو جائے گی کہ کسی کو بھی اولی الامر قرار دینے سے پہلے یہ سوچ لو کہ قیامت کے دن اس کے ساتھ ہی تمہیں اٹھنا پڑے گا۔ کسی کے اولی الامر ہونے کا کیا مطلب؟ اولی الامر ہونے کا مطلب ہوتا ہے جس کی آپ اطاعت میں ہیں، جس کی آپ اطاعت کر رہے ہیں۔ کسی

کی بھی اطاعت کرنے سے پہلے اتنا سوچ لینا کہ قرآن کا وعدہ ہے۔ اعلان ہے کہ

يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَئِكَ يَقْرَؤُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ (بنی اسرائیل۔۷۱)

روز حشر ہر انسان کو، جس کی وہ اطاعت کرتا ہے، جس کو وہ اپنا پیشواء مانتا ہے، جس کو وہ اپنا رہبر مانتا ہے، اسی کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔

اگر سلسلہ خراب ہوا؟ اب دیکھئے کہ ایک سلسلہ ہے نا؟ اللہ تک پہنچنے تک بھی ایک سلسلہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اولی الامر کی جو ہم نے تشریح کی، اس صورت میں ہمارے سامنے کوئی حاکم اولی الامر ہے ہی نہیں لہٰذا اللہ تک پہنچنے کے لیے اولی الامر ضروری اور اولی الامر تک کیسے پہنچا جائے گا؟ اولی الامر کو کیسے شناخت کیا جائے گا۔ لہٰذا اس تسلسل کو برقرار رکھیئے کہ اللہ نے اپنے اولیٰ الامر کی بھی پہچان بتائی کہ اولیٰ الامر وہ ہوگا کہ جس کے ہاتھ میں سارے امور ہوں گے۔ تو یہ تو نہیں ہوسکتا کہ اللہ پردہ غیب میں ہے۔ پردہ غیب میں رہتے ہوئے اس نے اولی الامر کو بھیجا۔ اولی الامر کی پہچان بتائی۔ تو اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ اولی الامر جب نظروں سے غائب ہو تو انسانوں کو ایسے ہی چھوڑ کر چلا جائے بغیر رہنمائی کے۔ ایسا نہیں ہوسکتا نا؟ تو پروردگار نے ایک اصول مقرر کیا کہ پردہ غیب میں ہے۔ ہماری نظروں سے پنہاں ہے۔ تو اولی الامر کی پہچان کا راستہ دیا کہ اولی امر کی اطاعت کرنا ہے چاہے پردہ غیب میں ہو۔ اب دیکھئے، پوری دنیا میں جو اطاعت کا سلسلہ ہے، وہ یہ ہے کوئی حاکم کی اطاعت کر رہا ہے، کوئی لیڈر کی اطاعت کر رہا ہے، کوئی مذہبی لیڈر کی اطاعت کر رہا ہے، کوئی سیاسی لیڈر کی اطاعت کر رہا ہے، یہ اطاعت دراصل نیابت ہے کسی نہ کسی صورت میں۔ چاہے وہ مانے یا نہ مانے۔ اپنے پیشوا کی اطاعت ہے۔ اسی کے ساتھ اٹھے گا جس کی اطاعت وہ دنیا میں کر رہا ہے۔ اگر اس کا سلسلہ درست ہے اولی الامر تک تو یہ اطاعت بھی ٹھیک ہوگی۔ دیکھئے طے ہو گیا نا۔ اتنا تو آپ نے مانا کہ اولی الامر کی

اطاعت کرنا واجب ہے، اولی الامر نظروں سے پنہاں ہے، نگاہوں سے پوشیدہ ہے اولی الامر۔ کہاں جائیں؟ کیسے ڈھونڈیں؟ نظر تو نہیں آ رہا لیکن اطاعت واجب ہے کیوں کہ امام کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ ایک سلسلہ ہونا چاہیے نا؟

پس کیسا سلسلہ ہونا چاہیے؟ یہ جو اطاعتیں ہم دنیا میں کرتے ہیں یہ بتا رہی ہیں کہ بھئی یہ وہی ہے اطاعت اگر اس کا سلسلہ صحیح ہے، آگے جا کر اولی الامر تک اس کا سلسلہ مل رہا ہے تو تم ٹھیک اطاعت کر رہے ہو لیکن اگر آگے اولی الامر تک یہ سلسلہ نہیں مل رہا جس کی تم اطاعت کرتے ہو تو پھر اپنے فعل کے تم خود ذمہ دار ہو۔ کیوں کہ اولیٰ الامر نے پردہ غیب میں جاتے جاتے نشانیاں بتا دیں تھیں۔ صفات بتا دیں تھیں کہ دیکھو جب میں پردہ غیب میں چلا جاؤں امام حسن عسکریؑ نے روایات میں علماء کی جو صفات بتائی ہیں۔ وہ ہر زمانے کے لیئے ہیں تو ان صفات کے حامل جو ہوں گے وہ ہمارے نائب ہوں گے۔ اولی الامر نہیں ہیں، نائب اولی الامر ہیں، آپ اس کو ولی امر کہہ سکتے ہیں، ولی فقیہ کہہ سکتے ہیں۔ صاحب امر اور فقیہ کون ہے؟ ہمارے زمانے کا امام۔ جو لوگ الجھ جاتے ہیں کہ ولی فقیہ کیا چیز ہے؟ مرجع کیا چیز ہے؟ مجتہد کیا چیز ہے؟ نہیں ایک سلسلہ ہے، ایک پاک سلسلہ ہے۔ دنیا میں اطاعت کرنی ہے جس کی۔ اس کو دیکھ لو کہ کس کی اطاعت کروں؟ فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے کی اطاعت کروں؟ جھوٹے کی اطاعت کروں؟ دین کو بیچنے والے کی اطاعت کروں؟ لوگوں کو بے وقوف بنانے والوں اور دین کو کاروبار بنانے والے کی اطاعت کروں؟ کس کی اطاعت کروں؟ اطاعت تو کرنی ہے نا؟ اطاعت تو کرنی ہے کسی نہ کسی کی؟ ایک بڑا سادہ سا کلیہ پیش کرتا ہوں ہمیشہ کہ جو تقلید نہیں کرتا، وہ تقلید نہ کرنے کے لیے بھی کسی کی تقلید کرتا ہے۔

یہ جو بعض تحریفات کرنے والے پیدا ہو گئے ہیں نا پردے میں بیٹھ کے نام بدل کے، چھپ کے کاروائی کرتے ہیں ان میں بھی ایک صفت ہے۔ یہ سارے کام چھپ کر کرتے ہیں،

سامنے آتے ہی نہیں کہ کوئی بحث کرے ہی نہیں، مباحثہ کرے ہی نہیں۔ کیوں؟ ان کا مقصد آپ کو بے وقوف بنانا ہے، علماء سے بحث کرنا تھوڑی ہے۔ یہ جو مختلف کتابیں فری میں بانٹی جاتی ہیں، گھروں میں پہنچائی جاتی ہیں، بائی پوسٹ بھیجی جاتی ہیں۔ کیوں بھئی؟ کس لیے پہنچائی جاتی ہیں؟ جب آپ کو اتنا ہی اپنی دلیل پر بھروسا ہے تو آیئے، بات کیجئے، ہم مجمع کے سامنے بات کریں گے آپ سے۔ آپ صحیح ہیں، ہم بھی سب کے سامنے اعلان کر دیں گے کہ بھئی ہم بھی ان کے ساتھ ہیں۔ ہم بھی آج سے تقلید ختم کرتے ہیں۔ نہیں کرتے تقلید لیکن سوال یہ ہے کہ تقلید نہ کرنے کے لیے۔ میں آپ کی کیوں مانوں تقلید نہ کرنے کے لیے بھی تقلید کرنی پڑی نا مجھے آپ کی، تقلید کروں نہ کرنے کے لیے۔ کہ یہ ایسی فطری چیز ہے کہ جب تقلید کرنا ہی ٹھہری تو میں ناقصوں کے بجائے، ان جھوٹوں کے بجائے، آیات اور روایات کو مسخ کر کے پیش کرنے والوں کے بجائے، ان کی کیوں نہ کروں جو مردانہ وار دنیا سے بات کر رہے ہیں۔ ان کی تقلید کیوں نہ کروں جو مردانہ وار ظالموں سے لڑ رہے ہیں۔

میں ان کی تقلید کیوں نہ کروں جو مردانہ وار باطل سے بات کر رہے ہیں، میں ان کی تقلید کیوں نہ کروں جو ظلم اور بربریت کے خلاف میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں، میں اس کی تقلید کیوں نہ کروں جو سامراج اور سامراجی ایجنٹوں کے خلاف میدان میں کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ کی حرکتوں سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ خود ایجنٹ ہیں۔ آپ کی حرکتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی بھی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے، کچھ گروہوں کی ڈیوٹی لگی ہے کہ اندر بھی کام کرتے رہو۔ تو ایسے لوگ اپنی دنیا و آخرت خراب کرتے ہیں، نہ اسلام کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ مذہب اہل بیتؑ کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں، جس طرح دیکھئے اس بات کا، اس مقدمے کا نتیجہ نکالتے ہیں کہ جس طرح دین اسلام میں حفاظت کی ذمہ داری اللہ پر ہے، مجھ پر نہیں، میں تو اپنا وظیفہ انجام دے رہا ہوں، وظیفہ شرعی انجام دے رہا ہوں، میری ذمہ داری نہیں ہے کہ مجھ سے پوچھا جائے کہ اسلام کیوں نہیں پھیلا، یہ نہیں

پوچھا جائے گا، یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنا کام کیا کہ نہیں؟ ذمہ داری پوری کی کہ نہیں کی؟ اتنی سی بات ہے کہ ذمہ داری کیا ہے؟ اپنی ذمہ داری کو ادا کرو۔ دین کو بچانے کی ذمہ داری کس کے پاس ہے؟ اللہ کے پاس۔

آیت

اللہ کا دین ہے، وہ ہی حفاظت کرنے والا ہے، ہم نے اس ذکر کو نازل کیا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورہ حجر۔ آیت ۹)

ہم نے نازل کیا اس ذکر کو، ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

تو یہ یاد رکھیے جس طرح یہ دین الٰہی چاہے لوگ مانیں یا نہ مانیں۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ٥

(سورہ صف۔ آیت ۸)

قرآن کا وعدہ ہے کہ یہ کافر، یہ مشرک، یہ سمجھتے ہیں کہ پھونکیں مار کر اللہ کے نور کو بجھا دیں گے۔

آپ دیکھئے کتنی لطیف تشبیہ دی ہے قرآن نے، سامراجی اور شیطانی سازشوں کو ایک پھونک سے تعبیر کیا ہے کہ کتنی ہی بڑی سازشیں کرلیں، کیسی ہی سازشیں کرلیں، ان کی سازشیں پھونک کے سواء کچھ بھی نہیں۔ سوائے مکڑی کے جالے کے کچھ بھی نہیں۔ سب سے کمزور جالا کس کا ہوتا ہے، مکڑی کا ہوتا ہے بس بیت عنکبوت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اللہ نے کیا ارادہ کیا؟ اللہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے نور کو کامل کر کے رہے گا۔ وہ اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا۔ چاہے یہ بات کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ اور کہیں مشرکین کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے کہ آیت میں کہا گیا ہے کہ چاہے مشرکین کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ تو سازش کرلیں؟ کرلو۔ کیوں کہ اللہ کا دین ہے لہٰذا اللہ نے طے کرلیا۔

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ٥

تمام ادیان پر اس کو غالب کرے گا۔

تو جس طرح دین اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ کی ہے۔ اطمینان رکھیے کہ مکتب اہل بیت کے دفاع کا ذمہ دار بھی پردہ غیبت میں بیٹھا ہے۔ کس کے پاس ہے ذمہ داری اس کی لہٰذا ہم اپنا فریضہ انجام دے رہیں ہیں، ہم لوگ اپنے وظیفہ کو انجام دے رہے ہیں، اصل وہ ہے جو حفاظت کرنے والا ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ تم اپنا کام کرتے رہو، کرنے دو ان کو سازشیں لیکن لوگوں کو بتاتے جاؤ، حجت تمام کرتے چلے جاؤ، حجت تمام کرتے چلے جاؤ، اولی الامر تک پہنچنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا پڑے گا جو نزدیک ترین ہو، آنے والے کی صفت کیا ہے؟۔

آنے والے کی ذمہ داری کیا ہے؟ اب کیسے پہچانیں، پھر وہ ہی گڑ بڑ آ گئی، کیسے پہچانیں؟ کس کے پیچھے چلیں؟ اس میں بھی تو بہت ساری کتابیں ہیں۔ لکھتے ہیں نا تضادات، مرجع کے فتویٰ میں تضاد۔ یہ کتابیں لکھنے والے آج کے نہیں ہیں کیوں کہ جس نے یہ کتاب لکھی ہے اس سے پہلے ہندو، مشرک، کافر لکھ چکے ہیں قرآن کے تضادات۔ تو تم میں اور ان میں فرق کیا رہا؟ کتاب آئی ہے ایک مرجعیت کے خلاف، لیکن سامنے نہیں آتا وہ آدمی، کبھی بحث نہیں کرتا، بھیجتا جاتا ہے کتاب بائی پوسٹ۔ زرخیز ذہن ہے عقائد کے معاملے میں فتنے اٹھاتا ہے۔ مراجع کے اقوال میں تضاد دکھاتا ہے۔ تو یہ پہلی بار نہیں ہوا مجھے بڑا اطمینان ہوا کہ ایسے لوگ موجود ہیں۔ کوئی نئی بات نہیں کیوں کہ اماموںؑ کے زمانے میں ایسے بدبخت اور ملعون لوگ پیدا ہوئے تھے کہ جنھوں نے قرآن کے لیے لکھا تھا کہ تضادات۔ اگر تضادات ڈھونڈنے کی بات ہے تو قرآن مجید میں کفار نے، مشرکین نے تضادات ڈھونڈے۔ یہ تضاد ہے کہ یہ آیت کچھ کہتی ہے، وہ آیت کچھ کہتی ہے۔ اگر تضادات ڈھونڈنے کی بات ہے تو تم پہلے نہیں ہو۔ تم سے پہلے پتہ نہیں کتنے آئے کہ جنھوں نے آئمہ طاہرین کی زندگی میں تضادات ڈھونڈے۔ امام جعفر صادقؑ بہترین لباس پہن کر گھر سے نکلتے تھے تو ان ہی جیسے بدبخت تھے جو تضادات ڈھونڈتے تھے امام کی زندگی میں کہ بھئی آپ کے جد پیوند لگا کر لباس

پہنتے تھے، بوسیدہ لباس پہنتے تھے، جوتیاں ایسی ہوتی تھیں کہ جن کو شناخت کرنا مشکل ہوتا تھا، آپ اتنا قیمتی لباس پہنتے ہیں۔ اور تضاد ڈھونڈو گے؟ امام حسنؑ سے کہا لوگوں نے کہ آپ کے بابا نے تو ایسی جنگیں کیں۔ (معاذ اللہ، خاکم بدہن)

اے مومنین کو ذلیل کرنے والے آپ نے صلح کرلی۔

کیا تضاد ڈھونڈو گے؟ حسینؑ نے قیام کیا، سید سجادؑ نے روتے ہوئے ساری زندگی گذار دی، ایک نے مدرسہ بنایا، ایک نے یونیورسٹی بنائی، ایک نے خلافت کو ٹھوکر ماری، دوسرے نے ولی عہدی کو قبول کرلیا۔ تم مراجع میں تضاد ڈھونڈ رہے ہو پہلے بتاؤ تضاد کے معنی سمجھتے ہو اگر یہ اجتہاد کا اختلاف نہ ہوتا تو دوسروں کی طرح تمہارے یہاں بھی سائیکل پر بیٹھنا حرام ہوتا۔ اگر اجتہاد کا اختلاف نہ ہوتا تو تمہارے یہاں بھی ٹی وی دیکھنا حرام ہوتا۔ اگر یہ اجتہاد کا اختلاف نہ ہوتا یعنی وہی اختلاف جو ترقی کی طرف لے کر جاتا ہے۔ اگر یہ اجتہاد کا اختلاف نہ ہوتا تو تم بھی ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے مسئلے میں پھنس جاتے کہ حلال ہے کہ حرام ہے۔ مراجع کے فتویٰ میں تضادات ڈھونڈنے سے پہلے تاریخ کو دیکھو کہ پہلے نہیں ہوا۔ کس مکار نسل کے سلسلے سے ہو کہ کبھی قرآن میں تضاد ڈھونڈتے ہو، کبھی آئمہ طاہرینؑ کی زندگی میں تضاد ڈھونڈتے ہو، کبھی ان کے جانشینوں کی زندگی میں اور فتویٰ میں تضاد ڈھونڈتے ہو۔

آیئے! یہ ہے دور حاضر جس میں آپ جی رہے ہیں۔ کتنی طرف سے حملہ ہے دین پر۔ اس لیے آپ کے سامنے یہ موضوع لے کر بیٹھا ہوں۔ خواب خیالوں کی باتیں نہیں لے کر آیا ہوں آپ کے سامنے جس طرف نظر اٹھائیں گے، نئے انداز میں حملہ آور ہیں لوگ۔ کوئی پہلو نہیں چھوڑا ہے، نہ داخلی، نہ خارجی، ہر طرف سے شیعیت پر یلغار کی جائے۔ ہر طرح سے مومنین کو ذہنی طور پر منتشر کردیا جائے، پراگندہ ہو جائے فکر ان کی سمجھ میں نہ آئے کہ صحیح کیا ہے، غلط کیا ہے، یہ کچھ کہہ رہا ہے، وہ کچھ کہہ رہا ہے، اگر اس اصول کے تحت چلو گے جو قرآن نے مقرر کردیا ہے۔

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ○ (سورہ نساء۔۵۹)
تو کبھی بھی نہ بہکو گے۔ اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت، اولی الامر کی اطاعت۔
اولی الامر کو پہچاننے میں تو اختلاف ہوا ہے تو ہم نے اس کا حل بتایا کہ امر کو پہچان لو، صاحب امر خود سمجھ میں آجائے گا۔ جب صاحب امر سمجھ میں آجائے تو اب دیکھو کہ صاحب امر نظروں سے پوشیدہ ہو، نظروں سے پنہاں ہو تو کسی کو مقرر کر کے جا رہا ہے کہ نہیں؟ کسی کو معین کر کے جا رہا ہے کہ نہیں؟ تو اب سمجھ میں آجائے گا۔ صفات بتائیں، ایک آدمی نہیں حتیٰ کہ اپنی زندگی میں بھی یعنی ظاہری وجود کے ساتھ یعنی غیبت صغریٰ میں بھی امام نے ایک نائب نہیں چار نائب رکھے ہیں تا کہ جہاں، جس جس کو ضرورت ہو، ان سے ہدایت لے لے ورنہ ایک کو بناتے، چار کو کیوں بنایا؟ آپ پورے ماہِ شعبان میں نام کے ساتھ تفصیل سنتے رہتے ہیں اب مجھے نام کے ساتھ تفصیل بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے؟ اپنی موجودگی میں امام ایک سے زیادہ نائب بنا رہا ہے۔ اسی لیے ایک مقرر کر کے نہیں جا رہا کہ ایک پر انحصار نہیں اگر ایک کو ختم کر دیا تو کیا کرو گے لہٰذا جگہ جگہ پھول کھلائے۔ اس حکمت عملی کو سمجھ لیں امامت کی کہ آج کے حالات کے لیے کتنا ضروری تھا۔ اگر ایک جگہ پر انحصار کرتے، میں ایک سیاسی مسئلہ پیش کرنا چاہتا ہوں آپ کے سامنے، ساری دنیا نے سازش کی، مرجعیت اور سیاست کو الگ الگ کرنا چاہا کہ بھئی یہ جو مراجع سیاسی ہیں اور یہ مراجع ہیں یہ غیر سیاسی لہٰذا تفریق کرو۔ وہ دھوکے میں رہے، ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ مسئلہ کیا ہے اور کیوں علیحدہ کیا۔ عراق میں یہ ساری گڑبڑ ہوئی۔ اب کوئی ایران سے فتویٰ دے گا تو فوراً کہہ دیں گے کہ صاحب یہ ان کے معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں، یہ یہاں جھگڑا کرانا چاہ رہے ہیں۔ اب آپ نے دیکھا مرجع تو مرجع ہوتا ہے۔ یہاں کا ہو کہ وہاں کا تو آپ نے حکمت عملی دیکھی کہ عراق میں بیٹھا ہوا مرجع بھی اپنی ذمہ داری جانتا ہے۔ ہسپتال چھوڑ کے، بستر چھوڑ کے پہنچا اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے کیوں کہ دشمنوں کو شبہ تھا کہ یہ مرجع کسی اور مزاج

کا ہے، وہ مرجع کسی اور مزاج کا۔ یہ تو حکمت عملی تھی امامت کے ذخیرے کی۔ بچا بچا کر رکھا کہ جب جہاں ضرورت ہوگی ایک نہ ایک فرزند اہل بیتؑ سامنے آجائے گا۔

اب دیکھئے بات سمجھ میں آتی ہے۔ حکمت عملی ہے، علم کا سفر ہے، اجتہاد کا سفر ہے کہ جب اولی الامر پردہ غیب میں ہو، تو کوئی تو ہو ہدایت کرنے کے لیے۔ ایک رہبر، ایک پیشوا ہونا چاہیے۔ رہبر اور پیشوا کیسا ہونا چاہیے؟ اب خود عقل کہے گی، فطرت کہے گی کہ وہ ہونا چاہیئے جو عمل میں تو قریب تر ہو، کردار میں تو قریب تر ہو، پہچاننا ضروری ہے، ماننا ضروری ہے۔ ایک اور تعریف سے مثال دیتا ہوں آپ کو کہ کتنی ضروری ہے اطاعت کسی نہ کسی کی۔ اطاعت کا طوق گلے میں ڈالنا۔ دوسروں کے الفاظ ہیں، ہم اپنے لیے کبھی اطاعت کو طوق نہیں کہتے، ہم تو اطاعت کو گلے کا ہار کہتے ہیں، اگر اطاعت صحیح ہو۔ اطاعت غلط ہے تو طوق ہوگی۔ اطاعت کتنی لازمی چیز ہے ایک تاریخی حوالہ دے رہا ہوں سب مسلمان بھائیوں کے لیئے کیوں کہ میرے مجمع میں تو تمام مکتبِ فکر کے لوگ ہوتے ہیں۔

الحمد اللہ ایک تاریخی حوالہ دے رہا ہوں، ۷۲ ہجری میں عبدالملک بن مروان خلیفہ جب تخت پر بیٹھا تھا اور مکے میں عبداللہ ابن زبیر تھے۔ پہلے بھی حملہ ہوا تھا یزید کے دور میں جو نا کام ہو گیا تھا پھر حملہ کیا حجاج بن یوسف نے، مکے کا محاصرہ کیا اور زبردست خون ریزی کے بعد عبداللہ ابن زبیر اس میں مارے گئے اور حجاج کا قبضہ ہو گیا اور اتنا کشت و خون کیا حجاج نے، مظالم کے حوالے سے حجاج کا نام ہی کافی ہے لیکن اب لوگ حجاج کو بھی حضرت کہنے لگے تو ہم کیا کریں۔ یہی تو مشکل ہے کہ حجاج جیسا سفاک اور قاتل بھی حضرت حجاج بن جاتا ہے۔ یہ صرف دشمنی میں ہے حق و باطل کو خلط ملط نہ کیجیے قاتل قاتل ہے، اور مقتول مقتول، ظالم ظالم ہے اور مظلوم مظلوم۔ تو حجاج نے جب کنٹرول کر لیا اور عبداللہ ابن زبیر کا خاتمہ ہوا تو حضرت عبداللہ ابن عمر اس کے پاس آئے اور آنے کے بعد کہا کہ میں تیرے ہاتھ پر عبدالملک کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ عبدالملک جو

اب خلیفہ بن گیا ظاہری طور پر پوری سلطنت اسلامی کا، میں نے عرض کر دیا کہ ایک تاریخی جملہ کہہ رہا ہوں ایک بات کو سمجھانے کے لیے، اس کو اسی انداز میں لیجئے جس انداز میں کہہ رہا ہوں۔ ایک تاریخی حوالہ آپ کے حوالے کر کے جا رہا ہوں تمام اپنے سننے والوں کے لیے حضرت عبداللہ ابن عمر تشریف لائے اور حجاج سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ پر عبدالملک کی بیعت کرنا چاہتا ہوں یعنی عبد الملک کو اپنا پیشوا، امام، خلیفہ مانتا ہوں تو حجاج نے بڑی رعونت سے اس سے کہا آپ جو خود مدینے کی محترم شخصیت ہیں کیوں کرنا چاہتے ہیں بیعت آپ؟ اس پر یہ حدیث پڑھی حضرت عبداللہ ابن عمر نے کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے۔

(مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً)

"کہ جو مر گیا اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچان سکا، یا امام کی اطاعت اس کے گلے میں نہ ہوئی تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا"۔ "اس لیے میں تیرے ہاتھ پر عبدالملک کی بیعت کرنا چاہتا ہوں"۔ تاریخی واقعہ بتانا چاہتا ہوں۔ حجاج نے اپنا جوتا آگے کر دیا کہ اس پر بیعت کر۔ وہ بہت ہی حیران ہوئے اور غصے میں کہا تو میرا مذاق اڑانا چاہتا ہے۔ حجاج نے جو جواب دیا وہ تاریخ میں محفوظ ہے کہ آج تجھے امام کو پہچاننے کا خیال آیا، جب علیؑ خلیفہ بنے تو اس وقت تجھے یہ خیال کیوں نہیں آیا تھا۔

دیکھئے میں نے عرض کر دیا کہ حجاج نہایت سفاک، ظالم اور قاتل آدمی تھا لیکن یہ ہے وہ شخص جس نے صحابہ اکرم کی نہ صرف توہین کی، بلکہ قتل عام کیا مگر یہ چیزیں سامنے نہیں لائی جاتی ہیں لوگوں کے تاکہ معلوم ہو کہ اصل دشمنانِ صحابہ کون ہیں جنھوں نے صحابہ کی توہین بھی کی، ان کے گھروں کو بھی لوٹا، انہیں قتل بھی کیا اور ان پر غلامی کے داغ بھی لگائے۔ یہ حجاج ہے۔ مگر حجاج ہیرو ہے ان لوگوں کا۔ مسلمانوں کی بات نہیں کر رہا، وہ لوگ جو زیادہ اپنے آپ کو اسلام کا چمپئن سمجھتے ہیں ان کی بات کر رہا ہوں۔ آپ نے دیکھا اس وقت کیا ہوا تھا۔ یہ حدیث کوئی نئی نہیں

ہے۔ ہمیشہ سے یہ بات تھی کہ وقت کے امام کو پہچاننا بھی ہے اس کی اطاعت بھی کرنی ہے۔ اسی وجہ سے لوگوں نے بارہ نام پورے کر دیئے، بنی امیہ کے خلفاء کے بھی اور عباسی خلفاء کے نام بھی دے دیئے گئے اس لیے کہ بارہ کا عدد پورا کرنا ہے۔ خلفائے اثنا عشر کا عدد پورا کرنا ہے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ خلفائے اثنا عشر کی حدیث ایسی ہے کہ حوالے دینے کی ضرورت نہیں، اگر کوئی انکار کرے گا تو حوالہ دیں گے۔ اس کا کوئی فرقہ، کوئی مکتب منکر ہے ہی نہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے جو قریش سے ہوں گے۔ احادیث کی کتب میں الفاظ بدلتے رہے مفہوم یہی ہے بارہ امام کہہ دیجئے یا بارہ خلیفہ کہہ لیجئے، بارہ نائب کہہ لیجئے۔ روایات موجود ہیں لہٰذا ہر ایک کو تلاش رہی کہ بارہ کون ہیں؟ کہاں ہیں؟ ہم یہی تو کہہ رہے ہیں کہ جب یہی تو ٹھہرا کہ اطاعت کرنی ہے، اطاعت کرنا لازمی ہے اور بارہ ہی کو ماننا ہے تو پھر کہاں تلاش کیا جائے؟ کیوں کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ قیامت کے دن اسی امام کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جس کی یہاں اطاعت کی جائے گی، جس کی یہاں اطاعت کریں گے، اسی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ جس کو یہاں ماننے لگے۔ پس نائب کی بیعت بھی درحقیقت کس کی بیعت ہوتی ہے؟ جناب مسلمؑ کے ہاتھ پر اگر کوئی بیعت کر رہا ہے، جناب مسلمؑ ہیں نائب، یعنی امام حسینؑ کی بیعت کر رہا ہے۔

پس نیابت کے سلسلے کو دیکھئے اگر اولی الامر تک پہنچنا ہے، اگر صاحب امر تک پہنچنا ہے، اگر زمانے کے امام کی قیادت میں آنا ہے، اگر زمانے کے امام کا سپاہی بننے کی خواہش ہے تو پھر کس کے پاس جانا پڑے؟ اُن کے پاس جو کہ طاغوتی طاقتوں کے دوست ہیں یا ان کے پاس جو کہ طاغوتی طاقتوں کے دشمن ہیں؟ کتنی آسان سی بات ہے یوں جمع کر دیں مطلب کو کہ امامؑ کی جنگ کس سے ہے؟ طاغوت سے ہے نا کس سے لڑائی ہے امامؑ کی؟ سام راج کہہ لیجئے، طاغوت کہہ لیجئے، استعمار کہہ لیجئے یا شیطانی طاقت کہہ لیجئے اسی سے لڑائی ہے نا؟ دونوں لشکر موجود ہیں دنیا میں، جب اولی الامر پردۂ غیب میں ہے تو نیابت کا سلسلہ تو ہے نا؟ اتنی سیدھی سی بات ہے کہ

آپ خود سوچ لیجئے کہ کس کے ساتھ جانا ہے؟ کون طاغوت کی حمایت کر رہا ہے؟ کون مخالفت کر رہا ہے؟ کون اس کی خدمت انجام دے رہا ہے؟ کیوں سامراج مرجعیت کے خلاف کام کر رہا ہے تا کہ اس لشکر کو جتنا کم کر سکتا ہے کر دے کیوں کہ نائب کے پاس جانے کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا سلسلہ ہے اولی الامر کے ساتھ۔ نائب کے پاس مومنین کیوں جاتے ہیں۔ کیوں کہ مسئلے حل کرے گا، رہنمائی کرے گا، آپ کو گائیڈ کرے گا، ہر دور کے مسائل کا جواب دے گا۔ آپ نے تو مرجعیت پر اعتراض کر دیا۔ اب آپ ہی یہ بھی بتا دیجئے کہ کیا آپ کے پیچھے چلیں؟ اگر آپ بھی پردۂ غیب میں ہیں تو سامنے کوئی نائب چھوڑ دیجئے اپنا، ہم اسی کا کردار دیکھ لیں کہ کیا ہے۔ آپ کو اگر حکم نہیں ہے کہ کتابیں لکھیں مگر سامنے نہ آئیں تو اپنا کوئی نائب بھیج دیجئے، اسی کا کردار دیکھ کر ہم آپ کو سمجھ لیں کیوں کہ ہمیں تو اماموں نے یہی اصول دیا ہے کہ آدمی کا کردار دیکھ کر اس کے امام کو پہچان لینا۔ یہی شیعیت کا معیار ہے کہ اپنے کردار سے اماموں کی معرفت کرائی جاتی ہے لہٰذا اس لیے پوری ایک سازش کے تحت، بین الاقوامی سازش کہہ لیجئے اس کو، سازش کے تحت وار کیا جا رہا ہے نیابت پر۔ کیوں؟ جیسا کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ وہ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس دو سرچشمے ہیں طاقت کے، جن کے سبب سے ہم کبھی شکست کھا نہیں سکتے۔

ایک کربلا، ایک عقیدہ انتظار، یہ انتظار کا شوق انہیں میدان میں کھڑا رکھتا ہے کہ اگر ہمیں اس کی نصرت کرنی ہے تو قیام کرنا پڑے گا، قیام کی حالت میں رہنا پڑے گا، سامراج کے خلاف قیام کی حالت میں ہمیں رہنا پڑے گا۔ وہ جانتے ہیں لہٰذا سرچشمہ جو ہے اس سے منقطع کر دو۔ جب یہ نیابت سے منقطع ہو جائیں گے، دوسروں کی طرح ہر ایک کو اولی الامر بناتے چلے جائیں گے کہ پتہ نہیں کہ یہ اولی الامر ہے کہ یہ اولی الامر ہے، یہ بڑی طاقت ہے کہ وہ بڑی طاقت ہے، کون سی بڑی طاقت ہے لہٰذا اس سازش کے تحت ان ایجنٹوں کو چھوڑا گیا مگر جب مرجعیت کو سامراج نہیں ختم کر سکا تو تم ٹکے ٹکے کے نوکر ختم کر دو گے؟ امریکا اپنے کرّوفر کے ساتھ جسے نہ مٹا سکا، امریکا اربوں ڈالر

خرچ کرنے کے بعد جس کا بال بیکا نہیں کر سکا۔ کیوں؟ اصل طاقت تو اس میں ہے جو اپنے نائبین کی حفاظت کر رہا ہے یہ خود طاقت ور تھوڑی ہیں، یہ تو ادنیٰ سے لوگ ہیں، حقیر، فقیر قسم کے لوگ ہیں، ان میں طاقت نہیں مگر یقین کی دولت سے مالا مال ہیں۔ علم کی دولت سے مالا مال ہیں۔ طاقت کا سر چشمہ کیا ہے؟ جو پردہ غیب سے ان کا دفاع کر رہا ہے، جس نے وعدہ کیا ہے تم کھڑے رہو۔ کتنی مماثلت ہے سنت الٰہی میں یہاں سے ہمیں سنت الٰہی کا پتہ چلتا ہے۔ جب رسولؐ علیؑ کی ولایت کا اعلان کرتے ہیں، قدرت کی طرف سے اعلان ہوتا ہے۔

یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِن رَّبِّکَ o (سورہ مائدہ۔۶۷)

''اعلان کر دیجیے، کر دیجیے اعلان، کرنے دیجیے سازشیں، جو سازشیں کرنی ہیں کریں ہم آپ کی حفاظت کرنے والے ہیں، ہم لوگوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

خدا کی قسم یہی امام زمانہؑ کا message ہے جو شیعوں کے نام بھیجا ہے۔ مت گھبرانا مصیبتوں سے، آفتوں سے مت ڈرنا، ہم حفاظت کرنے والے ہیں اور تمہیں پتہ ہی نہیں چلتا کتنی بلاؤں کو ہم تم پر سے ٹال دیتے ہیں۔ کبھی کبھی گھبرانے لگتا ہے انسان، سوچنے لگتا ہے کہ ان سازشوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔

صبح نئی سازش، شام نئی سازش، اندر کے جھگڑے، باہر کے جھگڑے، فرقہ وارانہ فساد کی سازشیں اور دوسرے فسادات کی سازشیں، آپس کے اختلافات، کیا ہوگا؟ اس وقت امام کے خط کے جملے یاد آجاتے ہیں۔ مت گھبراؤ، ہمارے شیعوں کو ہمارا اسلام کہہ دو، کہنا ہم تمہاری نگہبانی کر رہے ہیں، ہم تمہارے نگہبان ہیں، اگر ہم تمہاری نگہبانی نہ کر رہے ہوتے تو مصیبتیں اور بلائیں تم کو روند کر گذر چکی ہوتیں۔ اب تک اتنی بڑی بڑی بلائیں مصیبتیں آئیں اور گذر گئیں۔ یہ وعدے کی سچائی ہے امامؑ کے۔ میں نے کہا نا کتنی مماثلت ہے، اللہ نے وہاں وعدہ کیا، یہاں امامؑ وعدہ کر رہا ہے اپنے چاہنے والوں سے۔ بس اولی الامر کی صفات سامنے آگئیں آپ کے۔ کون ہے اولی الامر کہ پورے

زمانے میں جس کا حکم چل رہا ہے۔ وہ جس کو اپنا نائب بنائے گا اس میں کچھ تو صفات ہونی چاہیے نا؟ اولی الامر نہیں ہے، نائب ہے لیکن ولی فقیہ تو ہو، اتنا اختیار تو اس کا ہو، اتنا حکم تو اس کا چلتا ہو کہ دیکھ لے کہ ایک چیز حرام نہیں ہے۔ تمبا کو حرام ہے یا حرام نہیں ہے؟ آج تک فقہ میں بحث ہے تمبا کو نوشی کی کچھ نے فتویٰ دیا حرام ہے، ان کے مقلدین نہ پیئیں لیکن ایک مسئلہ چل رہا ہے کہ تمبا کو نوشی حرام بطور کلی نہیں۔ اچھا بھئی جو پی رہا ہے پیئے، کراہیت ہے، اچھا بھئی چھوڑ دو تو بہت اچھی بات ہے۔ کچھ لوگوں کا فتویٰ ہے کہ جو نہیں پیتے وہ نہ پییں ابھی تک حرمت ثابت نہیں ہے اس لیے سب نے حرمت کا فتویٰ نہیں دیا۔ اچھا جس چیز کو اللہ نے حرام قرار نہیں دیا، بہت اچھا نتیجہ دے کر جاؤں گا انشاء اللہ وہ سوال جو آپ کے ذہن میں آتا ہے لیکن میری التجا ہے کہ میں صرف آپ کے لیے نہیں پڑھتا، اس پیغام کو جہاں تک پہنچا سکتے ہیں پہنچا دیجیے مگر پیار سے پہنچایا کیجیے، لڑائی جھگڑے کی ضرورت نہیں ہے۔ پیار سے نہ مانیں، نہ مانیں، کسی کی جرات ہے کے حلال خدا کو حرام کر دے اور حرام خدا کو حلال کر دے؟ جسے رسولؐ نے حرام کر دیا اسے حلال کر دے اور جسے رسول نے حلال کر دیا اسے حرام کر دے؟ کسی کی جرات ہے نہیں کر سکتا۔ ایک کلیہ ہاتھ آ گیا پھر مجتہد نے کیسے حلال کو حرام کر دیا۔ آ گیا سوال یہ بھی ان گمراہ کن کتابوں میں۔ یہ بھی ایک سوال موجود ہے۔

صاحب یہ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیتے ہیں۔ تمبا کو کے فتویٰ کی بھی مثال اس میں ہے اور بھی مثالیں اس میں ہیں اور بھی فتوے ہیں، اسے حرام کر دیا اسے حلال کر دیا۔ اس بات کو بظاہر سادہ آدمی سمجھے گا کہ واقعی ایسا ہوا ہے۔ یہ تو ہم نے سنا ہے کہ حلال محمدؐ قیامت تک حلال، حرام محمدؐ قیامت تک حرام، ایسا ہی ہے نا لیکن کیوں کہ جانتے ہیں کہ عام آدمی کو نہیں معلوم، جب عام آدمی کو نہیں معلوم تو بے وقوف بنا دیا جائے گا۔ مسجد کو گرانا کیسا ہے؟ حرام۔ مسجد کو ڈھانا کیسا ہے؟ حرام۔ مسجد کی اینٹوں کو بیچنا، حرام۔ مسجد کے سامان کو بیچنا، حرام۔ مسجد کی توہین کرنا، حرام۔ مسجد میں نجاست ڈال دینا، حرام ہے کہ نہیں ہے؟ پھر قرآن

کیوں کہہ رہا ہے ایک مسجد کے لیے کہ اسے ڈھا دو۔ حکم اوّلی کیا ہے؟ حکم اوّلی یہ ہے کہ مسجد کا احترام واجب، مسجد کو شہید نہیں کیا جا سکتا، حرام ہے ڈھانا، حرام ہے، تعمیر نو کی جا سکتی ہے، اس کے ملبے کو بیچا بھی نہیں جا سکتا ہے۔ کسی اور مصرف میں، ذاتی مصرف میں نہیں لا سکتے، یہ حکم اوّلی ہے لیکن اگر وہ مسجد ہی فتنے کا مرکز بن جائے تو؟ صرف فتنہ نہیں، حکم اوّلی تھا مسجد کو شہید کرنا، ڈھانا حرام۔ حکم ثانوی یہ آ گیا کہ نہیں رفاہِ عامہ کے لیے، لوگوں کی فلاح کے لیے، انسانوں کے فلاح کے لیے یہاں سے مسجد کو ہٹانا ضروری ہے۔ اب کیا کہتی ہے فقہہ اسلام؟ مسجد ہٹا دو دوسری جگہ بنا دو، راستہ نکالنا ہے اور کوئی ایسا ضروری کام کہ مسجد حائل ہو رہی ہے تو مسجد ہٹا دو۔ یعنی عوام کی بھلائی کے لیے، لوگوں کی بھلائی کے لیے، لوگوں کے نفع کے لیے مسجد کو بھی ہٹایا جا سکتا ہے۔ ایک حکم اوّلی ہے، ایک حکم ثانوی ہے۔ حکم اولیٰ یہ ہے کہ نہیں ہٹایا جا سکتا نہیں گرایا جا سکتا۔ حکم ثانوی، جب کوئی مسئلہ ایسا پیش آ جائے تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ حکم ثانوی کے تحت کتنی ہی جگہ رسولؐ نے نمازیں تڑوا دیں، کتنے مقامات پر ایسا ہوا کہ روزہ کھول لو اپنا، تمہارا روزہ ہی نہیں رہا۔ حکم ثانوی آیا کہ نہیں آیا۔ حکم ثانوی کیا ہے؟ حکم ثانوی یہی ہے کہ اگر مسلمانوں کے خلاف سازش ہو رہی ہو، اسی تمباکو کے ذریعے سازش ہو اور پورے ٹھیکے دے دیئے جائیں برطانوی کمپنی کو اور برطانوی کمپنی تمباکو کی تجارت کی آڑ میں ایران کی اقتصادیات پر قابو پانے کے خواب دیکھ رہی ہو۔ ۱۸۸۷ء کی بات کر رہا ہوں، تحریک ہے تمباکو کی۔ تمباکو پینا تو حرام نہیں ہے۔

اس وقت آیت اللہ شیرازی فتویٰ دیتے ہیں کہ آج کے بعد تمباکو نوشی کو حرام کر دیا۔ کچھ لوگ یہاں ایک صدی کے بعد اعتراض کر رہے ہیں مگر وہاں قوم نے اعتراض نہیں کیا۔ کیوں؟ جانتے ہیں نائب امام ہے، یقیناً اسلام کے دفاع کے لیے، مذہب کے دفاع کے لیے، لوگوں کی بھلائی کے لیے جو حکم ثانوی آیا۔ بالکل اسی طرح کہ آپ کربلا جائیں تو ثواب، نہ جائیں تو گناہ نہیں۔ گناہ تو نہیں ہے نا؟ میرے پاس وسائل نہیں ہیں، نہیں گیا۔ میرے پاس ویزہ ہے، زادِ راہ

نہیں ہے، نہیں گیا۔ یعنی نہیں گئے گناہ نہیں کیا۔ اسی لیے اتنا حق دیا کہ کربلا تو دل میں ہے۔ یہاں سے آپ نے اشارہ کیا السلام علیک یا ابا عبداللہ، پہنچا سلام کہ نہیں پہنچا۔ پہنچا نا۔ یہاں سے اشارہ کیا، حسینؑ نے قبول کرلیا۔ اگر دل سے کرو تو زیارت ہوگئی۔ تو کیا ضروری تھا فتویٰ دینا آقائے سیستانی کو کہ ہر شیعہ کربلا پہنچے چہلم منانے کے لیے۔ کیوں واجب کیا ہر شیعہ پر، عراق میں چار سال پہلے* واجب حکم کر دیا کہ شیعہ مرد، عورت، بچے سب کربلا پہنچو۔ کیوں؟ اس لیے کہ کربلا کو طاغوت کے نجس قدموں سے بچانا ہے۔ تو یہ ضمیر فروش اور دین فروش کیا جانیں کہ نیابت امامؑ کیا چیز ہے؟ حکم ثانوی آئے گا۔ حلال محمدؐ حلال ہے قیامت تک، حرام محمدؐ حرام ہے قیامت تک۔ ہمیشہ کے لیے تمباکو نوشی کو حرام نہیں کیا جیسے ہی سازش ناکام ہوئی فتوی واپس ہوگیا۔ کہا پیو جو پیتا ہے۔ تمباکو کی بات ہے اور کسی چیز کی نہیں۔ نا پئیں تو اچھا ہے یہ بچے بیٹھے ہیں انھیں نصیحت کر رہا ہوں کہ بڑوں کو دیکھ کر نہ پئیں اور اس وقت نصیحت کر رہا ہوں کہ جب خود چھوڑے ہوئے دس سال ہو چکے ہیں ورنہ میں آپ کو نصیحت نہ کرتا۔ اچھی چیز نہیں ہے بہت خراب چیز ہے بچوں کے لیے۔ چلو جو پی رہے ہیں وہ تو پی رہے ہیں۔ آپ کے لیے بہتر نہیں۔ ایک ایسی نسل تیار ہو کہ جس کے سینے، گردے، پھیپھڑے سب مضبوط ہوں امام کی نصرت کے لیے ٹھیک ہے نا۔

جناب اب بات سمجھ میں آئی کہ یہ حکم ثانوی ہے مرجع کے فتویٰ میں۔ تضاد ڈھونڈنے والے احمقو تمہیں کیا معلوم کہ نیابت ہے کیا؟ تم جیسے نہ معلوم کتنے آئے، قرآن میں تضاد ڈھونڈتے رہے، انبیاء میں تضاد ڈھونڈتے رہے، آئمہ میں تضاد ڈھونڈتے رہے تو نیابت کی کیا بات ہے؟ مراجع کی کوئی حیثیت نہیں تمہارے سامنے کہ تمہیں اگر یہ گہرائی معلوم ہوتی کہ یہ حق ولی فقیہ کو کس نے دیا؟ یہ اسی نے دیا کہ جو پردہ غیب مین گیا کہ جب دیکھے کہ مسلمانوں کا دین یا

* یہ عشرہ 2007ء میں پڑھا گیا تھا اور آقائے سیستانی کا فتویٰ 2003 میں آیا تھا۔

مکتب خطرے میں ہے، کسی حکم سے کبھی روک دینا، کبھی کربلا جانے کا حکم دینا۔ آج دنیا روکنا چاہتی ہے کربلا جانے سے نہ جایئے خطرہ ہے گلے کاٹے جارہے ہیں، گولیاں چل رہی ہیں، بندوقیں چل رہی ہیں، سارے سفارت خانے چیخ رہے ہیں، وزارت داخلہ چلا رہی ہے کہ نہ جایئے نہ جایئے لیکن آج جارہے ہیں کہ نہیں جارہے ہیں شیعہ؟ یہ بتانے کے لیے کہ جان اسی حسینؑ کی دی ہوئی ہے، کربلا جان دینے جارہے ہیں۔ بھئی اس سے بہتر موت کی جگہ اور کون سی ہوسکتی ہے؟

تمہیں کیا معلوم تضادات لکھنے بیٹھے ہو، تضادات ڈھونڈنے بیٹھے ہو، اپنا تمہارا پتہ نہیں کہ تم ہو کون؟ فرضی نام ہے یا واقعی کچھ ہو بھی؟ ہوتے تو سامنے آتے، بات کرتے، بحث کرتے، اگر واقعی تم صحیح سمجھتے ہو اپنے آپ کو تو آؤ بات کرو، آؤ نکالیں بات کو، تضادات نکالتے ہیں، آؤ تضادات نکالنا شروع کرتے ہیں۔ ہر جگہ تمہیں تضادات مل جائیں گے۔ حدیث میں تمہیں تضاد مل جائے گا۔ ایک ہی بات معصومینؑ سے مختلف انداز میں، کوئی فکر کو سب سے بڑی عبادت قرار دے رہا ہے، کوئی انسان کے نفع پہنچانے کو سب سے بڑی عبادت قرار دے رہا ہے، کوئی نماز کو سب سے بڑی عبادت قرار دے رہا ہے۔ تضادات ہوئے نا؟ ڈھونڈتے رہو تضادات کہاں تک ڈھونڈو گے۔ یہ تضادات کی بات نہیں سمجھ کی بات ہے کہ کس جگہ حکمتِ عملی کے تحت کون سا حکم دینا ہے۔ اگر یہ اتحاد نہ ہوا اور عملی مباحثہ نہ ہوتا تو شیعوں کا سفر رک جاتا۔ تشیع کا سفر اسی لیے جاری ہے کامیابی کے ساتھ۔

بس آج یہیں تک کہ اولی الامر تک پہنچنے کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے؟ نائب کو پہچانو۔ جیسے اولی الامر تک پہنچنے کے لیے امر کو پہچاننے کی ضرورت ہے، اسی طرح نائب کی ضرورت ہے۔ اگر صحیح نیابت کا سلسلہ ہوگا، وہ تمہیں وہیں پہچائے گا، اُدھر ہی لے کر جائے گا۔ ایک ہی صفت بتائی میں نے کہ بس یہ دیکھ لو کہ طاغوت کدھر ہے؟ جو طاغوت کی حمایت میں قلم

اور زبان چلا رہے ہیں وہ اولی الامر کے نمائندے نہیں ہوا کرتے۔ اولی الامر کے نمائندے وہ ہوتے ہیں جو طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہے ہوتے ہیں۔ فساد پھیلانے والے اولی الامر کے نمائندے نہیں ہوتے بلکہ وحدت کی دعوت دینے والے اولی الامر کے نمائندے ہوتے ہیں۔ اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔

آج کی مجلس بچوں کے نام۔ ویسے تو میں پڑھتا ہی بچوں کے لیے مجلس ہوں لیکن آج خاص طور پر انھیں امام کی شناخت سکھانا ہے کہ کیسے شناخت کیا جائے؟ کیسے معرفت حاصل کی جائے؟ پھر وہیں کربلا میں آجائیں، اولی الامر بھی موجود ہے، نائب بھی موجود ہے ایک ہی جگہ اور نائبین ایک نہیں بہت سارے نائبین مگر سب کے مزاج الگ الگ ہیں کہ نہیں ہیں یہ آخری بات مصائب کے رابطے کے لیے۔ بتائیے! حضرت عباسؑ امام حسینؑ کے نائب ہیں کہ نہیں ہیں؟ مولائے کائناتؑ کے نائب ہیں کہ نہیں؟ اور عبد صالح ہیں کہ نہیں؟ اپنے مولاؑ کے اطاعت گذار اور عبد صالح ہیں کہ نہیں ہیں؟ حبیب ابن مظاہر امامؑ کی نیابت کے حق دار ہیں کہ نہیں؟ فقیہ کوفہ، حسینؑ نے انھیں قرار دیا یا نہیں؟ مسلم بن عقیلؑ امام کے نائب ہیں کہ نہیں؟ اب انصاف سے بتائیے کہ مزاجوں کا اختلاف، سوچ کا اختلاف ہے کہ نہیں؟ جو جناب عباس کا مزاج ہے کیا حبیب ابن مظاہرؑ کا وہ ہی مزاج ہے؟ کیا سوچ کا انداز دونوں کا ایک ہے؟ مسلم بن عوسجہ، حبیب ابن مظاہر، مسلم بن عقیل کیا ان سب کی سوچ کا معیار ایک ہے؟ نہیں مختلف ہوسکتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان میں سے کوئی امام معصوم نہیں ہے۔

ویسے انصاف کی بات آپ کو میں یہ بتاؤں کہ جناب عباسؑ کے بارے میں مجھ جیسا گناہ گار خود کچھ کہنے سے قاصر ہے میں کیا کروں بارہ اماموں اور چودہ معصومین کی قید نہ ہوتی تو کس کا دل چاہتا ہے کہ جناب عباسؑ کو معصوم نہ مانے لیکن میں کیا کروں کہ چودہ معصومین کی قید لگ گئی پھر وہ ہی اطاعت کی بات آگئی اور یہ اطاعت بھی جناب عباسؑ ہی نے سکھائی ہے نا۔

جناب عباس نے سکھائی ہے لیکن مزاجوں کا فرق ہے کہ نہیں؟ مزاجوں کا فرق ہو، گفتگو کے انداز میں فرق ہو، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انسان اسی فطرت کے تحت خلق ہوا ہے مگر مرکز ایک ہونا چاہیے، سرچشمہ ایک ہو، منبع ایک ہو۔ حبیب ابن مظاہر کی سوچ کا مرکز بھی حسینؑ، مسلم بن عوسجہ کی سوچ کا مرکز بھی حسینؑ سن وسال مختلف کوئی بوڑھا ہے، کوئی جوان، کوئی بچہ ہے، کوئی جلالی مزاج رکھتا ہے، کوئی ٹھنڈا مزاج رکھتا ہے مگر مرکز ایک ہے کہ نہیں؟ سب کا مزاج الگ الگ، سن وسال الگ الگ، رنگ الگ الگ، قبیلے الگ الگ۔ کوئی ہمدان کا ہے، کوئی نبی کلاب کا ہے تو کوئی بنی اسد کا مگر مرکز سب کا ایک ہے۔

یہ ہے نظام امامت اور نظام مرجعیت اسی نظام امامت کا صدقہ ہے کہ ملک الگ ہوں، زبانیں الگ ہوں، کہیں کا بھی ہو مگر جانتا ہے کہ مرجع کا مرکز کیا ہے، سرچشمہ کیا ہے؟ یعنی امامت نائب امام جہاں سے ہدایت لے رہا ہے، سیراب ہو رہا ہے، اپنی تشنگی مٹا رہا ہے، وہ سرچشمہ کیا ہے؟ امامت۔ لہٰذا کربلا میں سب کی سوچ کا محور ایک ہے، مرکز ایک ہے۔ میں نے مردوں کے نام لیے ناانصافی ہو جائے گی اگر خواتین کے نام نہ لیے۔ ثانی زہراؑ تو جناب زہراؑ کی آغوش کی پروردہ ہیں جناب اُمّ لیلیٰؑ، جناب ام ربابؑ، جناب فضہؑ، جناب ام فروہؑ کتنی خواتین کے نام لوں؟ جناب ام فضل یعنی جناب عباسؑ کی زوجہ۔ سب الگ الگ خواتین ہیں۔ مگر محور کیا ہے؟ امامت۔ مزاج ایک نہیں ہے مگر محور ایک ہے، مرکز ایک ہے، سب کی سوچ کا محور یہ ہے کہ میرے بچے پہلے قربان ہوں حسینؑ پر ایسا ہی ہے نا؟ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ پہلے میرے بچے میدان میں چلے جائیں۔ یہ ہے مرکز اور یہ ہے محور، یہ ہے نظام امامت۔ آج تک اس نظام کا سلسلہ مرجعیت کی شکل اور امام زمانہؑ کی نیابت کی صورت میں جاری ہے۔

الا لعنة اللہ علی القوم الظا لمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنبِیآءِ وَالْمُرْسَلِینَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاھِرِینَ الْمَعْصُومِینَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدآئِھِمْ اَجْمَعِینَ مِنَ الْآنِ اِلٰی قِیَامِ یومِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعدفَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تعالٰی فِی کِتَابِہِ الْمُبِینِ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِینَ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْناً یَعْبُدُوْنَنِی لَایُشْرِکُوْنَ بِی شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائے دار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے تو وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ نور۔۵۵)

عزیزانِ محترم! بہت سارے مومنین ومومنات نے دعا کے لیے کہا ہے ظاہر ہے کہ اتنا وقت تو نہیں ہے کہ میں سب کے لیے الگ الگ دعا مانگ سکوں۔ سب کی دعاؤں کو شامل کرتے ہوئے سب کی دعا کی قبولیت کے لیے تین بار درود پڑھ دیجیے۔

کل ہم نے بات کو جہاں چھوڑا تھا وہیں سے لے کر آگے چلیں گے۔ غیبت کا دور، غیبت میں پیش آنے والے حالات، غیبت میں کیا کیا جائے؟ کس کا اتباع کیا جائے؟ کس کے پیچھے چلا جائے؟ انتظار کا بہترین طریقہ کیا ہونا چاہیے؟ یہ تھی کل تک کی گفتگو اور غیبت کے زمانے میں پیش آنے والی مشکلات۔ کتنی قسم کی مشکلات ہیں جن کا سامنا دین اور ملّت کو کرنا پڑ رہا ہے، ملت کو کرنا پڑ رہا ہے، ملت اسلامیہ کو کرنا پڑ رہا ہے اور یاد رکھیئے کہ اُن لوگوں کو یہ دور معاف نہیں کرے گا، وطن بھی معاف نہیں کرے گا، دین اور اللہ بھی معاف نہیں کرے گا، ملک بھی معاف نہیں کرئے گا اور رسولؐ بھی اس کو معاف نہیں کرے گا جس نے اس دور میں مسلمانوں کے مسائل سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور سامراجی آلہ کار بن گیا۔ سامراجی آلہ کار صرف وہ ہی نہیں ہوتا جو سامراج سے تنخواہ لے کر کام کرے بلکہ بعض اوقات نادان دوست ہوتے ہیں جو سامراجی آلہ کار بن جاتے ہیں آلہ کاروں کی باتوں میں آکر۔

یہ دور بہت نازک دور ہے، جس سے پورا عالم اسلام گزر رہا ہے، آپ کا شہر نہیں، آپ کا ملک نہیں، پوری دنیا میں جہاں مسلمان ہیں نازک ترین دور سے گذر رہے ہیں۔ اس وقت آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے سامنے کتنے نازک دور سے گذر رہا ہے پورا عالم اسلام اور پھر ظاہر ہے عالم تشیع کی ذمہ داری کتنی بڑھ جاتی ہے، ہم سب کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ جو لوگ اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے کی کوشش کر رہے ہیں، اگر ہم ان کے ساتھ نہیں چل سکتے تو کم از کم ان کی مخالفت میں نہ چلیں۔ ایسا تو نہ کریں، نہیں چل سکتے آپ رہبر کے ساتھ نہ چلیں اور اگر، نہیں سمجھ میں آتی آپ کو رہبر معظم کی بات، اگر آیۃ اللہ خامنہ ای کی حکمتِ عملی آپ کی سمجھ نہیں آتی

آپ کے لیے وہ صرف سیاست ہے اور کچھ نہیں۔ اور اگر نہیں سمجھ میں آتی آپ کو حسن نصر اللہ کی بات، آپ کے لیے یہ سب صرف سیاسی لوگ ہیں۔ لیکن اتنا تو اب آپ کی سمجھ میں آ جانا چاہیے کہ دنیا میں کہیں بھی کوئی سیاست ہو اس کا اثر سب پر پڑتا ہے۔ کیا سب پر نہیں پڑتا ہے؟ ایران میں کچھ ہو، عراق میں کچھ ہو، کشمیر میں کچھ ہو، افغانستان میں کچھ ہو، لبنان میں کچھ ہو، کہیں بھی کچھ ہو، آپ چاہیں یا نہ چاہیں ملوث تو آپ کو ہونا پڑتا ہے، اثر تو آپ پر بھی پڑتا ہے، آپ کے شہر پر بھی پڑتا ہے، آپ کے ملک پر بھی پڑتا ہے۔

لہٰذا شرعی ذمہ داری ہے کہ بھائی خدا کے لیے اگر ان مجاہدوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو کم از کم وہ حرکت تو نہ کرو کہ جس سے عالم اسلام کو نقصان پہنچے مسلمانوں میں اور تفرقہ بازی ہو، اور جھگڑے بڑھیں، اور فساد ہو، اور دشمنیاں بڑھیں، اور نفرتیں بڑھیں، آج ایسا ہے کہ نہیں؟ یہ دور وہ دور ہے کہ چنگیز دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کرنے کے لیے اور بغداد کے ہر چوراہے پر مسلمان ڈٹ کر ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہوئے تھے اور مناظروں میں مصروف تھے کہ تو صحیح ہے کہ میں صحیح؟ تو مسلمان اچھا ہے کہ میں مسلمان اچھا ہوں؟ پورا بغداد اسی مرض کا شکار تھا۔ پورا عراق اس میں لگا ہوا تھا اور انھیں اس خطرے کا احساس ہی نہ تھا کہ چنگیز آ رہا ہے۔

اب آج کا چنگیز کون ہے؟ اب آج کا ہلاکو کون ہے؟ آپ کے سر پر کھڑا ہوا ہے امریکہ روندرہا ہے کہ نہیں روندرہا ہے روز؟ پورے عالم اسلام کو روندرہا ہے۔ روز سب دیکھ رہے ہیں اس کے باوجود نہیں باز آتے۔ شرپسند لوگ، تفرقہ ڈالنے والے لوگ، اس کے باوجود نہیں باز آتے اور پوری کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمان جتنا آپس میں لڑ سکتے ہیں لڑیں۔ کس کا نقصان ہے؟ جب امریکہ آ کر کھوپڑیوں کا مینار تعمیر کرے گا تو کسی سے بھی نہیں پوچھے گا کہ تو دیوبندی تھا، تو بریلوی تھا یا تو شیعہ تھا۔ تو تھا کیا؟ کچھ بھی نہیں پوچھے گا۔ اُس کے لیے ایران میں بھی مسلمان ہیں، اس کے لیے

سعودی عرب میں بھی مسلمان ہیں جو بھی ہوں، اہل حدیث ہوں یا جو بھی ہوں سب اس کے لیے مسلمان ہیں۔

افغانستان ہو، کشمیر ہو، عراق ہو، ایران ہو، لبنان ہو، فلسطین ہو، سب اس کے لیے ایک ہیں۔ ایک ہیں کہ نہیں ہیں؟ اتنی سی بات ہم کو سمجھنی چاہیے۔ اس لیے میں اس عنوان کے تحت تقریریں کر رہا ہوں۔

کچھ لوگوں کو، میرے کچھ بھائیوں کو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سیاسی تقریریں نہ کریں، تو بھائی! میں تو یہی تقریریں ہمیشہ سے کرتا ہوں اور آپ کے کہنے سے میں رکوں گا نہیں۔ جیسے اور لوگوں کی ڈیوٹی کہیں اور سے لگی ہوئی ہے، میری اپنے امامؑ کے مکتب میں یہ ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔ بس ختم بات، اتنا سا جواب ہے آپ کے سارے اعتراضات کا کہ نہ سنیئے میری تقریر، شہر میں اور بہت ساری مجلسیں ہو رہی ہیں، تقریریں ہو رہی ہیں، چلے جائیے۔ ایک آدمی ہو گا تب بھی میں یہی بات کروں گا اور ایک لاکھ بیٹھے ہوں گے جب بھی یہی بات کروں گا، گھر میں بھی یہ بات کرتا ہوں، مجھے سب جانتے ہیں، میں باہر بھی یہ بات کرتا ہوں، یہ ہی میری مجلس ہے، اسی کو میں مجلس سمجھتا ہوں جو نہیں سمجھتا، نہ سمجھے۔ شہر میں بہت مجلسیں ہو رہی ہیں، جہاں مرضی چلا جائے۔ اس سے زیادہ صاف اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ میں شتر مرغ کی طرح ریت میں چونچ دبا کر یا خرگوش کی طرح آنکھیں بند کر کے اپنے کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا۔

آپ عصر حاضر کا نقشہ دیکھ نہیں رہے کہ طوفان دروازے پر ہے، دیکھ نہیں رہے کہ آندھی آ رہی ہے، دیکھ نہیں رہے کہ دشمن یلغار کر رہا ہے مختلف شکلوں میں، پھر کس کی ذمہ داری ہے؟ پھر آپ کیوں پوچھتے ہیں ہم سے کہ کیا کر رہے ہیں علماء؟ کیا کر رہے ہیں مولوی؟ یا تو یہ سوال نہ کرنا کبھی بھی۔ جاؤ سیاسی لیڈروں سے پوچھا کرو کہ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ اور کب سے ہو رہا ہے؟ سب امریکی پٹھو ہیں، جا کر ان سے پوچھا کرو جو کل تک امریکا مردہ

باد کہتے تھے بائیں بازو کے نام نہاد انقلابی سوشلسٹ، کمیونسٹ، ترقی پسند، آج امریکہ مردہ باد کہتے ہوئے ان کی زبان کو تالے لگتے ہیں۔ کیوں؟ اِن ترقی پسندوں کو بھی وہاں سے امید ہوگئی کہ نوکری ملے گی، حکومت ملے گی، خبردار، امریکہ کے خلاف نہ بولنا ورنہ حکومت نہیں ملے گی۔ یہ ہیں وہ باسی انقلابی جو اپنے آپ کو کل ترقی پسند اور سامراج دشمن کہتے تھے، آج مخالفت صرف اس لیے نہیں کر رہے کہ حکومت ملنے کی امید پیدا ہوگئی ہے۔

میں تو یہی بات کرتا ہوں کیوں کہ میں سامراج دشمن ہوں، میں کربلائی ہوں، میں حُسینؑ کا ماننے والا ہوں، میں کل کے یزید کو بھی پہچانتا ہوں اور میں آج کے یزید کو بھی پہچانتا ہوں، اس لیے میں تو یہی بات کرتا ہوں، جو یہ سننا چاہتے ہیں وہ جوق در جوق آتے ہیں اور جو نہیں سننا چاہتے مجھے بھی اُن سے کوئی گلہ نہیں ہوگا مگر میں کچھ لوگوں کے اعتراض کی وجہ سے یہ بات کہنا چھوڑ دوں، سامراج کو اذیتیں دینا چھوڑ دوں، یہی تو ایک ٹیس ہے جو میں اسے پہنچا رہا ہوں، میں تو یہی کرسکتا ہوں، ایک معمولی انسان کی حیثیت سے۔ جتنا لوگوں کو بیدار کرسکتا ہوں سامراج کے خلاف بیدار کروں گا، یہ میری ڈیوٹی ہے، یہ میری ذمہ داری ہے۔ جب تک سانس چل رہی ہے، جب تک روح اور جسم کا رشتہ باقی ہے، یہ فریضہ انجام دیتا رہوں گا اور میں چلا جاؤں تو یہ نہ سمجھئے گا کہ کام ختم ہوگیا۔ نہیں، مجھ سے بہتر آئیں گے، مجھ سے اچھے آئیں گے، مجھ سے بہادر آئیں گے، مجھ سے دلیر آئیں گے۔ یہی تاریخ ہے تشیع کی۔ تشیع کا سفر رکا ہی نہیں کبھی یہ سفر ہمارا جاری ہے علی الاعلان کہہ رہے ہیں۔ یہی کل کہہ رہے تھے، یہی آج کہہ رہے ہیں، مرتے دم تک انشاء اللہ، باب الحوائج ہمیں اس راستے پر قائم رکھے گا۔

جب موضوع ہی مین نے یہ رکھا ہے کہ عصر جدید، دور حاضر اور عقیدۂ انتظار۔ تو دور حاضر پر بات نہ کروں تو کیا کروں؟ دور حاضر پر بات کیا کروں کہ دور حاضر میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا یہ بات کروں آپ سے کہ یہ چیز ایجاد ہوگئی، وہ چیز ایجاد ہوگئی، انٹرنیٹ آگیا، چاند پر انسان پہنچ

گیا، کیا کروں؟ پھر دور حاضر کی کیا بات کروں آپ سے؟ میں نے تو عنوان چھپوایا ہے۔ اعلان کر دیا کہ عصر حاضر اور عقیدۂ انتظار، عصر حاضر سے آپ کیا سمجھ رہے ہیں؟ کیا موسم کی بات کروں گا آپ سے عصر حاضر کے حوالے سے، کیا کروں گا آپ سے عصر حاضر کی بات؟ یہی تو بات کروں گا نا کہ جو ہو رہا ہے۔

میں اعتراضات کا انتظار کرتا ہوں کہ اعتراضات آئیں اور میں آپ کو اور زیادہ باتیں بتاؤں۔ اعتراض جب تک آئے گا نہیں، بات کیسے ہوگی۔ کیسے بات کھل کر سامنے آئے گی۔ آنی چاہیے نا؟ ہوش کے ناخن لیجیے۔ کس کا انتظار کر رہے ہیں غیبت میں آپ؟۔

دیکھیے موضوع ہی یہ چل رہا ہے ہمارا، ان ہی باتوں کے لیے تو موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ کیوں تشریف لے گئے پردہ غیبت میں امامؑ؟ کس لیے گئے غیبت میں؟ بہت ساری دلیلیں ہیں، بہت سارے اسباب، ایک علت یہ بھی ہے کہ جابر کی بیعت نہ کرنی پڑے۔ اس کے سامنے جھکنا نہ پڑے یہی چاہتے تھے عباسی خلیفہ، عباسی حکمران یہی چاہتے تھے کہ بیعت میں لے لیا جائے آپ کو۔ معلوم نہیں تاریخ آپ کو کیوں نہیں سنائی جاتی۔ آپ کو معلوم ہے کتنی بڑی قربانی تھی خود امامؑ کی کہ امامؑ کی غیبت صغریٰ میں، امامؑ کی مادر گرامی قید میں رہیں۔ کوئی بتاتا نہیں آپ کو کہ جب امامؑ کی گرفتاری کے لیے چھاپے پڑے تو امام نے غیبت صغریٰ اختیار کی، جنابِ نرجس خاتون، امام کی مادر گرامی، دو سال تک زندان میں رہیں۔

پھر قیدیوں کی بات آ گئی۔ حوصلہ ہارنے کی بات نہیں ہے۔ ثانیٔ زہراؑ بھی قید رہیں۔ کیوں؟ کبھی سوچا تو کرو۔ سیاست، سیاست، سیاست دماغ خراب کر دیتے ہیں یعنی باتیں کر کے کہ سیاست کر رہے ہیں۔ سب سے گھناونی سیاست تو یہی ہے کہ خود سیاست کر رہے ہیں تا کہ لوگوں کو بہکایا جا سکے۔ بتایئے کون اپنے اِن قیدیوں کے لئے آواز اٹھائے؟

آپ کو معلوم ہے کہ امام زمانہؑ کی مادر گرامی دو سال تک زندان میں رہیں عباسی

خلافت میں۔ کیا گزری ہوگی امامؑ پر؟ کیا طاقت نہیں تھی کہ ماں کو رہا کرالیں لیکن نہیں یہ بتانے کے لیے کہ یہ ہماری میراث ہے کہ اگر تم سے قربانی کا کہہ رہے ہیں تو یہ نہیں کہ ہم نے قربانی نہیں دی اگر تمہیں سامراج کے خلاف، باطل کے خلاف نکلنے کا درس دے رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نہیں نکلے۔ پوری تاریخ بھری ہوئی ہے آئمہ کی، پہلے امامؑ سے لے کر آخری امامؑ تک۔ جان و مال یہاں تک کے رسولؐ کے گھرانے کی بیبیوں کا زندانوں میں قید رہنا۔ یہ تاریخ ہے جو بہت کم پڑھی جاتی ہے آپ کے سامنے۔ عباسی خلفاء چاہتے ہیں کہ امام کو جھکا دیں لیکن امامؑ جھکنے کو تیار نہیں ہیں۔ غیبت میں چلے گئے کیوں کہ ناصر نہیں ہیں، انصار نہیں ہیں، قلتِ انصار ہے اپنی غیبت صغریٰ کے دوران چار نائب مقرر کیے کہ اگر ایک ختم ہو جائے تو دوسرا اور دوسرا ختم ہو جائے تو تیسرا اور تیسرا بھی ختم ہو جائے تو چوتھا۔ اپنی ظاہری حیات ہی میں نیابت کا سلسلہ جاری کر دیا۔

عثمان بن سعید ان کے بیٹے محمد بن عثمان اور خاص طور پر حسین بن روح نوبختی جن کے ذریعے ہم عریضے ڈالتے ہیں۔ لوگ اس عریضے ڈالنے پر بھی اعتراض کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ لکھو عریضے، ڈالو عریضے مگر سب سے اوپر یہ حاجت لکھو کہ مولا سب سے بڑی آرزو تو یہی ہے کہ آپ آجایئے اور ہم آپ کی نصرت کریں۔

اگر حاجت لکھنا ہی ہے تو یہی لکھو اس لیے کہ انسان اپنی سب سے بڑی آرزو لکھتا ہے، سب سے بڑی حاجت لکھتا ہے تو اپنے دلوں کو ٹٹولو تو معلوم ہوگا کہ میں نے تو نوکری کا لکھا، اولاد کا لکھا، شادی کا لکھا، یہ لکھا، وہ لکھا، امام کے ظہور کی آرزو کا لکھا ہی نہیں۔ امام جب پڑھتا ہوگا تو کیا گزرتی ہوگی؟ عریضہ تو اپنی جگہ آپ کے اور ہمارے روزآنہ کے اعمال بھی امام کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں امام دیکھتا ہوگا کہ سب کچھ لکھا مگر مجھے نہیں بلایا ویسے تو ہر وقت تعجیل فرمایئے تعجیل فرمایئے کی دُہائی ہے مگر عریضے میں نہیں لکھا کہ مولاؑ آپ آجایئے ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے۔

یہاں پتہ چلتا ہے کہ محبت کا کیا عالم ہے؟ جدائی میں کون کتنا تڑپ رہا ہے؟ فراق کا کیا عالم ہے؟ منتظر کی ذمہ داری کیا ہے؟ غیبت میں وظیفے پڑھنا ہی ذمہ داری تھوڑی ہے، دعائے فرج پڑھنا اپنی جگہ صحیح اور دعائے امام زمانہؑ پڑھنا اپنی جگہ ثواب، دعا کرنا کہ امامؑ ہمیں اپنے سپاہیوں میں شامل کریں اپنی جگہ ثواب لیکن عزیزو! یاد رکھیے امام کے سپاہیوں کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ انھیں کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ یہ کام کریں بلکہ وہ وہی کام کرتے ہیں جوان کا امام چاہتا ہے وہی کام انجام دیتے ہیں جوان کا امام چاہتا ہے۔ بیداری ملت کے فریضے کا تقاضہ ہے کہ ذہنوں کو جھٹکا دیا جائے، سوچنے پر اُکسایا جائے لہٰذا حجّت تمام کرتے رہوتا کہ لوگ سوچیں کہ حالات کیا ہیں اور خوابوں کی دنیا سے نکل آئیں۔ آپ کو جنت کی فکر پڑی ہوئی ہے جب کہ سامراج نے آپ کی دنیا کی زندگی جہنم بنا دی ہے۔ آپ کو ذلیل ورسوا کر دیا ہے آپ کو کتنے گھٹیا مقام پر پہنچا دیا ہے؟ رسوائی کا یہ عالم ہے کہ آپ جایئے ذرا یورپ اور امریکہ کے کسی ایئرپورٹ پر اتریئے، میں تو نہیں جاتا لوگ بتاتے ہیں کہ جوتے تک اتروالیتے ہیں۔ یہ ہے آپ کی اوقات اور آپ ہیں کہ جنت کے خوابوں میں گم ہیں، یہ گھمنڈ کہ ہم اسد اللہ کے ماننے والے ہیں، ہم فاتحِ بدر وحنین اور مولائے کائناتؑ کے ماننے والے ہیں جایئے معلوم ہو جائے گا کہ دنیا آپ کو کیا سمجھتی ہے۔ وہی والی بات

ع سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا؟

ہم خوابوں کی دنیا سے باہر نکلنا نہیں چاہتے۔ قوموں کی تقدیریں ایسے ہی تھوڑی بدل جاتی ہیں۔ قوموں کی تقدیریں بدلنے کے لیے قربانیاں دینے کے لیے اپنے آپ کی تیار کرنا پڑتا ہے۔ اپنی نسلوں کو تیار کرنا پڑتا ہے۔ اپنی نسلوں کو آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ انھیں علم اور عمل کے زیور سے آراستہ کرنا پڑتا ہے۔ آج یہی موضوع ہے کہ امامؑ کے غیبت کبریٰ میں جانے کے بعد کیا دنیا میں کوئی واقعہ پیش نہیں آئے گا؟ آئے گا کہ نہیں آئے گا، اور واقعات پیش آرہے ہیں کہ نہیں؟ امام

غیبت کبریٰ میں چلے گئے اور جانے کے بعد کتنے واقعات ہوئے؟ کتنی بار بستیاں اجڑیں؟ کتنی بار مسلمان تاراج کیے گئے چنگیز، ہلاکو اور برطانوی سامراج جیسے سفاک اور ظالم و قاتل حکمرانوں کے ہاتھوں جنھیں بعض لوگ ہیرو مانتے ہیں ان سفاک اور ظالم لوگوں کی کوئی ایک اچھائی بتایئے؟ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ لاکھوں لوگوں کو قتل کرنے والوں سے سبق سیکھنے کی باتیں کی جائیں؟ اِس سے سبق سیکھا، اُس سے سبق سیکھا، سب سے سبق سیکھا مگر نہیں سیکھا تو رسولؐ اور آل رسولؑ سے نہیں سیکھا یا کسی امامؑ برحق سے نہ سیکھا۔ قابیل نے بھی کوّے سے سبق سیکھا تھا کہ نہیں سیکھا تھا؟ اُنھیں کوّے ہی سبق سکھاتے ہیں جو انبیاء کا کہنا نہیں مانتے۔

فُلاں نے بلی سے سبق سیکھا، فلاں نے چوہے سے سبق سیکھا، فلاں نے چیونٹی سے سبق سیکھا۔ وہ بار بار گر جاتی اور پھر چڑھ جاتی تھی ان سب سے سیکھا مگر یہ نہیں دیکھا کہ ہادیان برحق کا کریکٹر کیا ہے۔ یہ ظلم ہے چاہے کسی بھی شکل میں ہو۔ اِس طرف نہ جایئے گا کہ اس بادشاہ نے کیا کیا تھا، اس نے کون سی رسم رائج کی تھی۔ شاہ ایران کیا تھا؟ مذہبی طور پر کیا تھا، شاہ ایران کا کیا نام تھا؟ اس کا رضا شاہ نام تھا، پھر کیا کیا جائے؟ نام کی پوجا کروں کہ کام کو دیکھوں۔ نام کو دیکھوں کہ کام کو دیکھوں؟ تو بتایئے کہ چیونٹی سے سبق لینے والوں نے کبھی امام سے بھی سبق لیا کہ نہیں؟ امام نے انسان کی جان کا کتنا احترام سکھایا ہے۔ انسانوں کی جان کا احترام جو نہیں کرتے انھیں کوّے اور چیونٹیاں سبق سکھاتے ہیں جو انبیاء اور اماموںؑ سے سبق نہیں سیکھتے۔ انھیں چنگیز اور ہلاکو سبق سکھاتے ہیں۔

واقعات پیش آئیں گے اور آرہے ہیں۔ امامؑ کے پردہ غیبت میں جانے کے بعد کیا امامؑ نے ایسے ہی چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ بس نماز پڑھنا، روزے رکھنا اور بس یہ عبادت کرنا، مجلس کرتے رہنا۔ اس کے علاوہ کوئی ذمہ داری تمھاری نہیں قیامت تک دنیا میں کچھ ہو، شہر میں کچھ ہو تم کچھ مت کرنا تمھارا کسی چیز سے کوئی تعلق نہیں، اگر کسی امام نے کسی سے ایسا کہا ہو تو آپ بتا

دیجئے، صحیح ہے نا بھئی کسی امام نے کسی جگہ کسی ضعیف حدیث کسی صحیح حدیث کے بارے میں کچھ کہا ہو تو بتا دیجئے، کہ خبردار دنیا میں کچھ بھی ہوتا رہے تعلق نہ رکھنا، چپ رہنا، بولنا نہیں کسی نے کہا ہو تو آپ بتا دیجئے مجھے، بلکہ کیا کہا مومنین کے نام جو نصیحت کی۔ کل میں نے اشارہ کیا تھا کہ آج پورے الفاظ پڑھ دیتا ہوں آپ کے سامنے۔

اَمَّا الْحَوادِثُ الْوَاقِعَةُ فِیْها

اور وہ حادثات اور واقعات جو ہمارے بعد پیش آئیں گے۔

اب یہ معصومؑ کے الفاظ ہیں۔ معصومؑ کے الفاظ آپ کے سامنے نقل کر رہا ہوں، اب اعتراض کرنے والے ذرا اور غور سے سن لیں پھر سن لیں۔

حوَادِثُ الْوَاقِعَهُ فِیْها

''ہمارے قائم کے بعد یعنی پردے میں جانے کے بعد حادثات پیش آئیں گے واقعات پیش آئیں گے۔ اس زمانے میں کیا کرنا؟''

فَارْجِعُوا اِلٰی رُوَاةِ حَدِیْثِنَا وَ اٰثارِنَا

''تو ان واقعات اور حالات سے مقابلہ کرنا اور رجوع کرنا ان لوگوں کی طرف جو ہمارے علم و عمل کے وارث ہوں۔ ہمارا علم و عمل بھی بیان کرتے ہوں اور ہماری حدیث بھی۔''

تو کون ہے اس علم و عمل کا وارث؟ کون ہے امام کی حدیث بیان کرنے والا؟ بتا دیجیے۔ اُسی سیاسی پارٹی میں میں بھی چلا جاؤں گا۔ جہاں امامؑ کی حدیث بیان کی جاتی ہو۔

یہی اعتراض آرہا ہے نا میں بھی چلا جاؤں گا۔ امامؑ فرما رہے ہیں کہ تم وہاں جانا جہاں ہماری حدیث بیان کریں، ہمارا عمل بیان کریں، تو میں بھی چلا جاؤں، بتا دیجئے، کون سی جماعت ہے میں بھی چلا جاؤں وہیں، چلا جاؤں کسی ایسی سیاسی پارٹی میں جو یہ بیان کرتے ہوں، یا بیان کرتی ہوں۔

اَلْعُلَمآءُ حُجَّتِی عَلَیْکُمْ

''یاد رکھنا! یہ علماء ہماری حُجّت ہیں تم پر۔''

امام زمانہؑ علماء حق کی بات کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو اس لیے شامل نہیں کر رہا ہوں کہ میں تو خود ایک ادنیٰ طالب علم ہوں میں تو خود علماء حق کا اتباع کر رہا ہوں۔ میں تو کل کھل کر کہہ چکا آپ کے سامنے لوگ اپنے باطل رہبروں اور لیڈروں کا نام لیتے ہوئے نہیں ڈرتے تو میں اپنے رہبر معظم کا نام لیتے ہوئے کیوں سیاست کا شکار ہو جاؤں، کیوں مصلحت کا شکار ہو جاؤں؟۔

تمھیں تمھارا لیڈر مبارک اور مجھے میرا لیڈر اور مقابلے میں لے آؤ کوئی ایسا کردار ہے تو لے آؤ میں بھی مان لوں گا۔ وہی معیار ہے امام نے مقرر کیا ہے۔ ہم نے اُسی معیار کو رکھا۔ علی خامنہ ای کے مقابلے کا کوئی لے آؤ تو اسے مان لیں گے۔ ارے تم علی خامنہ ای کے مقابلے کا نہیں لا سکتے، تو علیؑ کے مقابلے کا کہاں سے لاؤ گے؟۔

ہم ان بہادر اور دلیر رہنماؤں کے ماننے والے ہیں بھائی۔ اُن کی ٹکر کا تو لے آؤ، بعد میں کوئی اور لے آنا۔ تو پھر کیوں میں کسی کو لیڈر مانوں؟ کوئی ہے تو لے آؤ پھر مان لیں گے۔ ہمیں تو یہی اصول ملا جو قمبر نے دیا کہ علیؑ سے بہتر لے آؤ اسے مان لوں گا۔ ہم نے کب کہا نہیں مانیں گے اس سے بہتر لے آؤ، لا کر دکھاؤ کوئی ایسا مرد۔ ہم نے جنگ خیبر سے یہی اصول رکھا ہے کل بھی کرّار کے ماننے والے تھے۔ آج بھی کرّار کے غلاموں کے ماننے والے ہیں۔

آخر آج کس کے پیچھے جائیں، حادثات تو پیش آ رہے ہیں، واقعات تو پیش آ رہے ہیں، تو پھر کس کے پیچھے جائیں؟ اُسی کے پیچھے جائیں گے نا کہ جو اہل بیتؑ کی تعلیم دے گا جو رسولؐ کی حدیث سکھائے گا۔ رسولؐ کا علم سکھائے گا اور جو سکھائے گا اسی کے پیچھے جائیں گے نا جو اس Character کو بتائے گا اسی کے پیچھے جائیں گے نا؟ ہم نے تقیہ تھوڑی کیا ہے۔ سب کو

اپنے اپنے لیڈروں اور رہبروں پہ ناز ہے ہمیں بھی ناز ہے، ہمیں بھی مان ہے۔ اور ہم تو آفاقیت کی بات کرتے ہیں سرحدوں کی بات بھی نہیں کرتے۔ کوئی بات کرتا ہوگا پہلے یہاں۔ کی۔ ہمارا رہبر تو جب بات کرتا ہے پورے عالم اسلام کی بات کرتا ہے۔ اس میں کیسا تقیہ؟ تو سب کی بچت اسی میں ہے کہ اپنے وقت کے راہنماؤں کو بھی پہچان لو اپنے وقت کے رہنما کو نہیں پہچان سکتے نائب کو نہیں پہچان سکتے تو امامؑ کو کیسے پہچانو گے؟

''علماء حق تم پر ہماری حُجّت ہیں۔''

یعنی ان کی اطاعت ہماری اطاعت، ان کا اتباع ہمارا اتباع ہے ہم نے انھیں نائب بنایا۔ کریکٹر دیکھ لینا۔ وہی بات آگئی علماء حق علماء ہیں اس کے علاوہ اگر کوئی علماء کا روپ دھار کر آجائے، دستار باندھ کر کوئی آجائے وہ ہم پر حُجّت نہیں ہے اس کے ذمہ دار علماء حق تھوڑی ہیں جس کی مرضی حوزہ علمیہ گیا چھ مہینے رہ کر آیا سر پر عمامہ باندھا اور اب گھوم رہا ہے شہر میں۔ آپ اس کو مثال بنا کر کہیں کہ دیکھئے علماء یہ کررہے ہیں۔ وہ کم بخت تو گیا ہی اس لیے تھا کہ آکر بدنام کرائے سب کو۔ حرکتیں ایسی کرے کہ سب سمجھیں کہ یہ عالم ہیں۔ اب کیا ہے قول امامؑ کا۔

''یہ ہماری حجّت ہے تم پر''

''اور ہم ان پر حجّت ہیں اللہ کی''

مولاؑ سے ملاقات کی بھی بات آجائے گی جو میں نے پہلی دوسری مجلس میں کہا تھا۔ ملاقات بھی ہے امامؑ کی لیکن کن لوگوں سے ہے؟ کیسے ہے؟ وہ بھی آجائے گی بات کہ کب کب، کہاں کہاں، امامؑ اپنے نائبین اور اپنے چاہنے والوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ بھی بتا دیں گے۔ انشاء اللہ زندگی رہی تو کل پرسوں کی مجلس میں۔

ان حق کے رہنماؤں کی صفات کیا ہیں اور پہچانیں کیسے؟ مولاؑ نے حکم بھی دے دیا کہ بعد میں پیش آنے والے حادثات اور واقعات میں رجوع کرنا ان لوگوں کی طرف جو تم پر ہماری

حُجّت ہیں جنھیں ہم نے تم پر حُجّت قرار دیا ہے، اپنے سامنے بھی نائب بنا کر بتایا اور اپنے بعد کے لیے بھی شناخت اور پہچان بتا دی۔ انشاء اللہ زندگی رہی تو رضویہ میں تو موضوع ہی یہ ہے ''تاریخ مرجعیت'' یعنی مرجعیت* کی پوری تاریخ ہے اگر زندگی رہی تو کیوں کہ اگلی سانس کا تو بھروسہ ہوتا نہیں ہے۔

شناخت کیا ہے؟ یہ تو بتا دیا مولاؑ آپ نے کہ ان کی طرف رجوع کرنا۔ اب پتہ نہیں کتنے لوگ آپ کے علم بیان کر رہے ہیں۔ یہ بھی آپ کی حدیث بیان کر رہا ہے، وہ بھی آپ کی حدیث بیان کر رہا ہے، یہ آپ کی حدیث بیان کر کے کہہ رہا ہے کہ قیام کرو۔ وہ حدیث بیان کر کے کہہ رہا ہے کہ بیٹھ جاؤ۔ یہ آپ کی حدیث بیان کر کے کہہ رہا ہے کہ ظلم کے مقابلے میں ڈٹ جاؤ۔ وہ حدیث بیان کر کے کہہ رہا ہے کہ بیٹھ جاؤ۔ یہ آپ کی حدیث بیان کر کے کہہ رہا ہے کہ مقابلے میں چلے آؤ۔ وہ آپ کی حدیث بیان کر کے کہہ رہا ہے کہ نہیں گھر سے مت نکلنا۔ ہیں نا ایسے لوگ آپ دیکھئے جو میں نے کل تضادات کی بات کی تھی۔ بعض لوگ مراجع کے اقوال میں تضادات ڈھونڈتے ہیں۔ بہت سارے لوگوں کو اگر وہ موقع و محل کا لحاظ نہ رکھیں تو انھیں قرآن اور نہج البلاغہ میں بھی تضاد مل جائے گا۔ مثال کے طور پر نہج البلاغہ میں مولا اپنے بچوں کو حکم دے رہے ہیں۔

كُونَا لِلظَّالِمِ خَصماً وَلِلْمَظْلُومِ عَوناً

''ہمیشہ ظالم کے دشمن بن کر رہنا اور مظلوم کے دوست۔''

علیؑ حکم دے رہے ہیں کہ قیام کی حالت میں رہو۔ ایک نے حدیث اسی مولاؑ کی پڑھ دی نہج البلاغہ سے۔

كُنْ فِي الْفِتْنَةِ كَالَّبُونِ

''دورِ فتنہ میں اونٹنی کے بچے کی طرح رہو''

* اُسی سال یعنی 2007ء امام بارگاہ درسگاہ کربلا رضویہ سوسائٹی میں عشرۂ ثانی تاریخ مرجعیت کے عنوان سے پڑھا تھا۔

اب بتائیے آپ اِس آج کے فتنے کے زمانے کا کیا کروں میں۔ ہیں نا دونوں قول مولاؑ کے؟ لہٰذا اب جاننا یہ ہے کہ وہ کب کے لیے ہے اور کہاں کے لیے ہے، یہ کب کے لیے ہے اور یہ کہاں کے لیے ہے لیکن ہر آدمی اپنے اپنے مطلب کے لیے ان اقوال مبارک کو استعمال کرے گا کہ نہیں کرے گا؟ اِسی نہج البلاغہ میں دونوں قسم کے اقوال ملیں گے کہ نہیں ملیں گے؟ تو میں کیا کہوں کہ معاذ اللہ مولاؑ کے اقوال میں تضاد ہے؟ یہ کیوں نہ کروں کہ تلاش کر کے اصل مفہوم تک پہنچ جاؤں۔ ظاہر ہے کہ معصوم کا کلام ہے جب معصوم کا کلام ہے تو غلط نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ہمیں ڈھونڈ نا ہے کہ کب فتنے سے بچنا ہے اور کب میدان میں ڈٹ جانا ہے۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ حسن نصر اللہ لوگوں کو لے کر نکلا اور ایک مرحلے پر حکم دیا کہ واپس چلے جاؤ۔* کیوں کہ اب فتنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ آپس میں لڑانے کا میدان تیار کر لیا گیا ہے لہٰذا اس سازش کو ناکام بنانا ہے سب گھروں میں چلے جاؤ۔ قوم چلی گئی کہ نہیں چلی گئی وہی جو میدان میں نکلے تھے۔ وہ اپنے رہبر کے حکم پر واپس گئے کہ نہیں گئے، آگے چلتے ہیں۔ بات کو آگے بڑھاتے ہیں کہ مولا کہاں جائیں؟ کس طرف جائیں ایک یہ کہہ رہا ہے، ایک وہ کہہ رہا ہے۔ ایک مجلس میں یہ بتا دیتے ہیں دوسری میں وہ بتا دیتے ہیں۔ تیسری مجلس میں جاؤ تو تیسری نئی چیز مل جاتی ہے پریشان تو ہو ہی جائے گا۔ عام آدمی بے چارا سوچتا ہے کہ میں کہاں جاؤں۔ اس مجلس میں گیا باب العلم میں انھوں نے یہ کہہ دیا۔ فلاں جگہ گیا انھوں نے بالکل الٹ کہہ دیا۔ وہ بھی اتنا صحیح، وہاں بھی قرآن کی آیات، وہاں بھی احادیث۔ اس مسجد میں گیا جمعہ پڑھا جو اس نے کہا وہ بھی قرآن کی آیات پڑھ رہا تھا۔ بالکل اس کے مخالف دوسری مسجد میں گیا اس نے بھی آیات پڑھیں اور پھر اپنا مطلب نکال دیا۔ تیسری مسجد میں گیا وہ بھی آیتیں پڑھ رہا تھا۔

* 2006ء کے اور آخر میں حزب اللہ کے قائد حسن نصر اللہ نے وزیر اعظم لبنان کی پالیسیوں سے اختلافات کرتے ہوئے حزب اللہ کو سڑکوں پر آنے کا حکم دے دیا تھا مگر جب سامراجی ایجنٹوں نے اس احتجاج کے ذریعے لبنان میں ایک مرتبہ پھر فرقہ وارانہ فساد کرانا چاہا تو حسن نصر اللہ نے جانی نقصان اٹھانے کے باوجود احتجاج ختم کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔

حدیثیں پڑھ رہا تھا اب میں کہاں جاؤں، کدھر جاؤں یہی ہو رہا تھا۔ اس سے عام لوگ پریشان ہو جاتے ہیں کہ ہم کہاں جائیں مولاؑ کوئی ہدایت کا راستہ ہے کہ نہیں ہے؟ تو اب اگر ہدایت کا راستہ نہیں دیا تو پھر اور بات ہے لیکن اگر آپ ہدایت پر عمل پیرا نہ ہوں اور بھٹکتے رہیں تو اس میں قصور آپ کا ہی ہوا لیکن امامؑ تو ہدایت کا راستہ دے کر گیا۔

گیارہویں امامؑ حضرت امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں۔ علماء اور فقہاء کی صفات بتا رہے ہیں جب لوگوں کے سامنے غیبت کی بات آئی تو وہ ششدر رہ گئے، پریشان ہو گئے کہ کدھر جائیں گے غیبت کے دور میں جو کہ قیامت تک کے لیے ہے۔ ایسے میں ان لوگوں کی صفات بتائیں کہ وہ کون لوگ ہوں گے اور ان کی صفات کیا ہوں گی۔ علماء اور فقہاء میں سے کون لوگ؟ سب نہیں۔ سارے فقہاء نہیں، فقہاء میں سے کچھ لوگ ہوں گے علماء میں سے کچھ ہوں گے ان کی صفات کیا ہیں؟

صَائِناً لِنَفْسِہٖ

''وہ جو اپنے نفس کے چوکیدار ہیں''

چوکیدار ہیں۔ پہرا بٹھا رکھا ہے، اپنے نفس پر۔ برائیوں کی طرف نہیں جاتے، خرابیوں کی طرف نہیں جاتے۔ کبیرہ صغیرہ گناہوں کی طرف نہیں جاتے۔ پہلی صفت۔

''نفس کے چوکیدار''

کیوں ایسا کیا اس لیے کے اگر نفس کو برائیوں سے نہ بچایا تو دشمن ان کمزوریوں کو استعمال کرے گا کہ نہیں؟

اگر اپنے نفس کو برائیوں سے نہ بچایا۔ عیوب سے نہ بچایا تو خطرہ موجود ہے۔ امکان موجود ہے۔ دشمن کوئی کمزوری ڈھونڈے گا اور وہیں سے قابو کرے گا۔ پوری قوم کو قابو کرنے سے بہتر ہے ایک کو قابو کرلو۔ پوری دنیا کا المیہ بتا رہا ہوں۔ ساری دنیا کا! عراق ہو، ایران ہو، لبنان

ہو پاکستان ہو کہیں بھی ہو ہر جگہ یہی اصول ہے، تاریخ میں ایسے کردار موجود ہیں جو اپنے نفس کو نہ بچا سکے۔ نتیجہ کیا ہوا؟ دشمن کمزوری سے فائدہ اٹھا گیا۔

کہیں پیسے کا لالچ لے ڈوبا کہیں شہوانی خواہشات کا جال بچھایا۔ اور اب تو اتنے سستے فتوے بکتے ہیں کہ حال ہی میں ایک انڈین چینل نے پوری فلم دکھا دی پانچ ہزار میں ایک مفتی نے فتویٰ دیا۔ کتنے روپے میں؟ پانچ ہزار روپے میں حرام کو حلال، حلال کو حرام کر دیا جاتا ہے۔ ایسے مولوی کا اتباع نہیں کرنا اس کے پیچھے نہ جانا مگر مجھے تو جانا ہی اس کے پیچھے ہے جو میری مرضی کا فتویٰ دے گا تا کہ میرا کام اس سے نکل آئے۔ نکاح کا مسئلہ ہو، رجوع کا مسئلہ ہو، طلاق کا مسئلہ ہو، لین دین کا مسئلہ ہو، کسی کا مال ہڑپ کرنا ہو، کسی کا مال کھا جانا ہو، کسی کی زمین پر قبضہ کرنا ہو، ڈھونڈو ایسا مولوی۔ اسی کے پیچھے چلنا ہے جو میری مرضی کا فتویٰ دے دے۔ میری مرضی کا حکم لکھ کر دے دے۔ کتنے لے گا پانچ ہزار، دس ہزار۔ پھر یہ تو نہیں ہوئے امام کے نائبین یہ تو نہیں ہوئے اپنے نفس کے چوکیدار۔

کیوں کہ امامؑ نے تو فرمایا تھا ''اپنے نفس کا چوکیدار ہو۔'' پہلی صفت یہ ہے لہٰذا جو اس سے مختلف یا متصادم ہیں سب فارغ ہو گئے کہ نہیں ہو گئے؟ یہ سب خارج ہو گئے اب ان کی مثال نہ لانا۔ کیوں کہ امامؑ نے تو پہلے ہی منع کر دیا ہے کہ ان کے پیچھے نہیں جانا ہے۔ نکاح صحیح پڑھا رہا ہے کہ غلط۔ پیسے کم سے کم لے لے گا چاہے غلط پڑھا دے۔ مجھے نکاح سے دلچسپی تھوڑی ہے مجھے تو رسم و رواج سے دلچسپی ہے۔ لاکھوں روپیہ خرچ ہونا چاہیئے۔ لاکھوں روپیہ مہندی مانجھا پتنگ ڈور پتہ نہیں کیا کیا؟ چھٹی، چوتھی، ساتویں، نویں، بارہویں گود بھرائی اور نہ معلوم کیا کیا رسمیں؟ لاکھوں قرضہ لوں مگر رسمیں پوری کروں، لیکن نکاح کی فکر نہیں ہے جو اصلی کام ہے کہ مولوی کیسا ہونا چاہیے؟ نکاح بھی صحیح پڑھتا ہے کہ نہیں پڑھتا۔ کیوں کہ اسے بھی معلوم ہے، مولوی کو بھی معلوم ہے کہ انھیں کیا معلوم، غلط پڑھاؤں، صحیح پڑھاؤں فیس جیب میں رکھ کر بھاگوں۔ کئی کیس

تو میں نے پکڑے ہیں کہ مجھے پوچھنا پڑا کہ بھئی کس کا نکاح پڑھا رہا ہے؟ اپنا پڑھا رہا ہے یا لڑکے کا پڑھا رہا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ بابا میں جاہل آدمی ہوں۔ بعض جگہ تو لوگوں کو مولوی یاد ہی نہیں رہتا عین ٹائم پہ یاد آیا او ہو نکاح بھی تو پڑھوانا تھا اب کسی داڑھی والے کو ڈھونڈ و اس کی ضرور کسی مولوی سے دوستی ہوگی۔ ارے بھئی کسی کو پکڑ لاؤ جلدی سے، جلدی سے پکڑ لاؤ۔ ہزار دو ہزار نکلنا جیب سے کتنا مشکل ہو گئے، اعتراض ہو گیا کہ دو منٹ کا کام، دو ہزار روپے اور وہ لاکھوں خرچ ہو گیا اس کی پروا نہیں ہے وہ نیک میں اور بری میں۔ نیک اور بری نہ ہوئی تو شادی کیسی؟

یہ آئینہ ہے آئینہ کہہ لیجئے۔ جو اپنے آپ کو دیکھنا چاہے وہ اپنی تصویر دیکھ لے۔ مجھ میں تو اتنی جرأت ہے کہ میں دیکھتا ہوں اپنا چہرہ صبح شام اس میں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہم کدھر جا رہے ہیں لہٰذا جب آپ اِسے جانتے ہیں کہ یہ مولوی نہیں ہے تو اس کی مثال کیوں دے رہے ہیں کہ مولوی ایسا، مولوی ویسا، امامؑ نے تو کہہ دیا تھا کہ جو نفس کا چوکیدار نہیں وہ خارج ہے۔ دوسری صفت۔

مُحَافِظًا لِدِیْنِہٖ

''اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہے''

اپنے دین کو بیچنے والا نہیں، ٹکوں کے عوض آیات الٰہی اور روایات کا سودا کرنے والا نہیں ہو۔ بلکہ دین کی حفاظت کرنے والا ہو۔ کفّار کے مقابلے میں کھڑا ہو تو ہمارا نائب ہے۔ دوسری صفت بتائی۔ نظر نہیں آتا کہ کون کھڑا ہے دین کی حفاظت کے لیے آج۔ جب دین پر وقت پڑا، اسلام پر وقت پڑا۔ تو خود دیکھ لیجیے کہ؟ کون ہیں جو دین کی حفاظت کے لیے کھڑے ہیں پوری دنیا میں امامؑ نے بتا تو دیا پھر ادھر اُدھر کی مثال کیوں دے رہے ہو؟ امامؑ نے تو خارج کر دیا وہ ہے ہی نہیں جو درباری ملّا ہے۔ فقیہ وہ ہے جو دین کی حفاظت کرے۔ اور پھر تیسری

صفت بتائی۔

مخالِفاً لِھَواہُ

تیسری صفت بتائی۔ ''ہوائے نفسانی کی مخالفت۔'' ہوائے نفسانی کی مخالفت کیا ہے؟ احتیاط دین داری ہے مگر ہوائے نفسانی کی مخالفت نہیں ہے، کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ اپنے آپ کو برائیوں سے تو بچا رہا ہے۔ آیات بھی پڑھ رہا ہے، عبادتیں بھی کر رہا ہے، احادیث بھی پڑھ رہا ہے، کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بھی بچ رہا ہے، مگر کیوں کہ ہوائے نفسانی کا قیدی ہے اور چاہتا ہے کہ لوگوں میں میرے تقدس کا چرچا ہو لوگ مجھے مقدس مانیں، میرے ہاتھ چومیں، لوگ میرے ہاتھوں کو بوسا دیں، لوگ مجھے جھک کہ سلام کریں، لوگ احترام کریں، اب ہوائے نفسانی کا مخالف تو نہیں ہوا نا؟ یعنی بچا رہا ہے نفس کو۔ مگر ہوائے نفسانی کی مخالفت نہیں کر رہا۔ علم دین بھی حاصل کر رہا ہے تو اپنی ہوائے نفسانی کی تکمیل کے لیے حاصل کر رہا ہے۔ کتنی عزت اللہ نے دی ان علما کو۔ میں بھی پڑھوں گا میں ان سے آگے جاؤں گا اور مصیبت یہی ہے کہ عالم میں ہی حسد کے نوحصے آگئے۔ اہل علم میں حسد کے نوحصے آگئے۔ آزما کر دیکھ لیجیے۔

تعارف کرائیے کسی عالم کا کسی دوسرے کے سامنے، اس کے لیے بھی جرأت چاہیے۔ آیئے آپ میرے پاس کہیے کہ فلاں عالم آیا ہے کتنی عمدہ تقریر کی ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں بس روایات غلط پڑھ رہا ہے کیوں اس لیے نہیں کہ غلط مجلس پڑھ رہا ہے۔ بلکہ اس لیے کہ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ آپ سے تو میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس سے حسد کر رہا ہوں، میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ آپ سے تو میں یہی کہوں گا نا ارے یہ تو جاہل ہے اسے آتا کیا ہے۔ تمہیں کیا معلوم ہے؟

کہا بڑے اچھے مولوی ہیں۔ میں کیسے سنوں گا دوسروں کی تعریف میں تو خود بڑا اچھا مولوی ہوں۔ میرے سامنے آپ نے دوسرے کی تعریف کی کیسے؟ تو بڑی بات ہوتی ہے بڑا

مشکل مرحلہ ہوتا ہے اپنے آپ کو اس مشکل سے اس بلا سے بچانا، اس حسد سے بچانا، امام نے تیسری صفت عالم کی بتائی ہے کہ وہ ہوائے نفسانی کی مخالفت کرتا ہے، ہوائے نفسانی کا اتباع نہیں کرتا۔ ہاں بطور کلی مسئلہ پیش کرنا اور بات ہے کہ درباری ملاّ اور علماء کے چہروں سے پردہ ہٹانا، یہ بطور کلی ذمہ داری میں آتا ہے یہاں بھی خدا نہ کرے شخصی دشمنی نہیں ہونی چاہیے، ذاتی دشمنی نہیں ہونی چاہیے۔

چوتھی صفت۔

مُطِیْعاً لِاَ مْرِ مَوْلَاہُ

''اپنے مولاؑ کے امر کی اطاعت کرنے والا ہو''

اپنی خواہشات کی اطاعت نہیں، بڑا مسئلہ ہے دیکھئے اب میں آپ کو بتاؤں مسئلہ یہ ہے کہ لشکر جمع ہے۔ بس اب وقت ختم ہو رہا ہے جلدی جلدی پہنچاتا ہوں آپ کو منزل تک۔ لشکر ہے ہزاروں آدمیوں کا، چار ہزار کہہ لیں، آٹھ ہزار کہہ لیں، لڑنے والے بھی ہیں نہیں لڑنے والے بھی ہیں اور بھاگ جانے والے بھی ہیں اور موقع ایسا ہے حضرت امام حسن مجتبیٰ کے لیے کہ لڑیں تو مشکل اور نہ لڑیں تو بزدلی کا الزام لگا دیں گے لوگ۔ اب یہاں امامؑ کو یہ نہیں دیکھنا کہ ظاہری حالت کیا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے جنھیں میں سڑک پر لے آیا ہوں وہ کیا کہیں گے، جنھیں میں میدان میں لے کر آیا ہوں وہ مجھے کیا کہیں گے۔ جنھیں میں نے گھروں سے نکالا ہے وہ مجھے کیا کہیں گے۔ امر مولاؑ یہ ہے کہ جنگ نہیں ہوگی، لڑنا نہیں ہے اپنے نام، شجاعت اور شرف کو اللہ کی خاطر داؤ پر لگا دیا۔

اسی طرح مثلاً میری آبرو ہے، میری عزت ہے مگر امر مولا یہ ہے کہ اپنے لیے ذلت برداشت کرلو، قوم کو تباہی سے بچالو اپنی ذلت برداشت کرلو، اگر قوم کو تفرقے سے بچا سکتے ہو تو بچالو، انتشار سے بچا سکتے ہو تو بچالو، تمھیں برا کہیں گے۔ کہنے دو۔ تمھیں گالیاں دیں گے دینے

دو۔ یہ ہے امر مولا۔

پس عوام پر لازم ہے کہ ایسے علماء اور ایسے فقہاء کی تقلید کریں۔ اپنے لیے نہیں بار بار وضاحت کرتا ہوں کہ ہم جیسے طالب علموں کی نہیں بلکہ جن کی بات کر رہے ہیں ان مجاہد فقہاء اور علماء کی تقلید کریں کہ جن میں یہ چاروں صفات پائی جاتی ہوں۔ دین کی حفاظت بھی کرتے ہیں اور فیصلہ کرتے وقت اپنے نفس کو نہیں دیکھتے، اللہ کی مرضی کو دیکھتے ہیں۔ دین کی مصلحت کو دیکھتے ہیں کہ اللہ کی مرضی کیا ہے؟ میں ایک مثال دے کر مصائب پر آنا چاہتا ہوں۔ جب جنگ کا آغاز ہوا تو خمینی بت شکن ہمیشہ ایک ہی بات کہتے تھے۔

تا آخرین نفس ایستادہ ایم

خون کے آخری قطرے تک لڑیں گے، آخری سانس تک لڑیں گے۔ ایک موقع کیسا آیا آٹھ سال کی جنگ کے بعد، ایک موقع ایسا آیا کہ ساری قربانیاں ضائع ہو جاتیں اگر جنگ مزید آگے بڑھتی۔ وہ الفاظ آج تک مجھے یاد ہیں میں نے سنی تھی وہ تقریر براہ راست خمینی بت شکن کی، میں اس وقت وہیں قم میں تھا کہ جس وقت اس نے یہ جملے کہے جنگ بندی کا اعلان کرتے ہوئے کہ ہم جنگ بندی قبول کرتے ہیں، اقوام متحدہ کی قرارداد قبول کرتے ہیں اگر میری کوئی آبرو بچی اس فیصلے کے بعد تو میں نے اس کا سودا اللہ سے کر لیا ہے۔

یہ ہوتے ہیں مجاہد علماء۔ اس کے لیے مر جانا آسان تھا جنگ بندی کے فیصلے سے۔ اور جانتا تھا کہ لوگ اب کیا کہیں گے۔ دنیا بھر میں کیا کیا جملے کہے گئے کیا کیا باتیں ہوئیں لیکن وہ مرد جری کہتا ہے کہ میری اگر کوئی آبرو تھی، اول تو میں بے آبرو ہوں، میں عام انسان ہوں، میں حقیر ہوں، پھر بھی اگر میری کوئی آبرو ہے تو میں نے اس کا سودا کر لیا اللہ کی مرضی کے ساتھ۔ میرا اللہ جانے اور میں جانوں اور یہ جملے بھی کہے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس فیصلے سے میرے انقلابی بیٹوں کے دلوں پر کیا گذرتی ہوگی مگر جس طرح تمہارے بوڑھے باپ نے زہر کا پیالہ پیا ہے تم

بھی پی جاؤ۔ یہ ہوتے ہیں رہبر اور ان کے ماننے والے کہ جانتے ہیں کہ جو فیصلہ کر رہا ہے اللہ کی خوشنودی کے لیے کر رہا ہے اپنے نفس کے لیے نہیں کر رہا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جو مانتے ہیں کربلا کو کہ کیا مطلب ہے حسینؑ کے ان جملوں کا کہ پروردگار میں راضی بہ رضا ہوں۔ سر تسلیم خم ہے تیرے امر کے سامنے۔ کب کہہ رہا ہے حسینؑ؟ جب چند ماہ کے بچے کا لاشہ اس کے ہاتھوں پر تھا۔

یہاں ظاہر بظاہر صورت حال کیا ہے کہ سب نے ساتھ چھوڑ دیا ہے حسینؑ کا اور ابھی نوبت کربلا کے بعد اور بھی آگے جائے گی۔ بیبیاں اسیر بنائی جائیں گی بازاروں میں لے جائی جائیں گی۔ سب کچھ ہے کہ نہیں؟ لیکن تاریخ رقم کر رہا ہے حسینؑ قیامت تک کے لیے کہ جو کام کرنا ہے اللہ کے لیے کرنا ہے اپنے نفس کے لیے نہیں کرنا، دین کے لیے کرنا ہے، اسلام کے لیے کرنا ہے اللہ کی مرضی حاصل کرنے کے لیے کرنا ہے۔

اور حسینؑ کے کیمپ میں رہنے والا بھی جانتا ہے کربلا کا میدان ہو یا عصر حاضر کی کربلا ہو اس مسئلے کو جانتا ہے کہ ہم کیا اور ہماری عزت و آبرو کیا؟ کچھ نہیں سب معاملہ اللہ کے ساتھ ہے جو حق ہے اس پر ڈٹے رہو اور قائم رہو کہ اللہ تمہاری مدد کرنے والا ہے۔ بس اسی مسئلے کو حسینؑ کے بچے بھی جانتے ہیں، بیبیاں بھی جانتی ہیں، شب عاشور ایک ماں ہے جو اس مسئلے کو جانتی ہے کہ حسینؑ کی مدد کرنا واجب ہے اور اسی لیے رو رہی ہے کہ کاش میرا بچہ بھی اتنا بڑا ہوتا کہ تلوار اٹھا لیتا۔ چند جملے کیوں کہ ہمت نہیں ہے مجھ میں۔ بہت کوشش کرتا ہوں کہ بہت دھیمی آواز میں گفتگو کروں لیکن بس جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہوں۔ بہت کوشش کرتا ہوں غیر جذباتی گفتگو کرنے کی لیکن بعض مواقع ایسے آجاتے ہیں کہ مجھے جذباتی ہونا پڑ جاتا ہے کہ اتنی حد تک کوئی انسان نہیں بدل سکتا ہے۔ میں کیا کروں؟ ایک ماں ہے جو اس لیے رو رہی ہے کہ کاش علی اصغرؑ تو اتنا بڑا ہوتا کہ تلوار ہی اٹھا لے اور وہ بچہ بھی شاید اپنی ماں سے کہتا ہو گا بے زبانی میں کہ مادر گرامی! پریشان کیوں ہوتی ہیں، روتی کیوں

ہیں بس ذرا عصر عاشور آ لینے دیجئے پھر دیکھئے کیا کرتا ہے آپ کا علی اصغرؑ۔ اگر میرا چچا فاتح فرات ہے تو میں فاتح کربلا بن جاؤں گا۔

الالعنة اللّٰہ علی القوم الظّالمین

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالِمِینَ ۔اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ اَشْرَفِ الْانبیآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُومِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ اَعْدآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الآنِ اِلیٰ اِقِیَامِ یومِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعدفَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْناً ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائے دار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے تو وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ نور۔۵۵)

عزیزانِ محترم! ظاہر ہے یہ آخری مجالس ہیں جیسے جیسے موقع ملتا جائے گا میں چند ضروری باتیں عرض کرتا چلا جاؤں گا آپ کی خدمت میں۔ایک تو یہ ہمارے برادارن لائٹ کا انتظام کرتے ہیں، یہاں مسجد سے ایک کلومیٹر دور تک کیا ہوا ہے انتظام، یہ بہت اہم کام ہے۔ دیکھئے تھوڑی دیر کے لیے اگر لائٹ منقطع ہو جائے تو آپ کو کتنا غصہ آجاتا ہے لیکن اتنے دن سے صحیح نظام چل رہا ہے تو تعریف بھی تو کرنی چاہیئے کہ نہیں؟ بس ہمیشہ اسی طرح سوچا کیجئے آپ، یہ ہے Positive سوچ ،ادھر پانچ منٹ کے لیے لائٹ چلی جائے، مجلس منقطع ہو جائے تو غصے کے مارے کیا حال ہو جائے گا آپ کا لیکن وہ جو دس دن سے زحمت کر رہے ہیں، محنت کر رہے ہیں آپ کے لیے تو انسانی واخلاقی فریضہ کیا ہے کہ ان کا بھی شکریہ ادا کیا جائے اور ان کی توفیقات میں اضافہ کی دعا کی جائے کہ پروردگار عالم ان کی دُنیوی واُخروی حاجات کو پورا فرما، اسی طرح جتنے بھی محکمے ہیں جو یہاں آپ کی خدمت کے لیے مصروف ہیں۔ میں پھر عرض کر رہا ہوں، یہ ہمارا قومی مزاج بن گیا ہے کہ ہم ایک منٹ میں غصے میں آجاتے ہیں، نہیں، اس طرح نہیں ہونا چاہیئے جو تربیت ہے مکتبِ اہل بیتؑ کی یہیں منبر سے کی جاتی ہے، میرے سامنے جتنے لوگ بیٹھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حقیقت یہی ہے کہ اسلام محبت کا دین ہے، پیار کا دین ہے۔آپ کے لیے جو بھی خدمات انجام دے رہا ہے وہ چاہے سپاہی ہو، پولس کا ہو، ٹریفک کا ہو، رینجرز کا ہو، اسکاؤٹس ہوں، یا امن کمیٹی والے جو یہاں پر کیمپ لگاتے ہیں۔آپ کے سامنے جتنی بھی تنظیمیں ہیں ہماری تنظیمیں ہیں، آئی ایس او برادارن ہیں، کاروان حُر کے بچے ہیں جتنے بھی سپاہی ہیں ان سب کا مقصد کیا ہے؟ آپ کی خدمت کرنا کہ اچھی طرح سے عزاداری برپا ہو جائے لہٰذا ہم سب کا کام کیا ہے کہ ایک دوسرے سے تعاون کرنا۔اسی کو قرآن کہتا ہے۔

”نیکی و پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو“

اسی لیے ہم ان تمام اداروں کا، تنظیموں کا، اپنے بچوں کا ، اپنے جوانوں کا اور ہر وہ محکمہ

جو یہاں پر خدمت انجام دے رہا ہے، KESC سمیت، سب کے لیے اپنے اور اپنی پوری قوم کی جانب سے، یہاں جو موجود ہیں ان سب کی جانب سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اگر ہماری طرف سے کوئی زحمت ہوئی ہو تو اس کے لیے معذرت چاہتے ہیں۔

مصائب کے بعد تو موقع نہیں ہوتا تو ذرا سن لیجیے سب سے اہم بات یہ ہے جو دعا سے پہلے پہنچانا چاہتا ہوں ذمہ داروں کے کان تک، ارباب اقتدار اور صاحبان اقتدار کے کان تک۔ ظاہر ہے بے گناہ اسیر جو آپ کی نظروں میں گناہ گار سہی، کم سے کم ان کو عدالتوں میں تو پیش کیجیے بتایئے تو سہی کہ کیوں پکڑ لیا؟ عقل مندی کا تقاضہ یہی ہے کہ مسئلے کو حل کیجیے، بتا دیجیے کہ بھئی کہاں ہیں؟ تا کہ ان کے ماں باپ، بیوی بچے ان سے جا کر ملیں تو سہی، ان کی بات تو ہو اپنے پیاروں سے، کچھ تو ہو۔

آپ خود ایک مسئلے کو کیوں Create کر رہے ہیں اس لیے میں صرف گوش گزار کرنا چاہتا ہوں ارباب اقتدار سے کہ اس مسئلے کو انسانی مسئلہ سمجھ کے لیجیے، کل یہ آپ کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے، یہ پاکستان ہے، یہاں کچھ نہیں پتہ ہوتا کہ رات کو وزیر اعظم ہوتا ہے صبح جیل میں ہوتا ہے۔ اِس لیے اُس وقت سے ڈریئے کہ کل آپ کے ساتھ بھی یہ ہو، کل آپ کے گھر والے پتہ پوچھتے پھر رہے ہوں کہ کہاں چلا گیا؟ تو ہائے نہ لیجیے ان مظلوموں کی، ہائے نہ لیجیے کہ مزید خرابیاں پیدا ہوں جو آپ خود پیدا کرنا چاہ رہے ہیں، اس سے پہلے کہ ہماری طرف سے کوئی سخت ردِّعمل ہو، اس مسئلے کو حل کر لیجیے۔ وہ جو بچارے ان کے ماں باپ، بیوی بچے سب ہیں، ملوایئے ان کو، بتایئے کہاں ہیں؟ ان کے بچے کہاں گئے؟ زمین کھا گئی کہ آسمان نگل گیا؟ کیا ہو گیا؟ کہاں چلے گئے وہ؟۔

ظاہر ہے بالکل انسانی مسئلہ ہے، قانون کو پامال نہ کیجیے، آپ خود قانون کو پامال کر رہے ہیں پھر ہم سے کہتے ہیں کہ قانون کی پابندی کرو۔ آپ خود اپنے قانون پہ نہیں چل رہے۔

آپ خود اپنے آئین کو پامال کررہے ہیں۔آپ خود اپنی عدالتوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ یہ کیا طریقہ ہے؟ پھر آپ لوگوں سے توقع کریں کہ وہ آئین کی پابندی کریں۔کیسے چلے گا قانون؟ کیسے ہوگا عدل؟ جب آپ خود دھجیاں اڑا رہے ہیں اپنے عدالتی فیصلوں کی اور عدالت کا مذاق اڑا رہے ہیں۔اس سے زیادہ بہتر انداز میں میں آپ تک پیغام نہیں پہنچا سکتا کہ دانش مندی کا ثبوت دیجیے اور اس مسئلے کو حل کیجیے۔ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ آپ خود حالات خراب کرنا چاہ رہے ہیں۔

دعا کیجیے کہ بحق اسیرانِ کربلا، یہ تمام لاپتہ افراد اپنے گھر پہنچ جائیں۔اور میں روز یہی بات کررہا ہوں کہ میں اپنے تین بچوں کی بات نہیں کررہا، میں ان تمام سو افراد کی بات کررہا ہوں جو کسی بھی قوم کے ہیں، کسی بھی صوبے کے ہیں، کسی بھی پارٹی کے ہیں مجھے اس سے غرض نہیں، میں ان سب کے لیے بات کررہا ہوں کہ ان سب کا یہ حق ہے کہ ان کے ماں باپ کو، ان کے بچوں کو، ان سے ملوایا جائے۔اگر ان پہ کوئی مقدمہ ہے تو بنایئے مقدمہ، پیش کیجیے عدالت میں، ان کا حق ہے، یہ حق ان کو دیا جائے۔دعا کیجیے پروردگارِ عالم سے بحق اسیرانِ کربلا یہ تمام اپنے پیاروں سے جلد از جلد ملیں۔(آمین)

ہم بات کررہے ہیں اللہ کے وعدے کی کہ یقین رکھو، یہ اللہ کا وعدہ ہے مومنین سے، وعدہ ہے کہ حالات کیسے ہی ہو جائیں، سازشیں کتنی ہی کیوں نہ ہوں، کروڑوں ڈالر خرچ کیے جائیں، زبانیں خریدی جائیں، قلم خرید لیے جائیں، ضمیر خرید لیے جائیں، دین خرید لیے جائیں، اللہ کے دین کا راستہ روکنے کے لیے، اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے، بند باندھنے کے لیے، کچھ بھی کرلیں اللہ ارشاد فرما رہا ہے کہ ہمارا وعدہ ہے تم سے،

''اور ان سے بھی وعدہ ہے جو عمل صالح انجام دیں گے۔انہیں کو نائب بنائیں گے، انہیں کو حاکم بنائیں گے زمین پر جیسا کہ اس سے قبل والوں کو بنایا تھا اور انہیں تمکن دیں گے،

قدرت دیں گے، طاقت دیں گے، اس روئے زمین پر، اس دین کے ساتھ طاقت دیں گے جو ہم نے تمہارے لیے پسند کیا ہے"۔

وہ دین کون سا ہے؟ وہ بھی قرآن نے بتایا "اسلام"، یعنی یہ چاہیں یا نا چاہیں اسلام کا غلبہ ہوکر رہے گا اور یہ کفار۔ کیا کریں گے، اربوں، کھربوں ڈالر خرچ کریں گے۔

قرآن کہتا ہے "حسرت سے اپنے مال کو ڈوبتے دیکھیں گے"۔

اکثر ایسا بھی ہوا کہ بڑے بڑے باضمیر اور دیانت دار افراد کو بہکانے کی کوششیں کی گئیں، پروردگار سلامت رکھے ہمارے علماء کو، ان خطباء کو، اور ان ذاکرین کو بھی جن کو یہ پیش کش کی گئی کہ اس موضوع پر پڑھیئے یہ پڑھیئے۔ کچھ کتب دی گئیں انہیں گمراہ کرنے کے لیے کہ یہ پڑھیے اور یہ ہدیہ کتابیں خریدنے کے لیے یعنی رشوت کا راستہ کھولا۔ میرا اسلام ان باضمیر اہل منبر پر کہ جنہوں نے ہر پیشکش کو ٹھکرایا، ان کے منہ پر ماردی وہ رشوت کہ ہمیں وہ روزی نہیں چاہئے کہ جو دین سے غداری کر کے ملے۔ میں نے آپ کو اشارے میں بتایا کہ کتنی بڑی سازش ہے اور اس کی جڑیں کہاں ہیں اور کتنا خرچہ کیا جارہا ہے؟ تو کبھی آپ کو دین میں تحریف کی آواز آجائے کہیں سے تو سمجھ لیجئے کہ پیچھے کچھ اور کھیل ہورہا ہے، اس بے چارے کو پتہ بھی نہیں کہ میں کس لیے استعمال ہورہا ہوں۔ بس اتنا اشارہ کافی تھا، اسی لیے اہل ایمان سے قرآن کہہ رہا ہے کہ ہمارا وعدہ ہے تم سے۔

یہ سامراج، یہ طاغوت تم پر کتنی ہی بیرونی طاقتیں مسلط ہوجائیں اور خوف مسلّط کر دیں ہم اسے امن سے بدل دیں گے، امن سے بدل دیں گے" بتایئے اللہ کے وعدے پر یقین کروں یا سامراجی طاقتوں کی دہشت گردی سے ڈروں؟ اللہ کا وعدہ سچا ہونے والا ہے یا سامراج کی ظاہری طاقت کو دیکھ کر خوفزدہ ہوجاؤں اور ہتھیار ڈال دوں کہ بھئی ان سے کون لڑسکتا ہے، ان سے کون لڑے گا؟ دیکھے میں آپ کے سامنے حقیقت حال رکھنا چاہ رہا ہوں۔ یہ جو بچے

بیٹھے ہیں میرے آگے یہ بچے، یہ جوان انہی سے مجھے غرض ہے اس لیے ان کے سامنے یہ باتیں کرتا ہوں کہ جب یہ بڑے ہوں ایک ایک چیز پر ان کی نظر ہو کہ کس کس طرح سے دین کے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں، کیسے زبانوں کو خریدا جاتا ہے، کیسے قلم کو خریدا جاتا ہے اور یہ میرے لیے باعث افتخار ہے کہ اتنی توجہ سے یہ بچے میری گفتگو سن رہے ہیں۔ میرا ضمیر مطمئن ہو جاتا ہے کہ واقعی میں جو بات کر رہا ہوں ان کی سمجھ میں آتی ہے۔ عام فہم ہے اور جو مطلب منتقل کرنا چاہ رہا ہوں وہ منتقل ہو رہا ہے۔

میری تقاریر ان ہی کے لیے ہیں، یہی امیدیں ہیں، یہی آوازیں ہیں کل کی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ہر طرف خرابی ہی خرابی ہے، اچھائی کے آثار ہی نہیں۔ مذہبی حوالے سے، فرقہ واریت کے حوالے سے، زبانوں کے حوالے سے ہر طرف خرابی ہی خرابی ہے۔ کہیں بھی چلے جائیں۔ زندگی کے جس پہلو پر آپ نظر ڈالیئے گا، دیکھئے گا کہ خرابی ہے، ہر شعبے میں جایئے کہیں چلے جایئے کیا کریں بابا؟ Stock Exchange ہے تو وہ ان کے قبضے میں، دین ہے تو اس پر ان کا کنٹرول ہے، معیشت ہے تو اس پر ان کا کنٹرول ہے، بینک ہے تو اس پر ان کا کنٹرول ہے، اگر کسی بینک نے ادھر ادھر ہونے کی کوشش کی تو BCCI کا انجام یاد رکھنا، ہر طرف نظریں رکھیں ہوئی ہیں ان شیطانی طاقتوں نے۔

زندگی کا کوئی شعبہ نہیں کہ جس میں انسان کوئی بہتری کی صورت دیکھ رہا ہو، باقی چاروں طرف جو بات ہو رہی ہے وہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اب کیا کیا جائے؟ مثال کے طور پر، خدا نہ کرے یہ نہ سمجھیں کہ خود نمائی کر رہا ہوں یا خود ستائی کر رہا ہوں ایک مثال دے رہا ہوں ایک جگہ میری مجلس میں اگر یہ بات ہو رہی ہے تو باقی جگہ اس کے بالکل برعکس، ایک کتابچہ چھوٹا سا میں لکھ رہا ہوں میرے برادران لکھ رہے ہیں یا کچھ ہماری تنظیمیں اور بعض دوسرے مخلصین بے چارے اپنی ذمہ داری پوری کرتے رہتے ہیں، کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں، اس کے جواب

میں فری میں بٹنے والی یہ موٹی موٹی کتابیں جن میں زہریلا مواد مکتب کے خلاف، مرجعیت کے خلاف، لکھا جارہا ہے کہ ہم کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ وہی بات، مایوس کرنے والے بھی آتے ہیں اور مذاق بھی اڑاتے ہیں، آپ کی کوششوں سے کیا ہوگا؟ جو آپ چیخ چلّا رہے ہیں اس سے ہوتا کیا ہے؟ صرف دس دن کی بات ہے دس محرّم کے بعد تو ہم ہیں اور یہ ساری صورت حال ہے جو سارا نقشہ کھینچا ہے کہ ہر طرف خرابی ہی خرابی ہے۔ جہاں چلے جائیں شہرت طلبی الگ مصیبت، نام ونمود الگ مصیبت، ریا کاری ایک الگ مصیبت، عبادت میں تجارت کا عمل دخل، یہ اس سے بڑی مصیبت ہے نا؟

یہاں کی بات نہیں کررہا ہوں یہ بالکل آپ کو سچا واقعہ بتارہا ہوں ایک پوسٹر لگا، شہر کا نام نہیں لوں گا اس شہر کے لوگ بھی ہوں گے وہ ناراض ہوجائیں گے کہ ہمارے شہر کو بدنام کررہے ہیں۔ ایک شہر میں پوسٹر لگا بہت زبردست تصویروں کے ساتھ مختلف قسم کی۔ وہ جو۔ ان پڑھ ہوتے ہیں بے چارے وہ کیا جانیں کہ کس فلم کا پوسٹر ہے؟ وہ کوئی فلمی اشتہار کی قسم کا پوسٹر تھا، اس میں ہیرو کی جھلک زیادہ نمایاں تھی بجائے مجلس کے اشتہار کے، وہ ان پڑھ پوچھتا ہے کہ اس فلم کا نام کیا ہے؟ تو یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ مجلس کے اشتہار پر فلم کے پوسٹر کا گمان ہونے لگتا ہے۔ خرابی ہر جگہ سرایت کرچکی ہے۔ آپ کسی کو روک نہیں سکتے۔ کہاں کہاں تک روکیں گے؟ پڑھنے کا انداز کیسا ہونا چاہیے؟ سننے والے کیسے ہونے چاہیے؟ شاعر کو کیا لکھنا چاہیے؟ پڑھنے والے کو کیا پڑھنا چاہیے؟ کتنا روک سکتے ہیں؟ میں کتنے نام لوں؟ دو تین مجلسیں ہوجائیں گی لیکن اتنا تو مانیے کہ جو درد رکھتا ہے اس کا دل جلتا ہے کہ آخر اس کا حل کیا ہے؟ آپ روک، ٹوک نہیں سکتے، جس کی روک ٹوک کرو وہ لڑنے مرنے کو کھڑا ہوجائے گا کہ ہماری مرضی جو کریں تم کون ہوتے ہو روکنے والے۔ ایسا ہی ہوتا ہے روک کر دیکھ لیجئے آپ، جواب مل جائے گا آپ کو۔

یہ سب کچھ ہورہا ہے یہ ہے مسائل کی ایک جھلک۔ تمام نہیں فقط ایک جھلک۔ اب

آیئے جواب کی طرف، ابھی تک تو آپ کو صرف ڈرایا کہ یہ ہو رہا ہے، اس کا جواب کیا ہے؟ اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ اکیلا آدمی کیسے کر سکتا ہے؟ وہ نہیں لڑ سکتا لیکن پہلے قرآن مجید تک رسائی ضروری ہے۔ قرآن مجید نے کہا کہ یقین پیدا کرو۔ جب تک یقین پیدا نہیں ہو گا تم خرابی کو اچھائی سے بدل نہیں سکتے۔ اگر تم خود ہی بے یقین ہوئے کہ ہو گا کہ نہیں ہو گا پھر تو ختم ہو گئی کہانی، بات ہی ختم، تمہارا اپنا یقین ہی نہیں۔ پہلے کیا ہونا چاہیئے؟ اللہ کے وعدے پر یقین رکھو اور یہ کسی عام انسان کا وعدہ نہیں، اللہ کا وعدہ ہے اور ایک جگہ نہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کئی مقامات پر وعدے کیے ہیں۔

اور یہ جو آیت میں روز پڑھ رہا ہوں اس میں بھی وعدہ ہے۔

اللہ کا وعدہ ہے، ہر جگہ اللہ کا وعدہ ہے۔ کتنے ہی مقامات پر پروردگار عالم مومنین سے وعدہ کر رہا ہے۔ پہلے تو یہ یقین کیجئے کہ اللہ کے وعدے پر بھروسا ہے کہ نہیں؟ یقین کی بات یہ ہے کہ جب خود ہی اپنی سچائی کا یقین نہ ہو تو پھر آدمی برائی کو اچھائی سے کیسے بدلے گا؟ نہیں بدل سکتا نا تو پہلا مرحلہ کیا ہے؟ یقین، انسان کو یقین ہو اس بات کا کہ میں حق پر ہوں۔ برائی نہیں ختم ہوتی ہے نہ ہو، اچھائی نہیں پیدا ہوتی نہ ہو، یہ ہے کارِ رسالت۔ یہ ہے کارِ انبیاء۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللَّهَ ○

(احزاب۔۳۹)

اور وہ لوگ جو کار رسالت انجام دیتے ہیں وہ کسی سے نہیں ڈرتے سوائے اللہ کے۔ اس راہ تبلیغ میں کوئی خوف ان کے دل میں نہیں آتا سوائے اللہ کے۔

سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ کارِ رسالت ہے۔ مجھے اس سے کیا غرض کہ کوئی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے کہ نہیں؟ مجھ کو اس سے غرض ہونا چاہیئے کہ میں اپنا کام کر رہا ہوں، اس لیے کار رسالت کہا گیا۔ ہر نبی کو یقین ہے کہ نہیں؟ ہر رسول کو یقین ہے کہ نہیں؟ آدم کو بھی یقین ہے

کہ آخری رسول ؐ آئے گا، نوحؑ کو بھی یہ یقین ہے، ابراہیمؑ کو بھی یقین ہے، اسماعیلؑ کو بھی یقین ہے، اسحاقؑ کو بھی یقین ہے۔ یقین نہیں ہوتا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کیسے تحریک چلاتے؟ یہ یقین ہے جو منتقل ہوتا رہا ہے۔ یہ یقین ہے نا؟ یقین منتقل ہوتا رہا، اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔ آخر وہ پیغمبر، ختمی مرتبت ؐ آیا۔ اب پھر وعدہ ہوا۔

بَقِيَّةُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ O

جو اللہ نے باقی رکھا ہے تمہارے لیے وہ سب سے بہترین ہے۔ اللہ نے جو خزانے میں رکھا ہوا ہے تمہارے لیے وہ سب سے بہترین ہے۔ پھر وعدہ ہوا کہ ضرور بدلیں گے، خوف کو امن سے۔ ہر بار وعدہ پورا ہوا تو کیا اب وعدہ پورا نہیں ہوگا؟ یہاں بھی وہی یقین۔ یقین منتقل ہو رہا ہے ایک نسل سے دوسری نسل میں، تبدیلی میری زندگی میں آئے یا نہ آئے، مجھے تو اللہ کے وعدہ پر یقین ہے میں کام کرتا رہوں گا۔ تبدیلی میری زندگی میں آئے یا نہ آئے بیج تو بو کر جاؤں گا، کام تو کر کے جاؤں گا بھائی۔

پہلی منزل کیا ہے؟ اللہ کے وعدے پر یقین رکھنا۔ اللہ کے وعدہ پر یقین کا مطلب یعنی یقین رکھو کہ پردہ غیب میں وہ موجود ہے۔ جب اس پر یقین ہوگا تو خوف نکل جائے گا کہ یہ اتنی بڑی بڑی طاقتیں سازشیں کرنے والی ہیں۔ دو میں سے ایک بات ہے کہ یا یہ طاقت بڑی ہے، یا وہ طاقت بڑی ہے جسے اللہ نے پردہ غیب میں رکھا ہوا ہے۔ میں جو بات کر رہا ہوں تمام مسلمانوں کی فکر کی بات کر رہا ہوں، صرف شیعوں کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ تمام مسلمانوں کو اگر یقین ہے کہ پردۂ غیب میں موجود ہے منجئی بشر تو دو میں سے ایک بات ہے کہ یا یہ طاقت ور ہیں یا وہ طاقت ور ہے جسے اللہ نے اپنا نائب بنایا ہے۔ جب وہ طاقت ور ہے، اللہ کے وعدے پر یقین ہے تو پھر کیوں گھبراتے ہو؟ پھر یہ گمان کیسا کہ ہم ان کی سازشوں کا مقابلہ کیسے کریں گے؟ ارے یہ سازش کرنے والے ہیں تو وہ پردہ غیب میں ان کی سازشیں دیکھ رہا ہے لیکن وہ جو منصوبہ بندی کر رہا ہے

وہ یہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔

اب بات واضح ہوئی؟ دیکھیں پہلے یہ طے کر لیجئے کہ یقین ہے کہ نہیں؟ اگر اللہ کے وعدے پر یقین ہے تو اس پر بھی یقین رکھیے کہ وہ جو پردہ غیب میں ہے۔ زبانی جمع خرچ نہیں جب ہے تو سب کچھ دیکھ رہا ہے کہ نہیں دیکھ رہا، آپ کی حالت سے واقف ہے نا؟ آپ کے حالات سے اور جو آپ پر گذر رہی ہے اس سے بھی واقف ہے، جو دشمن کر رہے ہیں اس سے بھی واقف ہے، جو دشمن خرچ کر رہے ہیں اس سے بھی واقف ہے، جس پر خرچ کر رہے ہیں اس سے بھی واقف ہے، ہر ایک سے واقف ہے۔ ہے نا واقف؟ لیکن وہ خود جو جوابی منصوبہ بندی کر رہا ہے کیا سامراجی طاقتیں واقف ہیں اس سے؟ نہیں ہیں نا؟

مثال اس سے اور آسان کر دوں آپ کے لیے۔ دین ابراہیمؑ پر بھی بُرا وقت آیا۔ دین ابراہیم بھی مشکل میں پڑ گیا، بدل دیا سب نے دین ابراہیمی کو، اپنی مرضی چلانی شروع کر دی، بازار بنا دیا خانہ کعبہ کو، جو مرضی کرو، جو کرو وہی دین، جو رسم لے آؤ وہی دین۔ جیسے کبھی کبھی ہمارے یہاں ہوتا ہے کہ جو کر لیں وہی دین۔ میری مرضی آپ کون ہیں روکنے والے؟ میں جانوں میرا دین جانے، آپ کون ہیں روکنے والے؟ جو میں کروں گا وہی دین ہے، وہی اسلام ہے۔ بس یہی ہونے لگا، جب یہ ہونے لگا تو مقابلے میں کوئی منصوبہ بندی نہیں ہو رہی؟ منصوبہ بندی ہو رہی ہے مگر کیسے ہو رہی ہے؟ کرنے والے اپنے دور میں منصوبہ بندی کر رہے ہیں اگر کہنے والے نے یہ کہا کہ میں اللہ کا خلیفہ ہوں، رسول کا وصی ہوں، ابراہیمؑ کا جانشین ہوں، زمین پر خدا کی حجت ہوں تو کوئی بھی نہیں مانے گا۔ کیوں کہ وہ تو خود سارے حجت بنے ہوئے ہیں کہ دین میرا ہے لہٰذا ان کے System میں رہتے ہوئے ایک نظام بنانے کی کوشش کی۔ جناب قصّی نے دار الندوہ بنایا جہاں بیٹھ کر اپنے مسائل کو حل کریں۔ سب مل کر بیٹھ جاؤ، لڑنے سے پہلے بات تو کر لو، دار الندوہ بنا دیا۔

رسولؐ کے جد جناب قصی نے کعبہ کے اختیارات پر جھگڑا ہوتا تھا قریشی کا، تو جناب صقی نے سب کے درمیان کام تقسیم کر دیا، کھانا تم پکا کر کھلانا، پانی تم پلانا، سرائے کے پیسے تم لے لینا، جاؤ کرائے کے پیسے تم لے لینا۔ جھگڑا تھا تقسیم کر دیا سارے کاموں کو، چابی تم رکھ لینا، کلید برداری کے لیے۔ پانچ شعبے بنائے تھے۔ جناب قصے نے تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ جناب صقی نے منصوبہ بندی کی، سب کچھ Orgnaise کیا۔

اس کے بعد غار حرا کو تحریک کا مرکز بنایا۔ یہ واقعہ نہیں پڑھ رہا تفصیل سے منصوبہ بندی کی۔ بچوں کو تیار کیا، بہت سارے بچے تاکہ جب یہ جوان ہو جائیں اور معاشرے میں ان کا مقام ہو ان کے علم اور شجاعت دونوں کی دھاک بیٹھ جائے، طالبؑ ہو یا جعفرؑ عقیلؑ ہو، علیؑ حمزہؑ یا ابوعبیدہ ابنِ حارثؓ جانتے ہیں نا آپ؟ جو آپ کے گھر کے فرد تھے، جو بدر کے پہلے شہید تھے، وہ رسول کے سگے چچازاد بھائی تھے جو جنگ میں پہلے شہید ہوئے تو دیکھئے پیغام دے رہا ہوں۔ پیغام دیا، جبر نہیں، مانو یا نہ مانو لیکن پیغام کی راہ میں رکاوٹ ڈالی تو اب عبد المطلبؑ، ہاشمؑ ان سب کی محنتیں کام آرہی ہیں۔ ابو طالبؑ کی محنت کام آرہی ہے جب جب یہ جوان سامنے کھڑے ہوتے ہیں حمزہؑ جیسے، عقیلؑ جیسے، جعفرؑ جیسے اور بچوں میں علیؑ جیسے۔ یہ تو میں پڑھ چکا ہوں نا کہ چھوٹے تھے مولائے کائناتؑ۔ ان کے چھوٹا ہونے میں بھی حکمتِ الٰہی تھی۔ کہ ایک موقع ایسا آئے گا کہ کفّار خود نہیں آئیں گے بچوں کو بھیج دیں گے تو برابر کی ٹکر ہونی چاہیئے نا؟ علیؑ جوان ہوتے تو کفّار کہتے کہ بچوں کو مارا، اس لیے چھوٹا رکھا تھا قدرت نے۔ خیر دیکھئے کس منصوبہ بندی سے تیاری کی اور جب پیغام حق سامنے آیا تو حمایت کرنے والی ایک جماعت تھی کہ جو دفاع کر رہی تھی رسول کا۔ جبراً کسی سے کلمہ نہیں پڑھوایا جا رہا تھا لہٰذا منزل کیا تھی پہلی یقین کی منزل۔

ایک دوسرے کو وعدے منتقل کرتے جایئے کہ گھبرانا مت۔ آئے گا، ضرور آئے گا، ضرور آئے گا، تم ڈٹے رہو، تم ڈٹے رہو یعنی عدنان اپنے دور سے وعدہ پورا کر رہے ہیں حضورؐ

کے جد عدنان نے بھی اور اس کے بعد آنے والا ہر وصی وعدہ پورا کرتا چلا گیا۔ ہر ایک جو بنا اپنے اپنے دور میں وصی وہ وعدہ پورا کرتا چلا گیا، یقین کو منتقل کرتا چلا گیا کہ یقین سے ہاتھ مت دھونا۔ بس پیغمبر ختمی مرتبتؐ کے بعد امامت کا سلسلہ جب شروع ہوا تو بارہویں کی غیبت کے بعد پوری دنیا کا اثاثہ کیا ہے؟ خراب ہوتے گئے نا حالات، بدتر ہوتے گئے۔ بارہواں غیبت کبریٰ میں گیا۔ اسلام کا زوال شروع ہوا۔ داخلی خلفشار، لڑائیاں، صبح شام ایک ایک کر کے جو خلیفہ بدلے جاتے تھے، ٹکڑوں میں تقسیم ہوئی مملکت اسلامی یعنی بدترین حالات سے دوچار ہوتا گیا عالم اسلام نوبت آج تک پہنچ گئی۔

اچھے حالات نہیں ہوئے لیکن ان تمام حالات میں ایک گروہ میں یقین منتقل ہوتا رہا۔ کسی بھی دور کے شیعہ نے اس یقین میں شک کو داخل ہونے نہیں دیا کہ ہزار سال گذریں، دو ہزار سال گذریں، اللہ کا وعدہ ہے پورا ہوگا۔ پہلی چیز کیا ہوئی؟ یقین۔ یقین رکھو کہ وہ ہے اور ایک ایک کی صورت حال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ایک ایک کے افعال پر اس کی نظر ہے۔ ہم میں سے جو کوئی فعل کر رہا ہے، صرف فعل پر نہیں نیت پر بھی اس کی نظر ہے جو تمہارے دلوں میں ہے، چھپا ہوا اس پر بھی نظر ہے، جو مکاریاں کرتے ہیں ان کی مکاریوں کو بھی میرا امام جانتا ہے، جو سازشیں کرتے ہیں بھیس بدل کر ہمارے اندر داخل ہو کر وہ ہم سے چھپ سکتے ہیں مگر وہ امامؑ کی نظروں سے نہیں چھپ سکتے تو یہ خیال رکھنا کہ ٹکرا کس سے رہے ہو؟ ہم سے نہیں ٹکرا رہے ہو۔ اس سے ٹکرا رہے ہو جو ہماری پشت پر ہے۔ ہماری کیا حیثیت ہے؟ پہلی چیز ہے یقین۔ جناب موسیٰؑ کے باب میں رہنمائی کی قرآن مجید نے کہ جب تم اتنی بڑی طاقت سے لڑنے کے لیے نکلنا تو کچھ چیزیں ساتھ لے کر جانا۔ تلوار نہیں، ٹینک نہیں، کلاشن کوف نہیں، بم نہیں، بندوق نہیں، کیا چیز ہے جو تمہیں کام دے گی؟ جب جناب موسیٰؑ کو فرعون کی طرف بھیجا ارشاد ہوا۔

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى ۝

''اے موسیٰ جایئے نصیحت کے لیے اس سرکش کی، طاغوت کی۔ دیکھئے پہلے مرحلے میں ذرا نرم لہجے میں بات کیجئے گا''۔ جب یہ حکم ہوا تو جناب موسیٰ کی پوزیشن کیا ہے؟ جناب موسیٰ کو جلاوطن کیا۔ بلکہ خود نکل کر گئے خوف سے۔ قرآن کی زبان میں خوف ہی کا لفظ ہے۔ جب اپنی قوم کے ایک آدمی کی حمایت میں ایک ظالم کو مُکا مارا ہے جس کی وجہ سے وہ مر گیا لہٰذا اب یہ گرفتار کر لیے جائیں گے۔ چھوڑ دیا شہر کو اور چلے گئے۔ پوری تاریخ آپ کے سامنے ہے جناب شعیبؑ کی بیٹی سے عقد ہوا اور اس کے بعد واپس آئے۔ اب جناب موسیٰ سوچ رہے تھے کہ فرعون کی طرف جاؤں؟ نہ میرے پاس فوج ہے، نہ لشکر ہے، میں اکیلا کیا کروں گا؟ اب دیکھئے ماحول صاف نظر آرہا ہے جو نتیجہ نکال کر دینا چاہ رہا ہوں اتنی لمبی گفتگو کا وہ یہ ہے جواب میں گفتگو کر رہا ہوں آپ کے سامنے وہ مقدمہ تھا پورے آدھے گھنٹے کا اب یہ نتیجہ۔ وہ مقدمہ جو ذہن میں ہے کہ یقین کیا چیز ہے؟ اب یہ آسانی سے سمجھ میں آرہا ہے۔ ماحول کو دیکھئے، وقت کی سب سے بڑی طاقت فرعون، اس وقت روئے زمین پر جس کو سپر پاور کہئے اس وقت کی سپر پاور، جناب موسیٰ کو حکم دیا چلے جایئے، مقابلہ کیجئے اور دعوت حق دیجئے سب کو۔

اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ○

جایئے فرعون کی طرف کیوں کہ وہ سرکشی کر رہا ہے اسے پہلے مرحلے میں نصیحت کیجئے۔ تو اللہ کے نمائندوں کی پہچان کیا ہوگی کہ پہلے مرحلے میں لڑتے نہیں ہیں، پہلے مرحلے میں نصیحت کرتے ہیں۔ ایک خط، دو خط، تین خط تا کہ حجت تمام ہو جائے کل یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں بتایا ہی نہیں تھا۔ احمدی نژاد بھی جانتا ہے، خامنہ ای بھی جانتا ہے کہ یہ شیطانی طاقت، سدھرنے والی نہیں مگر یہ خط لکھنا بتا رہا ہے کہ انبیاء و ائمہ کے پیروکاروں کا یہ فریضہ ہوتا ہے کہ پہلے مرحلے میں حق کو سامنے لے کر آؤ کہ یہ حق ہے۔ قبول کر لو، قبول نہیں کرو گے تو معرکہ تو ہونا ہی ہے۔[1]

[1] یہ اُس خط کی طرف اشارہ ہے جو صدر احمدی نژاد نے صدر بش کو لکھا تھا۔

جب یہ اتنا بڑا معرکہ سامنے آ گیا کہ فرعون سے لڑنے ایسے چلے موسیٰ، اب جناب موسیٰ نے کمر کسی، تیار ہوئے، دیکھئے یاد رکھیئے، آپ اس زمانے میں جا کر دیکھا کیجئے انبیاء کی تحریکوں کو لوگوں نے قبول نہیں کیا بہت سوں کو آروں سے چیر دیا گیا۔ پیغمبر شہید ہوتے رہے۔ ستّر ستّر نبی ایک دن میں شہید کر دیئے گئے۔ کون سمجھے گا؟ علیہ السلام آج آپ مانتے ہیں۔ آپ اس لیے مانتے ہیں کہ آپ نے دیکھا نہیں ہے، ان کے زمانے میں جا کر دیکھئے کہ لوگ کیا کیا کرتے تھے ان کے ساتھ سلوک؟ اللہ کا پیغام دینے والوں کے ساتھ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہی ہوتا رہا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کار رسالت۔ اس کارِ رسالت کے لیے کیا چاہئے؟ اب جناب موسیٰؑ کو جب یہ معرکہ درپیش ہوا تو دعا کی، دعا ہے جنابِ موسیٰ کی، اور پروردگار نے اس کو قبول کیا۔ اسی کے بارے میں قرآن مجید میں آیات ہیں کیوں کہ یہ معرکہ اتنا بڑا ہے۔ تمام میدان عمل میں جو بوڑھے، بچے، نوجوان کام کرتے ہیں، ان سب کے لیے یہ میرا پیغام ہے کہ بس خلوص کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑنا۔ مکاری نہ آنے پائے۔ میری تنظیم تیری تنظیم یہ سب بت پرستی نہیں آنی چاہئے۔ اللہ کے لیے کام ہوگا تو اللہ مدد کرے گا۔ تو جناب موسیٰ نے کیا دعا کی؟

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ O

سورہ طٰحٰہ کی یہ آیات ہیں ارشاد ہوا۔ اے میرے پروردگار! مجھے شرح صدر عطا فرما۔ شرح صدر یعنی کشادہ کر دے میرے سینے کو اتنی بڑی جنگ لڑنے کے لیے۔ تنگ نظری سے کام نہیں چلتا ایک دوسرے کو قبول کرنا تو سیکھو۔ یہاں ایک میٹنگ ہو تو منہ پھیر کر بیٹھے رہتے ہیں، پوچھتے ہیں کہ فلاں آئے گا؟ کہتے ہیں کہ فلاں ہوگا تو میں نہیں آؤں گا۔ جہاں بیس ہوئے وہاں لازمی ہوتا ہے کہ دس دس کے دو دھڑے ہو جائیں کیوں کہ بہت ہو گئے۔ کسی تنظیم میں بیس ہوئے تو اب ضروری ہو گیا کہ دو گروپ ہو جائیں یہ تو بہت ہو گئے بیس کو کیسے سنبھالیں گے لہٰذا دس دس کے دو گروپ ہو جائیں۔ وہ پھر مشکل سے بیس پچیس تک پہنچے، پھر کہا بہت ہو گئے کم کرو پھر ایک

نیا گروپ کھڑا ہو گیا۔ اب کیا رونا روئیں آپ کے سامنے، اتنے اشارے کافی ہیں۔ یہاں سن تو لیتے ہیں آپ دوسری جگہوں پر تو سن بھی نہیں پاتے۔ خواہ لوگ برا مانیں سنتے تو ہیں یہی بڑائی ہے۔

جب اللہ کے لیے کام کرنا ہے تو پہلی چیز کیا ہے؟

قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ O

شرح صدر دے دے۔

پروردگار! میرے سینے کو کشادہ کردے۔ اتنا کشادہ کہ لوگوں کے الزمات، تہمتیں، باتیں، جھوٹ سب برداشت کرسکوں۔ مجھے اتنی قوت برداشت دے کہ سب برداشت کرسکوں۔ آخر فرعون سے مقابلہ ہے، زمانے کے طاغوت سے مقابلہ ہے۔ معلوم ہوا نکلے تھے طاغوت سے مقابلہ کرنے کے لیے، الجھ گئے آپس میں، چھوٹی چھوٹی سی باتوں میں، طاغوت سے لڑنے والے، طاغوت سے لڑنے کا دعویٰ کرنے والوں کی لڑائیاں کبھی دیکھیے کہ معمولی کتنی معمولی سی باتوں پر ہوتی ہیں۔ کوٹے کے اوپر لڑائیاں ہو جاتی ہیں یعنی کوٹہ سسٹم۔ میری اتنی بڑی پارٹی اور میرا اتنا کم حصّہ۔ تیزی سے اشارہ کررہا ہوں باقی داستان آپ خود سمجھ لیجیے کہ کتنی معمولی بات ہے۔ جب عید الاضحیٰ پر کھالیں جمع ہوتی ہیں تو دیکھ لیا کیجیے بس نہیں چلتا ایک دوسرے کی کھال کھینچ لیں۔ میں سب کی بات کررہا ہوں، سارے مسلمانوں کی میں بات کررہا ہوں، یہ نہ سمجھیں کہ آپ کی بات کررہا ہوں۔ کیا حالت ہوتی ہے؟ چلے ہیں طاغوت سے لڑنے۔ سب سے پہلے مرحلہ کیا ہے؟

رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ O

''پروردگار مجھے شرح صدر عطا فرما، میرے سینے کو کشادہ کردے۔''

وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ O

یہ جو اتنا بڑا کام ہے، یہ مہم جو مجھے درپیش ہے، اسے آسان کردے۔ یہ دوسرا مرحلہ

آسان کر دے ارے یہ کوئی معمولی مرحلہ تو نہیں وقت کے طاغوت سے لڑنا، وقت کی سپر پاور سے لڑنا، کوئی آسان بات تو نہیں۔

وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِي O

''پروردگار یہ جو امر در پیش ہے، یہ جو مہم در پیش ہے، یہ کام میرے لیے آسان کر دے۔''

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِيْ O

''میری زبان کی گرہ کو کھول دے''۔

خدا کی قسم معجزہ ہے قرآن کی بلاغت کا۔ جس نے نہیں سمجھا اس آیت کو اس نے کہا کہ جناب موسیٰؑ نے انگارہ کھالیا تھا تو تلے ہو گئے تھے معاذ اللہ۔ تو کہا

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِيْ O

''میری زبان کی گرہ کھول دے''۔

کیا مطلب؟ جب بات کروں حق کی تو میری زبان میں لغزش نہ ہو۔ اٹکوں نہیں حق بات کہتے ہوئے، کوئی جھجک نہ ہو، کوئی خوف نہ ہو۔ پھر یہی نہیں تمام جوان سن لیں، تنظیموں میں کام کرنے والے سن لیں، صرف حق بات کہنا نہیں ہے، صرف مرحلہ یہ نہیں ہے، یہاں بات ختم نہیں ہوئی۔

يَفْقَهُوا قَوْلِيْ O

''مجھے ایسا لہجہ دے دے کہ لوگ میری بات کو سمجھ لیں''۔

میری زبان کی گرہ کو کھول دے پروردگار! کیوں؟ تاکہ میں جو بات کروں وہ لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔ دیکھا آپ نے یعنی صرف بات کہنا مقصد نہیں ہے، موقع و محل دیکھ کر بات کرنا ہے، اچھے لہجے میں بات کرنا ہے، ہمیشہ حق بات کہنا ہے لیکن اچھے انداز میں کہنا ہے نہیں تو الٹا

انتشار ہوگا۔ دعا کیا کر رہے ہیں جناب موسیٰ؟

وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ○

''پروردگار میری زبان کی گرہ کو کھول دے''

یَفۡقَھُوۡا قَوۡلِیۡ ○

''یہ میری بات کو سمجھیں، میرے قول کو سمجھیں''

یعنی ایسا لہجہ مجھے دے کہ جب میں بات کروں یہ مانیں نہ مانیں ان کی سمجھ میں تو آجائے۔ مانیں یا نہ مانیں، میری بات ان کی سمجھ میں تو آجائے۔ یہ تو نہ ہو کہ کہہ دیں سمجھ میں نہیں آیا آپ نے کیا کہا؟۔

آپ نے دیکھا کہ کتنی چیزوں کی ضرورت ہے۔ شرح صدر کی ضرورت، اتنی اہم مہم درپیش ہے اس کے لیے کیا چاہیے؟ زبان و بیان۔ جس کے لیے قرآن کہتا ہے۔

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ○عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ○

''انسان کو خلق کیا اور بیان کی تعلیم دی''

''ناشکرا ہے وہ جو اس قوت بیان کو دشمنوں کے لیے استعمال کرتا ہے''۔ شکرانِ نعمت یہ کہ پروردگار تیری دی ہوئی زبان ہے، تیرے ہی راستے میں استعمال ہوتی ہے۔

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَھۡلِیۡ○

''میرے لئے میرے خاندان میں وزیر قرار دے وزیر کے معنی کیا ہیں؟''

وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی○

''قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوگا''۔

وزیر کہتے ہیں بوجھ اٹھانے والے کو، ایک پشتی بان، ایک مددگار، ایک بوجھ اٹھانے والا دے دے۔

مِنْ اَهْلِی

''اور کہیں سے نہیں میرے گھر سے دے دے، میرے خاندان سے دے دے''

یعنی مددگار جناب موسیٰ نے مانگا۔ چاہے ایک ہو، نہیں چاہیے مجھے لشکر، ایک ہو، مگر میرے ساتھ کھڑا تو رہے نا؟

هٰرُوْنَ اَخِیْ

میرا بھائی ہارون جس پر مجھے پورا بھروسہ ہے پوری دنیا چھوڑ دے گی یہ مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ۝

''اور میرے بھائی کے ذریعے سے میری پشت کو مضبوط کر دے''۔

مجھے احساس رہے کہ پیچھے میرا بھائی کھڑا ہے پشتی بان بن کر۔

وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ۝

''اے میرے رب! بے شک تو جانتا ہے، تیرے سامنے ہے جو ہماری حالت ہے، تو دیکھ رہا ہے۔''

کتنی بہترین دعا ہے کہ ہم کمزور ہیں۔ پروردگار! تو جانتا ہے کہ ہم کمزور ہیں، تیرے سامنے ہے جو ہماری حالت ہے، ہم کتنے کمزور ہیں تو دیکھ رہا ہے ہماری حالت کیوں کہ تیرا حکم ہے لہٰذا میدان میں ہیں۔ اچھا ایک اور بات کہی تھی اس کے بعد،

کیوں چاہیے مجھے یہ سب کچھ؟

كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ۝

''اے میرے پالنے والے میں تیری زیادہ سے زیادہ تسبیح پڑھوں اور زیادہ سے زیادہ ذکر کروں''

''اس لیے مانگ رہا ہوں یہ ساری دعائیں کہ پروردگار میں تیری زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا چاہتا ہوں اور تیرا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرنا چاہتا ہوں، اس لیے مجھے مددگار دے دے''۔ پھر جواب کیا ملا؟

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَى O

''اے موسیٰ تم نے جو مانگا ہم نے دے دیا تم نے مانگا ہم نے دے دیا، تمہارے سوال کو پورا کر دیا۔ جاؤ، زبان میں قوت بھی دے دی، بیان میں کشش بھی دے دی، بھائی کو مددگار بنا دیا، جاؤ میدان میں''۔ ہم نے تمہاری زبان کی گرہ بھی کھول دی، بھائی سا مددگار بھی دیا۔

طاغوت سے مقابلے کے لیے کتنی چیزوں کی ضرورت ہوئی؟ پہلا تو یہ کہ اللہ کے وعدے پر یقین تو رکھو۔ جیسے آج کل باتیں اڑی ہوئی ہیں، بہکا رہے ہیں نا۔ یہ بھی ایک عجب مسئلہ ہے۔ امامؑ کے دوست بن کے بھی بہکانے والے میدان میں آچکے ہیں۔ امام زمانہؑ کے نام پر فرقہ بنانے کی تیاری کر رہے ہیں۔

یاد رکھیے گا کس کس طرف اشارہ کروں؟ مہدی کے عقیدے کو مسخ کرنے کی تیاری ہے۔ پہلے مولا کے راستے سے محبت کی نقاب ڈال کر آئے، کچھ مسائل ایجاد کرنا شروع کیے اور پھر یہ کہ بس آنے والے ہیں، نائب بھی بنا دیے ہیں، خلیفہ بھی بن گئے ہیں، پتہ نہیں کہاں سے گورنر بھی لگ گئے ہیں۔ یہ ایسی قسم کی انحرافی تحریک ہے جیسے بابی اور اسی طرح کی تحریکوں کو یاد رکھیئے۔ کہاں پیدا ہوئے محمد علی باب اب یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ 2010 ظہور کا سال ہے اور جب ظہور نہ ہوا تو لوگوں کا عقیدہ مجروح اور مشکوک ہو جائے گا۔

اچھا فرض کیجئے کہ ہزار سال نہیں آیا تو چھوڑ دو گے یقین، چھوڑ دو گے عقیدہ؟ نہیں ایسے تھوڑی آتا ہے صفات ہیں صفات، وہ صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ اگر تم طاغوت کے خلاف لڑ رہے ہو تو منتظرین میں سے ہو۔ ورنہ کتنی ہی نقابیں اوڑھ لو، کسی بھی نقاب میں آجاؤ، پہچاننے والے پہچان لیں گے کہ تم بھی طاغوت کے ایجنٹ ہو۔

منتظرین کی صفات کیا ہیں؟ اگر وقت کے طاغوت کے agent ہو تو تمہارا یہ مقصد ہے کہ یہاں سے بھی ایک شگاف ڈالو۔ ادھر سے بھی ایک گروہ پیدا ہو گیا کہ یا علیؑ پکارتے ہو امام

زمانہؑ کو پکارا کرو یہ بھی ایک جھگڑا ہے۔ میں نے شاید پہلی مجلس میں پڑھا، دوبارہ کہہ رہا ہوں کہ امام زمانہؑ کو بھی پکارنا درست، العجل کہنا بھی صحیح مگر تشیع کی شناخت یا علیؑ مدد ہے۔ مگر دیکھئے گا کہ حملہ ہو رہا ہے امام زمانہؑ کی آڑ میں۔

ختم کر رہا ہوں بیان، یہیں سے کل شروع کردوں گا۔ اب اجازت دیجئے۔ ذہن میں رکھیں میں نے سوال پیدا کر دیا ہے اسی سوال سے کل شروع کروں گا۔ زندگی بخیر جواب کا آغاز کل کروں گا۔ ذہن میں رکھیں اس بات کو جو میں نے کہی ہے یہ بڑی اہم بات ہے۔ کیسے پکارا جائے؟ کیوں پکارا جائے؟ کیوں نہیں پکارا جائے؟ اور کیوں یہ مسئلہ ایجاد کیا جا رہا ہے؟ کوئی لاکھ پردوں میں چھپ کر بیٹھے مکتب امام صادقؑ کے غلام ہر سمت پر نظر رکھتے ہیں، ہر سمت پر نظر رکھتے ہیں، گمان بھی نہ رکھنا ان راستوں سے مزہب حقّہ کو نقصان پہنچا دو گے۔

ہاں ممکن ہے کچھ لوگ بھٹکتے ہیں بھٹک جائیں زیدیہ فرقہ بھٹک گیا۔ اب دیکھئے معجزہ مکتب اہل بیتؑ کا جس نے سازشیں کرنے کی کوشش کی امام کے نام پر اسی کا ایک الگ نام ہو گیا۔ زیدیہ فرقہ بن گیا، فلاں بن گیا، فلاں بن گیا اور نہ جانے کیا کیا بن گیا لیکن اعجاز دیکھئے آپ کہ وہ الگ ہوتے رہے، ان کے نام الگ ہوتے رہے۔ مگر مذہب شیعہ اثنا عشری، مذہب شیعہ اثنا عشری ہی کہلائے گا۔ جو سازشیں کرے گا وہ الگ ہو جائے گا کہیں بہائی بن جائے گا کہیں زیدیہ بن جائے گا۔ بنتا رہے، ہمیں جو رسولؐ نے نام دے دیا ''شیعیان حیدر کرّار'' کا ہمارا وہی نام رہے گا۔

بس ختم کر دیا آج کے بیان کو اور وعدہ کیا ہے کہ یہیں سے کل مجلس شروع کریں گے۔

ہر ایک کا اپنا مقام ہے۔ علیؑ کو ہی پکارا جائے گا میدان جنگ میں۔ اس لیے کہ جنگیں سامنے آ چکی ہیں اور یوں کہہ دوں کہ حسینؑ نے علیؑ کو ہی پکارا کربلا کے میدان میں۔ میں اپنی کسی کتاب میں لکھ بھی چکا ہوں کہ ابراہیمؒ بن مالک اشتر نے پہلی جنگ جو قاتلان حسینؑ سے کی اور جو سب

سے بڑا پہلوان اس کے سامنے آیا وہ زیر نہیں ہوتا تھا تو بے ساختہ اپنے امامؑ کا نام لیا ابرہیم بن مالک اشتر نے یا علیؑ کا نعرہ لگایا اور اپنے دشمن کو زیر کر لیا۔ یہ پہلا تاریخی ثبوت ہے نعرہ حیدری یا علیؑ کا، اگر غلط ہوتا تو اماموں کا زمانہ تھا امامؑ روک دیتے یعنی امامؑ کے سامنے یہ فعل انجام پایا اور امامؑ نے نہیں ٹوکا تو مطلب یہ ہوا کہ یہ فعل درست ہے۔ بس خیال رہے کہ اپنی مرضی سے داخل نہ کروں بلکہ اس کو دلیل بنا کے جہاں چاہوں جب چاہوں اور جو چاہوں شامل کروں مگر بس جو حدیں مقرر کر دی ہیں معصومینؑ نے ان حدوں کو پار کرنے کی ضرورت نہیں، اس سے آگے نہیں جانا ہے۔

کربلا کے میدان میں جو بھی گیا اگر عباسؑ بھی گیا تو حیدر کرّار کی شبیہہ بن کر گیا، آخری بھی جو آئے گا وہ حیدر کرّار کا وارث ہی بن کر آئے گا، صاحب ذوالفقار بن کر ہی آئے گا۔ ایسا ہی ہے نا یا کچھ اور ہے؟ کتنا اہتمام کیا میرے مولا نے کربلا میں۔ بس چند جملے مصائب کے کیوں کہ مصائب کی تاریخ ہے۔ زیادہ تفصیلی مصائب پڑھنے کی مجھے ضرورت ہی نہیں ہے جن ہستیوں کے مصائب پڑھنے کے دن آ گئے ان کا تھوڑا سا ذکر ہی بہت ہے آپ کے لیے۔

امام علیؑ نے اپنے بیٹوں کو تیار کیا اور علیؑ کے بیٹوں نے اپنے بیٹوں کو تیار کیا۔ حسنؑ کے کتنے بیٹے قربان ہوئے؟ چار یا پانچ لیکن جس خاص اہمیت سے قاسمؑ کا تذکرہ ہے وہ کیوں ہے؟ اس لیے کہ عزیزو! سب کو لڑنا ہے اور سب جوان ہیں لیکن جب دوسرا امام دنیا سے پردہ فرما رہا تھا تو یہ ماں کی گود میں تھے۔ یہ دو یا تین سال کے تھے۔ بس آج کے دن سینے سے لگا کر حسنؑ نے بہت دعائیں کیں، خاص طور پر ان کی ماں جناب ام فروہؑ کو نصیحت کی کہ یہ خاص قربانی ہے کربلا میں میری طرف سے اور دیکھو اگر میرا بھائی اس کی کم سنی کی وجہ سے اس کو میدان میں نہ جانے دے تو میری یہ نصیحت، میری وصیت باندھ دو اس کے بازو پر، اسے دکھا دینا۔ وہی معروف روایتیں جو بزرگ علماء پڑھتے رہتے ہیں۔ اپنے انداز میں آپ کے سامنے پیش کر کے اجازت چاہوں گا۔

باندھ دیا تعویذ قاسم کے بازو پر۔ شبِ عاشور ماں اپنے بچے سے یہی گفتگو کر رہی ہے کہ اے میرے لال اپنی بیوہ ماں کی لاج رکھ لے۔ کتنا حسین شہزادہ ہے قاسم روایتوں میں ہے کہ جب میدان میں نکلا تھا تو دیکھتے رہ گئے تھے کوفی اور شامی۔ وعدہ کر رہے ہیں ماں سے اے مادر گرامی! صبح پہلے میں جاؤں گا میدان جنگ میں۔ ظہر ہوئی ایک وقت آیا کہ قاسم افسردہ حالت میں، رنجیدہ حالت میں ماں کی خدمت میں آئے۔ کہا مادر گرامی! چچا جان مجھے جانے کی اجازت نہیں دے رہے سب ایک ایک کر کے شہید ہوتے چلے جا رہے ہیں حالانکہ ابھی شب عاشور کی بات ہے کہ جب میں نے پوچھا تھا چچا سے کہ چچا جان! کیا میرا نام محضرِ شہادت میں ہے؟ تو یہی جواب دیا تھا کہ قاسمؑ تیرے ننھے بھائی علی اصغر کا بھی نام محضر شہادت میں ہے۔ صبح ہوئی قاسم کو اجازت نہ ملی روتے ہوئے ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے ماجرا بیان کیا۔ ماں نے کہا بیٹا مت گھبرا، مت پریشان ہو، تجھے ضرور اجازت ملے گی یاد آئی حسنؑ کی وصیت۔ وصیت نامہ کھولا کہا یہ لے جا یہ تیرے بابا کی وصیت ہے تیرے چچا کے نام۔ دوڑے، دوڑے قاسمؑ آئے اور کہا چچا جان یہ میرے بابا کا خط آپ کے نام۔ اس تحریر کو دیکھا حسینؑ نے آنکھوں سے لگایا اور زار و قطار رونے لگے۔ وصیت کا مضمون پڑھا۔ کیا لکھا تھا؟ یہی لکھا تھا کہ حسینؑ میرے قاسمؑ کو میدان میں جانے سے مت روکنا۔ اپنے ہاتھ سے سجایا، اپنے ہاتھ سے سنوارا، اپنے ہاتھ سے عمامہ پہنایا، پڑکا کمر میں باندھا، تلوار کمر میں حمائل کی۔ اب جو دیکھا تو بھائی کی تصویر سامنے آ گئی۔ دیر تک قاسمؑ کو سینے سے لگا کر روتا رہا حسینؑ۔ جب خیمے سے باہر لے کر نکلے تو دنگ رہ گئے سب قاسمؑ کا حُسن دیکھ کر۔

کتنی منتوں مرادوں سے ماں پالتی ہے اپنے بچوں کو۔ سوار کرایا ایک طرف سے بازو تھاما عباسؑ نے ایک طرف سے علی اکبرؑ نے۔ اتنا کم سن تھا قاسمؑ کہ خود سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ حسینؑ نے گود میں اٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا اتنا کم سن تھا دونوں پیر ٹھہرتے نہیں تھے رکاب میں۔ کبھی ایک

طرف جھک کر قاسمؑ توازن برقرار کرتا تھا کبھی دوسری طرف، اتنا کم سن تھا کہ روائتیں کہتی ہیں کہ کربلا میں شہید ہونے والوں میں قاسمؑ سے کم سن کوئی نہ تھا۔ اپنا توازن برقرار رکھتے ہوئے قاسم پہنچے، للکارا، میرے بابا پر جنگ سے منہ موڑنے کا الزام لگانے والو! جس نے میرے بابا کو جنگ کرتے ہوئے نہیں دیکھا آؤ میرے سامنے میں اپنے چچا عباسؑ کا شاگرد ہوں، میں نے عباسؑ سے فن سپاہ گری فن شمشیر زنی سیکھا ہے۔ رجز پڑھی قاسمؑ نے۔ عمر سعد نے ارزق شامی سے کہا جاؤ مقابلہ کرنے کے لیے۔ ارزق نے حقارت کی نظر ڈالی (معاذ اللہ) قاسمؑ کی طرف اور کہتا ہے ایک بچے کی طرف مجھے بھیجتا ہے۔ چار بیٹے اس کے ساتھ آئے تھے ایک کو بھیجا کہ اس کا سر قلم کر کے لے آ۔

اس کا بیٹا آیا قاسمؑ کے مقابلے میں، ایک ہی وار میں جہنم کی راہ دکھائی قاسمؑ نے اور جیسے ہی قاسمؑ نے وار کیا پلٹ کر اپنے چچا کی طرف دیکھا، حسینؑ نے نعرہ لگایا مرحبا، عباسؑ نے داد دی مرحبا، علی اکبرؑ نے داد دی مرحبا، خوش ہو گیا قاسم۔

ارزق نے غصے میں دوسرے بیٹے کو بھیجا اس کا بھی وہ ہی انجام ہوا۔ قاسمؑ کے ہر وار پر علی اکبرؑ، عباسؑ، حسینؑ نعرہ بلند کرتے تھے۔ جب چار بیٹے واصل جہنم ہو چکے تو غصے میں اندھا ہو کر دوڑا قاسمؑ کی طرف۔ ارزق کو دوڑتے دیکھ کر عباسؑ گھبرا گئے، علی اکبرؑ گھبرا گئے، حسینؑ نے دست دعا بلند کر دیئے۔ معبود! قاسمؑ کا لاشہ اٹھاؤں گا مگر ہاشمی جوان ہے، ایک کے مقابلے میں زیر نہ ہو حسینؑ کی دعا مستجاب ہوئی۔ قاسمؑ نے جنگی حربہ استعمال کر کے۔ ایسا وار کیا کہ دو برابر کے حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا ادھر آدھا ادھر۔ ارزق کا جہنم میں پہنچنا تھا کہ عمر سعد نے حملہ عام کا حکم دے دیا۔ چاروں طرف سے سپاہی ٹوٹ پڑے قاسمؑ پر، کہاں تک مقابلہ کرتا حسنؑ کا لال، تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی، زخموں سے چور ہوا، آواز دی۔ اے چچا جان! قاسمؑ کی خبر لیجئے، کسی کی آواز پر حسینؑ ایسے نہیں دوڑے جیسے قاسمؑ کی آواز پر دوڑے۔

حسینؑ نے حملہ کیا، ایک طرف سے حسینؑ، ایک طرف سے علی اکبرؑ، سب چاہتے ہیں قاسمؑ کو کسی طرح سے بیچ سے نکالا جائے۔ اِدھر کے سپاہی اُدھر اُدھر کے سپاہی اِدھر۔ میدان صاف ہو گیا۔ فضہؑ بھی خیمے میں اعلان کر رہی ہیں۔ بیبیوں ام فروہؑ کے خیمے میں جمع ہو جاؤ، ام فروہؑ کا لال آرہا ہے۔ سب بیبیاں جمع ہو گئیں پرسہ دینے کے لیے۔ کچھ ہی دیر میں ام فروہؑ نے دیکھا کہ حسینؑ خیمے میں داخل ہوئے مگر قاسمؑ کا لاشہ لیے ہوئے نہیں۔ ام فروہؑ نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی۔ عباسؑ بھی خالی ہاتھ، علی اکبرؑ بھی خالی ہاتھ، بس حسینؑ کی گود میں ایک گٹھڑی ہے جسے سینے سے لگائے ہوئے ہیں حسینؑ سے پوچھا قاسم کی ماں نے اے مولا اے مولا! میرا قاسمؑ کہاں ہے؟ حسینؑ نے کوئی جواب نہ دیا، گٹھڑی کو خیمے کے فرش پر رکھ کر کھولا۔ اب جو کھولا تو دیکھا قاسم کا لاشہ، ارے قاسمؑ کی پامال شدہ لاش۔

الالعنة اللّٰہ علی القوم الظّا لمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالِمِینَ .اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ اَشْرَفِ الْاَنبِیآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ اَلْمَعْصُومِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ اَعْدآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْآنِ الیٰ اِقیَامِ یومِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعدفَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تعالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْناً ؕ یَعْبُدُوْنَنِی لَایُشْرِکُوْنَ بِی شَیْئًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائے دار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے تو وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ نور۔۵۵)

عزیزان محترم! دو تین مختصر باتیں جلدی جلدی لیکن ان باتوں سے پہلے وہی دعا کا مرحلہ کیوں کہ بعد میں موقع نہیں ملتا۔ کچھ احباب نے، دوستوں نے، بہت ساری دعاؤں کے لیے کہا ہے ان سب کے نام نہیں لے سکتا بہر حال اولا دنرینہ کے لیے ہمارے ایک بھائی نے جو یہاں موذّن ہیں انہوں نے کہا ہے۔ ان تمام مومنین کی دعاؤں کی قبولیت کے لیے، مومنین کی حفظ وامان کے لیے، مومنین کی سر بلندی کے لیے اور دشمنان دین اور دشمنانِ اسلام، دشمنان اہل بیت اور دشمنان پاکستان کی نابودی کے لیے تین بار صلواۃ۔

جیسا کہ میں آپ سے پہلی محرم سے عرض کرتا چلا آ رہا ہوں میں جو کر سکتا ہوں وہ کیا ہے تحریری صورت میں بھی یہی بات میں محرم سے پہلے بھی کتابچہ کی صورت میں بٹوا تا رہا تقسیم کراتا رہا یہی تحریر کہ کہیں بھی کسی بھی وقت کوئی بھی سانحہ ہو سکتا ہے۔ اس دنیا میں کسی بھی جگہ اور یہ ملک تو حادثات کا گھر ہے صبح وشام حادثات ہوتے رہتے ہیں کل بھی پشاور میں سانحہ ہوا[1] اور آپ نے دیکھا کتنی قیمتی جانیں اس میں گئیں۔

میں ہمیشہ آپ سے یہ بات کرتا ہوں کہ شیعہ ہو یا سنّی ہو بات ہے انسانیت کی تو وہ جو بھی جاں بحق ہوئے، چاہے وہ پولیس کے افسران تھے، چاہے وہ ناظم تھے یا وہ نائب ناظم تھے آخر ان کے ماں باپ تھے، آخر ان کے بیوی بچے تھے، آخر ان کے بہن بھائی تھے، ان کا پورا خاندان تھا آخر ان کے گھر تھے حکومت کچھ بھی کہے کہ یہ فرقہ وارانہ دہشت گردی نہیں تھی بلکہ یہ براہِ راست پولیس پر حملہ تھا جو بھی تھا۔ بالآخر بے گناہ انسانوں کی جانیں گئیں کہ نہیں گئیں؟ ہمارے اور تمہارے کا مسئلہ نہیں ہے۔ ایک انسانی مسئلہ ہے لہٰذا ہم یہاں پر بھر پور مذمت کرتے ہیں اس دہشت گردی کی اور ہم مرنے والوں کے اہل خانہ کے ساتھ ان کے غم میں برابر کے

[1] ۲ محرم الحرام کو پشاور میں ایک دھماکے میں بہت سارے پولیس کے سپاہی اور شہر کے ناظم اور نائب ناظم جاں بحق ہو گئے تھے۔

شریک ہیں کیونکہ ہم نے ہزاروں لاشے اٹھائے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ جب گھر میں کسی کے عزیز کا لاشہ جاتا ہے تو اس پر کیا بیتتی ہے لہٰذا ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ ان تمام جاں بحق ہونے والوں کے لیے۔

میں نے اس لیے شیعہ سنّی کی قید ہی نہیں لگائی کیوں کہ مجھے تو یہ معلوم ہے کہ چودہ افراد جس میں عام انسان بھی ہیں، پولیس والے بھی ہیں، ناظم بھی ہیں، پولیس کے افسر بھی ہیں سب بے گناہ مارے گئے لیکن ڈیوٹی پر تھے اپنی، جب انسان ڈیوٹی پر جان دیتا ہے تو شہید کے درجے میں ہوتا ہے، یاد رکھیئے جب میں تنقید کرنے میں کنجوسی سے کام نہیں لیتا تو تعریف کرتے ہوئے بھی کنجوسی سے کام نہیں لوں گا۔ کوئی اپنے فرائضِ منصبی ادا کرتے ہوئے مر جائے تو اس حالت میں اسے بھی شہید کے برابر مقام ملتا ہے لہٰذا ہماری دعا ہے کہ پروردگار عالم ان تمام کی مغفرت فرمائے اور انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

ایک بار پھر ان کے پسماندگان کے ساتھ ہم اظہار یک جہتی کرتے ہیں۔ شدید مذمت کرتے ہیں اس واقعہ کی اور ان مذہبی رہنماؤں کو سوچ لینا چاہیئے وہاں پر جن کے ہاتھ میں اقتدار ہے [1] کہ کہیں کسی شہر میں کچھ ہو جائے تو فوراً وہ استعفیٰ کے مطالبے شروع کر دیتے ہیں تو اپنے گریبان میں جھانک کہ دیکھئے کوئٹہ ہو یا پشاور ہنگو ہو یا پاراچنار مسلسل وہاں پر ہمارا خون بہایا جا رہا ہے۔ مسلسل اور کل بھی یہ ہوا کہ بچارے سیکیورٹی کے افراد درمیان میں آگئے ورنہ آپ کو معلوم ہے کہ کچھ ہی دیر بعد وہاں سے جلوس عزاء برآمد ہونا تھا۔ ارباب اقتدار کے سامنے بھی کھل کے بات آجانی چاہیے کہ کون دہشت گرد ہے کون لڑائی جھگڑا کرنے والا؟ ہم تو حسینؑ کے عزادار ہیں، حسینؑ کی مجلس برپا کرنے والے اور یہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ پہلی بات کہ ہم نے مذمت بھی کی ہے اور ہم ان مرنے والے جوانوں اور افسروں کے جو جاں بحق ہوئے ہیں ان سب کے غم میں

[1] اُس وقت صوبہ سرحد میں M.M.A کی حکومت تھی۔

برابر کے شریک ہیں۔

دوسری بات آپ سے یہ کرنی ہے کہ دیکھئے افواہ سازی کا کارخانہ کھل جاتا ہے لہٰذا پہلے تصدیق کر لیا کریں پھر اعلان کیا کریں میرے بھائی۔ برادران فوراً اعلان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔کوئی خبر سنی پہلے تصدیق کر لیجئے بھائی تحقیق کر لیجئے کہ IRC میں کچھ ہوا ہے یا نہیں خراسان میں ہوا یا نہیں؟ آسان سی چیز موبائل ہے اس سے کام لیا کہ ایک میسج (Message) بھیج دیا تھا کہ فلاں جگہ بلاسٹ ہوا ہے پورے شہر میں ہنگامہ شروع ہو گیا، ارے اسی موبائل سے فون کر کے پوچھ لو کہ بھئی کچھ ہوا ہے کہ نہیں ہوا تو اس میں دو باتیں ہوتی ہیں یاد رکھئے توجہ سے سنیئے گا دو باتیں ہیں اس میں افواہ اس لیے پھیلائی جاتی ہے کہ لوگوں میں پینک (Panic) پھیلا دیا جائے ہر آدمی خوفزدہ گھبرایا ہوا کہ پتہ نہیں کیا ہو گیا، وہاں کیا ہو گیا انچولی میں خبر جا رہی ہے کہ یہاں یہ ہو گیا۔ جعفر طیار میں کہا جا رہا ہے کہ خراسان میں ہو گیا، خراسان میں کہا جا رہا ہے کہ جعفر طیار میں یہ ہو گیا۔ پینک پھیلا دیا اور دوسرا اس سے خطرناک پہلو ہے۔ وہ خطرناک پہلو کیا ہے وہ یہ ہے کہ اتنی افواہیں پھیلائی جائیں اتنی افواہیں پھیلائی جائیں کہ جیسے ہوتا ہے نا کہ شیر آیا شیر آیا روزانہ ایک شخص شور کرتا تھا اور جس دن شیر آیا کوئی مقابلے کے لیے نہیں نکلا اس دن تو دوسرا پہلو بھی ہو سکتا ہے اس کا کہ اتنی افواہیں پھیلاؤ کہ جب کچھ ہو جائے تو کوئی یقین نہ کرے کہ یہ سب افواہیں ہیں پتہ نہیں ہوا کیا ہے؟۔ ایسے ہی افواہیں اڑائی جا رہی ہیں لہٰذا ہر پہلو پر نظر رکھیے اس لیے اطمینان کے ساتھ، صبر کے ساتھ، حوصلے کے ساتھ، تحمل کے ساتھ یہ سوچ لیجئے کہ پہاڑ گر پڑے گا، گر جائے، سمندر ہمارے اوپر چڑھ آئے گا۔ آپ پہلے مرحلے میں سب سے بڑی مصیبت کو سوچ لیجئے کہ یہ ہو سکتا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے جب سب سے بڑی مصیبت کے لیے آپ سوچ لیں گے تو کوئی مصیبت آ جائے آپ اطمینان سے مردانہ وار اس کا سامنا بھی کر لیں گے، مقابلہ بھی کر لیں گے۔

یہ میں انتظامیہ کی بات نہیں کر رہا ہوں اپنی اور آپ کی ذمہ داری کی بات کر رہا ہوں کہ ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ اضطراب نہ پھیلایا جائے اور ایسے عناصر کو تسلی اور غور سے سمجھایا جائے کہ دیکھو بچو! ٹھہر جاؤ ابھی تصدیق کر لینے دو کہ کچھ ہوا کہ نہیں ہوا؟ یہ نہیں کہ کوئی نامعلوم شخص یہاں یہ ہوا وہاں یہ ہوا کہتا ہوا نکل جائے اور اب یہاں کئی سو آدمی پریشان پھر رہے ہیں اور یہاں اضطراب پھیلاتے پھر رہے ہیں کہ مجلس میں حملہ ہو گیا جلوس میں حملہ ہو گیا۔ معلوم ہوا اعلان کرتے پھر رہے ہیں اسپیکروں پہ کہ یہ ہو گیا وہ ہو گیا بھئی پہلے تصدیق کر لو پھر اعلان کرو کیوں پینک (PANIC) پھیلاتے ہو عزاداری کرنی ہے یا نہیں؟ دو باتیں یہ ہوئیں۔

تیسری بات پھر میں وہیں سے شروع کروں گا اپنے اسیروں سے جو میں نے کل بات کہی تھی کہ دانش مندی کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ خود اپنے ہی قانون کو پامال نہ کیجئے جو قانون آپ نے بنایا ہے جن کے بچے اسیر ہوں گے تو بھائی وہ تو گھر سے نکلیں گے، وہ تو پروٹسٹ بھی کریں گے وہ تو احتجاج بھی کریں گے لیکن یہ شیعہ قوم ہے یہ ہمارے بچے ہیں یہ ہماری خواتین ہیں اتنے صبر وتحمل کے ساتھ پیس فل (PEACE FUL) اور پر امن طریقے سے ہر جگہ پروٹسٹ کر رہے ہیں صرف اسی لیے کہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ پینک نہ پھیلے وہ بھی سمجھتے ہیں کہ فساد نہ ہو تو بھئی مظلوم کی آہیں نہ لو، جو کیا ہے کہہ دو بتانے میں کوئی حرج ہے؟ Admit کر لو کہ بھئی ہمارے پاس ہیں۔ Admit کر لو۔ کوئی مقدمہ بنانا ہے مقدمہ بناؤ میں تو چپ نہیں رہوں گا کہ بھئی رکھا ہوا ہے تم نے اِن جوانوں کو اور اس کے بعد کیا پتہ کہ مقدمہ بنتا ہے یا نہیں؟ تو بھئی سیدھی سی بات ہے کہ میں بے ضمیر تو ہوں نہیں کہ ان کے دکھ میں شریک نہ رہوں۔ اپنی بہنوں کے، اپنی ماؤں کے اور اپنے بچوں کے کہ جن کے والی وارث ان کی آنکھوں سے اوجھل کر دیئے جائیں تو بے ضمیر نہیں بن سکتا کبھی بھی، میں تو اپنے ضمیر و دین کا سودا نہیں کر سکتا لہٰذا میں تو بولوں گا ان کے لیے کیونکہ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اور کچھ نہیں کر سکتا بھائی تو کم سے کم لوگوں تک Message پہنچاؤ وہ پہنچا رہا ہوں۔

ارباب اقتدار دانش مندی سے کام لیں تو خود سمجھ میں آنا چاہیے ان کو پتہ ہونا چاہیے کہ پوری دنیا جانتی ہے کہ کون دہشت گرد کون امن پسند؟ وہ کام نہ کیا جائے جس کے نتیجے میں ملت جعفریہ کوئی راست اقدام کرنے پر مجبور ہو جائے۔ یا پھر آپ خود چاہتے ہیں کہ چلو اسی بہانے یہاں پر بھی جھگڑا کروا دیا جائے۔ اس شہر میں بھی کچھ ہو جائے تو آپ ذمہ دار ہوں گے ہم نہیں اس لیے کہ ہم اپنی ملت کے ساتھ ہیں ہم کسی کے ساتھ نہیں۔ ہم اپنی قوم کے ساتھ ہیں جہاں ہماری قوم ہوگی ہم وہیں پر ہیں۔ بس اتنا اشارہ آپ کے لیے کافی ہے لہٰذا اس مسئلے کو فوری طور پر انسانی مسئلے کے طور پر دیکھ لیجیے یہ آپ کے لیے بہتر ہوگا۔ اس پر امن فضا کو پر امن ہی رہنے دیجیے یہی بہتر ہوگا۔ انتظامیہ کے لیے بھی وفاقی حکومت کے لیے بھی اور یہاں پر نمائندہ ہوتا ہے صوبائی گورنر وفاق کی طرف سے ظاہر ہے کہ وہ نمائندہ ہوتا ہے وفاق کا اور یہ مسئلہ کیوں کہ وفاقی ہے اس لیے میں بار بار وفاقی حکومت کو کہتا ہوں۔

آخر میں نصیحت کر رہا ہوں خاص طور پر نوجوانوں کو کہ اب جلوس شروع ہوں گے نا، ابھی یہاں بھی مجلس کے اختتام کے بعد ایک یا دو جلوس آئیں گے۔ جلوس شروع ہو گئے ہیں۔ آپ سڑکوں پر بھی جائیں گے لہٰذا اپنی جوانی کے جذبات کو کنٹرول میں رکھیں۔ جو اپنی ہوائے نفسانی پر، اپنے جذبات پر قابو پا لیتا ہے وہ بہادر ہوتا ہے۔ بہادر وہ نہیں ہوتا کہ سڑک پر اب مجھے کون پکڑنے والا ہے؟ اس کو پتھر ماروں کہ اینٹ۔ یہ بزدل آدمی کا کام ہے یہ اہل بیتؑ کے ماننے والوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔ تو خاص طور پر میری جوانوں کو نصیحت ہے کہ ہم مرد ہیں، ہم دلیر ہیں، ہم بہادر ہیں، ہم احتجاج بھی کرتے ہیں، یہ جلوس بھی احتجاج ہے۔ یزید کے خلاف، تو مردوں کی طرح کرتے ہیں ایسی کوئی حرکت ہم سے سرزد نہیں ہونی چاہیے جس سے انسانیت کے نام پر دھبہ آ جائے۔ ہم انسانیت کے دشمن نہیں، ہم انسانوں کے دشمن نہیں لہٰذا جہاں جہاں تک میری آواز جا رہی ہے اپنی ان انسانی اقدار کی حفاظت کیجیے گا اور کوئی ایسا فعل نہ انجام دیجیے

گا کہ فعل آپ کریں اور نام لیا جائے دین کا کہ دیکھئے شیعہ ایسے ہوتے ہیں، شیعہ یہ کرتے ہیں، شیعہ وہ کرتے ہیں تو اپنے فعل سے اپنے مذہب کو برا بھلا کہلوانے کا سبب نہ بنیئے گا۔

اب آتے ہیں جہاں کل بات کو چھوڑا تھا وہیں سے لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ وہ جو ہم نے کل بات کی تھی کہ پکارا کسے جائے؟ ہم امام زمانہؑ پر بات کرر ہے ہیں نا؟ عصر حاضر اور عقیدہ انتظار۔ یہی موضوع ہے نا ہمارا؟ پہلے عقیدہ اور پھر عصر حاضر دونوں چیزیں جمع ہوں گی انشاء اللہ۔ اطمینان رکھیئے آج کی مجلس میں اور میرا ساتھ دیجیے گا۔ میرے کچھ برادران نے شکایت کی کہ آپ بہت جلدی بولتے ہیں، تیز تیز بولتے ہیں، بعض باتیں سمجھ میں نہیں آتیں تو ذرا اپنی سماعتوں کو تیز کر لیجئے کہ میں چاہتا ہوں کہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ matter آپ تک پہنچایا جائے۔ اس لیے آپ آج میرا ساتھ دیجیے گا۔ آج مجھے دو چار مطلب آپ تک پہنچانے ہیں۔ ایک تو یہی مسئلہ جو تازہ شروع ہوا ہے کہ علیؑ کو کیوں پکارا جائے وقت کے امام کو پکارا جائے؟ واقعی اچھا ہے مگر یہ بتایئے کیا یا مہدی ادرکنی پکارنے پر پابندی ہے؟ اگر میں کہتا ہوں یا مہدی ادرکنی تو کیا پکارنے میں پابندی ہے، کسی مولوی نے منع کیا ہے؟ اگر میں کہتا ہوں یا امامِ منتظر العجل العجل تو کوئی برائی ہے؟ نہیں ثواب ہے۔ اگر میں کہتا ہوں یا ابا صالح المہدیؑ ادرکنی کوئی منع ہے؟ نہیں منع نہیں ہے۔ یا صاحب الزمانؑ ادرکنی منع کیا ہے؟ نہیں۔

میں کہتا ہوں یا ابوالفضل عباسؑ کوئی پابندی ہے؟ نہیں۔ میں کہتا ہوں یا زہراؑ کوئی پابندی ہے؟ نہیں ہے اور عموماً لوگ لبنان، ایران میں نعرہ ہی یا زہراؑ کا لگاتے ہیں کوئی پابندی ہے؟ نہیں ہے۔ میں نے کہا یا حسینؑ کہنے پر کوئی پابندی ہے؟ کوئی پابندی نہیں۔ میں نے کہا لبیک یا حسینؑ کوئی پابندی ہے؟ کوئی پابندی نہیں یعنی خواہ مخواہ کی ان بحثوں میں الجھا دیا جائے کہ جن کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ تو وقت کے امام کو پکاریئے۔ تو سنیئے پکارنا ہے تو سب کو پکاریئے لیکن یہ نہیں کرو کہ اس کو پکاروں اس کو نہ پکاروں۔ یا علیؑ پکارنے کی ایک حکمت ہے، ایک خاص مصلحت ہے یہی تو

کیا تھا اماموں نے ، یہی تو مورخین و محققین کہتے ہیں کہ اگر غدیر کی حفاظت کر لی ہوتی تو کربلا برپا نہ ہوتی۔ بات سمجھ میں آ گئی ؟ یہی تو اعلان ہے باب ولایت کا، اعلان مولائیت کا۔ اعلان ہے اسی لیے قیامت تک یہ نعرہ تو لگے گا۔ اسی پر تو سارا مسئلہ ہے۔ علی ولی اللہ کہنا ہے، کلمے میں پھر کلمے سے بھی نکا لیے، علی ولی اللہ نکال دیجیے، وقت کے امام کی تردید تھوڑی ہو رہی ہے مگر ولایت کا اعلان، کیوں؟ وہی غدیر کو یاد دلانے کے لیے۔ یہ ہم نہیں کہہ رہے یہ اللہ نے رسولؐ سے اعلان کروایا تھا کہ ''جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا یہ علی مولا ہے''۔ بہت مختصر سی بات جس کا مطلب آپ تک پہنچا دیا پھر یہاں ایک خطرہ پیدا ہو گیا کہتے ہیں نا کہ:

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کار گہہ شیشہ گری کا

لے سانس بھی آہستہ، اب ایک اور خطرہ پیدا ہو گیا اب کچھ لوگوں نے کہا یہ دیکھو جو ہم نے کہا تھا آ گئی نا یہ بات علیؑ ولی اللہ کی بات ہر جگہ کہنا ہے کہ نہیں کہنا؟ بس اشارہ کافی ہے آپ کے لیے۔ لو اِدھر سے بچے تو ادھر پھنس گئے۔ ان سے بچایا تو وہ سامنے آ گئے۔ میں اشارہ کر رہا ہوں کہ کتنی طرف سے دین پر یلغار ہو رہی ہے۔ وہاں سے بچایا ادھر بھی ایک کھڑا ہو گیا دیکھا ہم نہیں کہتے تھے یہ کہنا ہے۔ کہ نہیں عزیزو! مجھ سے بھی کسی نے کہا سوال کیا اور ویسے دوسرے علاقوں میں زیادہ سوال ہوتے ہیں، صاحب گواہی دی جائے کہ نہ دی جائے ؟ خدا کا شکر ہے ابھی اتنا نہیں بڑھا ہے کراچی میں مسئلہ، پتہ نہیں کب بڑھ جائے کہہ بھی نہیں سکتے کام تو کر رہی ہیں قوتیں۔ یہ حق نمک تو ادا کر رہی ہیں جو جس کا کھاتا ہے اسی کا حق ادا کرتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ ہم اپنے مدرسے میں اپنے مکتب صادق کی کھاتے ہیں۔

تو ظاہر ہے ہم اُسی کا حق نمک ادا کریں گے۔ بھئی اب کسی کو کہیں اور سے ملتا ہے تو وہ تو ظاہر ہے اس کی طرف سے پورا کام کرے گا لہٰذا وہ دوسرا آ گیا کہ شہادت دی جائے، گواہی دی

جائے کہ نہ دی جائے؟ مجھ سے سوال کیا گیا پھنسانے کے لیے کہ جہاں کا ماحول ہی بڑا عجیب تھا جیسے ہی پرچی آئی میں نے کہا بالکل غلط آپ گواہی کی بات کر رہے ہیں میں تو کہتا ہوں جب تک کہ نماز ہو ہی نہیں سکتی جب تک چودہ معصومینؑ کی گواہی نہ ہو۔ بتایئے مجھے غصہ دلانا چاہتے تھے، مجھے پھنسانا چاہتے تھے، میں نے الٹا انھیں پھنسا دیا۔ میں نے کہا بھائی میں تین کی گواہی کا قائل نہیں میں تو کہتا ہوں چودہ کی گواہی چاہیے۔ چودہ کی گواہی نہ ہوئی تو نماز ہوئی ہی نہیں۔ بولے وہ کیسے وہ کیسے ہو گیا میں نے کہا ہوتا ہے، یہی تو اللہ نے اہتمام کر رکھا ہے۔ اپنا نام بتایا، رسول کا نام بتایا تیسرے کا نام لیا نہیں لیا۔ آگے چلیں اللہ نے اپنا نام لیا اور رسول کی نشان دہی کر دی تیسرے کا نام لیا؟ نہیں لیا کیوں کہ صرف ایک کی ولایت کا اقرار نہیں لینا ہے تم سے۔ شب ہجرت جب علیؑ نفس کا سودا کر رہے تھے تو اکیلے علیؑ نے اپنے لیے مرضی نہیں لی تھی، جیسے ابراہیم نے اکیلے اپنے لیے امامت نہیں لی تھی ایسے ہی علیؑ نے اپنے لیے امامت نہیں لی۔ جب علیؑ سو رہے ہیں تو انصاف سے بتایئے صلبِ مُطہّرِ علیؑ میں گیارہ اماموں کا نور ہے کہ نہیں؟ جب حالت رکوع میں زکواۃ دے رہے ہیں تو صُلبِ مُطہّر میں گیارہ اماموں کا نور ہے یا نہیں۔

آیتِ اِنّما میں آپ بحث کرتے رہتے ہیں کہ جمع کا صیغہ ہے لیکن ایک کے لیے آیا ہے میں کہتا ہوں کہ زیادہ کے لیے آیا ہے کیوں کہ جب حالت رکوع میں علیؑ زکواۃ دے رہے ہیں تو اکیلے علیؑ تھوڑی دے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کا فعل سب کا فعل ہے کہ نہیں لہٰذا صُلبِ میں گیارہ امام موجود ہیں۔ اس فعل کے وقت بھی قرآن میں اللہ نے حکمت بتائی کہ نام لیتے تو حدیثوں کی طرح آیات میں بھی تحریف ہو جاتی۔ پھر قرآن، زبور، انجیل، ان میں کوئی فرق رہتا؟ بھئی دشمنی میں نام نکالتے کہ نہیں نکالتے یا نام ڈال دیتے اگر نام آجاتے تو آپ کہتے ہیں کہ جھگڑا نہ ہوتا میں کہتا ہوں کہ جھگڑا بڑھ جاتا۔ توریت بن جاتی، زبور بن جاتی اللہ کی کتاب لہٰذا نام نہیں لیا؟ صفات بتائیں اور گواہی لی سب کا نام ہوتا تو شاید جیسے بسم اللہ کھا گئے نماز بھی

اڑا دیتے لہٰذا حکمت دیکھئے وہاں بھی ولایت کا اقرار لیا۔ کتنی جگہ پر لیا؟ نماز میں بھی درود بھیجوا کے، درود کو واجب قرار دے کر، چودہ مانو یا نہ مانو، بارہ کو مانو یا نہ مانو لیکن جب تک محمدؐ اور اس کی آلؑ پر درود نہ بھیجو گے تو نماز نہیں ہوگی۔ دیکھا آپ نے آگئی چودہ کی گواہی۔ ہمیں بہکانے چلے ہو۔ ممکن ہے کچھ سادہ لوگ بہک جائیں تم سے، کوئی لالچ کے ذریعے بہک جائے، کوئی تعلقات کے ذریعے بہک جائے، کوئی بچارہ سادہ لوح ہے تو بہک جائے لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ مومن کو بہکا دو تم۔ ہم تو چودہ کی گواہی کے قائل ہیں بھائی جب تک چودہ کی گواہی نہ آجائے نماز میں۔

درود میں کسی اور کو شامل ہی نہیں کیا جاتا اشارہ ہی کافی ہے بس محمدؐ اور اس کی آلؑ باقی بعد میں کچھ کہتے رہو۔ نماز میں صرف یہی ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ سب کی گواہی دو جیسے طواف کو واجب قرار دیا۔ ولی کو مانو یا نہ مانو مگر کعبہ کا طواف کرنا ہے۔ حکمت الٰہی سے نہ ٹکراؤ، حکمت خدا سے نہ لڑو۔ جسے پردے میں رکھنا چاہا ہے اللہ نے، اُسی کو پردے میں رکھا ہے۔ اپنی عقلوں کی کسوٹی پر نہ پرکھنا دین خدا کو، اپنے مزاجوں کی کسوٹی پر نہ رکھنا۔ فطرتِ دین الٰہی کو کہ وہ جانتا ہے کہ کس کام میں حکمت ہے۔ اب سمجھ میں آگیا یہ کل والا مسئلہ کہ بات کو جہاں پر ختم کیا تھا بات کو وہیں پر آگئے لے کر۔ چلیں یہ تو طے ہوگیا سب کی ولایت کا اقرار ضروری ہے۔ بارہویں کا اختیار کیا ہے؟ آیئے پہلے حالات کی بات کریں، روایات کی بات کریں۔ امام جعفر صادقؑ آپ کے لیے، پریشان حال مومنین اور مسلمانوں کے لیے ارشاد فرماتے ہیں ”گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفے کے منبر پر ہمارا قائم بیٹھا ہوا ہے اور خطبہ دے رہا ہے اور اس کے گرد اس کے تین سو تیرہ اصحاب گھیرا ڈالے بیٹھے ہیں اور یہ تین سو تیرہ کون ہیں؟ یہ اس کے تین سو تیرہ علم برداران دین ہیں کہ یہ وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے حکم ہے زمین پر۔“ وہ تین سو تیرہ والی حدیث یاد رکھیئے گا لوگ کہتے ہیں کہ ہم کہاں آئیں گے چالیس میں اور تین سو تیرہ میں؟ معصوم نے کہا علم دار یعنی تین سو تیرہ تو امام کے جرنیل ہیں، علم دار ہیں۔ پانچویں امام امام محمد باقرؑ یا چھٹے امام فرما رہے ہیں اب

بتائیے کل والی بات کہ پہلے یقین ہے کہ نہیں ہے؟ دل میں پہلے یقین رکھو کہ وہ ہے پھر یہ بات سمجھ میں آئے گی۔

پانچویں امام ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ زمین پر ہمارے قائم کی حکومت قائم ہو چکی ہے۔ مشرق سے مغرب تک اس کے نمائندے نظام چلا رہے ہیں امن و امان ہے لوگ ایک دوسرے سے راضی ہیں۔ زمین پر موجود ہر شے ہمارے قائم کے نمائندوں کی اطاعت گذار ہے۔ مطیع ہے فرماں بردار ہے اور انسان ہی نہیں ہوا اور درندے بھی ہمارے قائم کے ان نمائندوں کی رضا طلب کرتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں، اپنی آنکھوں سے جو حکومت قائم ہونے والی ہے''

اب آئیے حالات کی طرف کہ کب ہوگا ایسا؟ پھر آئیے چھٹے امام، امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ''امر ہوگا، حکومت قائم ہوگی لیکن کب؟ کون سا زمانہ ہوگا؟ کون سا دور ہوگا؟ چھٹے امام ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگ یعنی ایمان رکھنے والے لوگ، مومنین ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے، پراگندہ ہو جاؤ گے، منتشر ہو جاؤ گے، شیشے کی طرح چکنا چور ہو جاؤ گے بلکہ بعض اوقات شیشہ تو چکنا چور ہو کر جڑ جاتا ہے مگر تم ایسے چکنا چور ہو گے کہ جڑ ہی نہیں پاؤ گے۔ کمزور ہو جاؤ گے''۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے اعمال کی وجہ سے، اپنی حرکتوں کی وجہ سے تمہارا یہ حال ہوگا۔

آپ نہ مانیئے مگر ہے یہی، ٹوٹ جاؤ گے، منتشر ہو جاؤ گے، بکھر جاؤ گے اور خدا کی قسم۔'' اتنی مختصر سی حدیث میں امام نے تین بار قسم کھائی ہے۔ ''خدا کی قسم تمہیں شدید ترین بلاؤں میں مبتلا کیا جائے گا۔ شاید ابھی شدید ترین نہیں دیکھیں بلائیں۔ حوصلہ کیجیے حوصلہ، جبھی تو حوصلہ دیتا ہوں کہ خوابوں اور خیالوں میں نہیں رہیے۔ تیار کیجیے دل کو، مضبوط کیجیے جگر کو، مضبوط کیجیے کیوں اگر امام کی نصرت کرنی ہے تو مذاق تھوڑی ہے کہ نعرہ لگا دیا امامؑ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم تمہیں شدید ترین بلاؤں میں مبتلا کیا جائے گا تمہیں چھلنیوں میں چھانا جائے گا، پھر تیسری بار قسم کھاتے

ہیں خدا کی قسم تمہیں چھانٹا جائے گا۔ خدا کی قسم تمہیں چھانٹا جائے گا یہاں تک کہ یہ مشکل چند لوگ دین پر باقی بچیں گے۔ یہ ہے حقیقی دنیا جو میں دکھانا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ باقی ہوں گے جو رہ جائیں گے باقی سب کے حوصلے ختم ہو جائیں گے۔ یا ڈرانے والے بن جائیں گے کہ مت لڑو، مت بولو ان کے آگے، نہ بولو تم بھی ختم ہو جاؤ گے، ہم بھی ختم ہو جائیں گے۔ کیا چاہتے ہو؟

یہ چھٹے امام کی حدیث ہے کہ یہ حالت ہو گی تمہاری۔ کچھ علامتیں تو ظاہر ہو رہی ہیں۔ انتشار، ٹوٹنا، بکھرنا ہر طرف سے ایک نئی آواز کا آنا۔ حق باطل میں خلط ملط ہو گیا کہیں کوئی صحیح بات کر بھی رہا ہے مگر غلط ارادے سے۔ امیر المومنینؑ نے بھی ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔

كَلِمَةُ الْحَقِ يُرَادُ بِهَا البَاطِل

بات سچ کہہ رہا ہے مگر مراد کیا ہے، پیچھے مقصد کیا ہے؟ وہ باطل ہے۔ آیئے! اب چوتھی روایت عصر حاضر کے لیے۔ یہ تو تھی آپ کے لیے کہ یہ حالت ہو جائے گی تم لوگوں کی، اس طرح جو قسم کھا کر کہہ رہے ہیں امامؑ۔ اس مفہوم کی میں نے ایک حدیث پڑھی ہے۔ ہماری حالت جو ہو جائے گی مصیبتوں میں، دشمنوں میں، بلاؤں میں مبتلا ہوتے چلے جائیں گے۔ انفرادی طور پر ہم بہت اچھے ہوں گے مگر اجتماعی طور پر ہماری حالت بہت خراب ہو گی۔ اپنی اپنی جگہ پر لوگ بہت اچھے ہوں گے مگر اجتماعی طور پر اللہ ہی حافظ ہو گا۔ اس کے بعد ایک اور روایت چھٹے امام، امام جعفر صادقؑ کی کہ صحیح بات کر رہا ہے مگر غلط ارادے سے۔

ایسا لگ رہا ہے کہ آپ لوگ حدیث سن کر گھبرا گئے۔ میں آپ کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنے کے لیے تھوڑی سنا رہا ہوں، میں تو اس لیے پڑھ رہا ہوں کہ آپ میں حوصلہ پیدا ہو جائے فرش عزا پر آ گئے تو سر بھی حسینؑ کا ہے، جان بھی حسینؑ کی ہے۔ عقیدے کا اظہار زبانی جمع خرچ نہیں اس عقیدے کو پختہ کر لو۔ یہی جنت ہے۔ یہی عقیدہ ہے۔ یہ سر، یہ جان، یہ سب حسینؑ کا

ہے، اپنا کچھ ہے ہی نہیں جس کی پروا کرے آدمی۔ اپنا کچھ ہو تو پروا کرے جب حسینؑ کا ہے تو پروا کیسی؟ جب یہ عقیدہ ہو جائے تو سمجھ لو کہ ہاں کچھ ایمان کا صلہ مل گیا۔ میں اپنا ہوں کب؟ میرا کچھ ہے کب؟ سب کچھ تو حسینؑ کا ہے، میرا وجود میرے حسینؑ کا ہے۔ کاش اس جملے کی گہرائی تک پہنچ جاتے آپ لوگ۔ سب کچھ حسینؑ کا ہے۔ جب انسان کسی سے عشق کرتا ہے تو اپنا کب رہتا ہے، اپنا تو نہیں رہتا جس سے عشق کرتا ہے اس کا ہو جاتا ہے۔ اب مجھے خود انصاف کر کے بتاؤ کس سے عشق کیا جائے؟ حسینؑ سے عشق۔ ماشاءاللہ سلامت رہئے۔

بتائیے کس سے عشق کریں، کون ہے حسینؑ سے زیادہ محبوبیت کا حامل؟ کون ہے جو سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہے؟ کون ہے جسے سب سے زیادہ آپ کا خیال ہے؟ کون ہے؟ حسینؑ ہے، میرا حسینؑ جس نے ہمیشہ یاد رکھا ہے مجھے اور آپ کو، کربلا میں بھی یاد کیا اس نے لہٰذا عشق کرو حسینؑ سے، اس لیے کہ اگر حسینؑ سے عشق کرو گے تو ہر خوف دل سے نکل جائے گا۔ سب کچھ تو حسینؑ کا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ سب کچھ حسینؑ کا ہے اپنا تو کچھ ہے ہی نہیں۔

چوتھی روایت چھٹے امام ارشاد فرماتے ہیں کہ ''امر واقع نہیں ہوگا مگر تب جب روئے زمین پر ہر گروہ حکومت قائم کر لے گا، ہر گروہ حکومت قائم کر لے گا، اپنی اپنی حسرتیں نکال لے گا، یہاں تک کہ ایک شخص (شخص سے مراد وہ راہنما ہیں جو حکومتوں کے لیے دوڑتے ہیں) بھی باقی نہیں بچے گا جو یہ کہہ سکے گا کہ اگر مجھے حکومت ملتی تو میں انصاف پسند حکومت قائم کرتا یعنی قائمؑ سے پہلے ہر ایک کو موقع دیا جائے گا اور ہمارے یہاں تو دو دو تین تین بار موقعے دے دیئے گئے۔ اب حدیث سمجھ میں آئی کہ کیوں یہ ہو رہا ہے۔ سب اپنی حسرتیں نکال لو جس کو نہیں ملی وہ بھی نکال لے حسرتیں، بے فکر رہیے ان کو بھی مل جائے گی تا کہ کوئی حجّت نہیں رہے روئے زمین پر۔ امامؑ کہہ رہا ہے ایک بھی ایسا نہیں بچے گا روئے زمین پر جو یہ کہہ سکے کہ اگر مجھے حکومت ملتی تو میں فیصلہ کر دیتا،

میں عدالت قائم کر دیتا، سب کو موقع دے گی قدرت۔ جب سب اپنے اپنے دل کی حسرتیں نکال لیں گے، جب کوئی کہنے والا ہی نہیں ہوگا اور پھر ہمارے یہاں تو پورا ہو چکا مرحلہ دوسرے دو چار ملکوں میں ابھی باقی ہے۔ یہاں تو ہو چکا یہاں تو اب کوئی ایسا نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ مجھے موقع ملتا تو میں انصاف قائم کرتا۔ یہاں کا تو حساب کتاب آپ کو پتہ ہے نا جیسا چل رہا ہے، جس طرح سے چل رہا ہے؟ بس دعا کریں کہ پروردگار عالم ہماری سرزمین کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ خارجی دشمنوں سے بھی اور داخلی دشمنوں سے بھی۔ عجیب ستم ہے، عجیب لوگوں کے ہاتھوں میں ہم گرفتار ہیں جہاں ادارے اپنے ہی لوگوں کو لڑا کر مزے لیتے ہیں کہ تم لڑو اور میں مزے لوٹوں۔ تمہیں لڑا کر میں حکومت کروں۔

وہاں گاڑی کیسے چلے گی؟ بابا جہاں خود آدمی چھوڑے جاتے ہوں کہ انھیں لڑاؤ، انھیں منقسم کرو۔ انھیں ٹکڑوں میں بانٹو۔ اس کا انجام انھیں نہیں معلوم کہ ان ریاستوں کی حالت کیا ہو جاتی ہے؟ ابھی کچھ نہیں ہوئی جو ہو جائے گی۔ اب بھی اگر ہوش کے ناخن نہ لیئے۔ تو یہ صورت حال ہے۔ یوں اِس دور کی تصویر امامؑ آج سے صدیوں پہلے کھینچ گئے کہ یہ منظر ہے اس طرح سے ہوگا کہ کوئی باقی نہیں بچے گا۔ سب اپنے اپنے دل کی حسرتیں نکال لیں گے۔ سب حکومت کریں گے۔ جتنے باقی بچے ہیں انھیں بھی کسی نہ کسی طریقے سے حکومت مل ہی جائے گی۔ وہ جو اسلام کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے انھیں بھی حکومت مل گئی نا ایک جگہ،[1] کیا حشر ہوا ہے؟ ڈریئے اس وقت سے جب پورے ملک میں انھیں حکومت مل جائے گی، مقتل بنا دیں گے۔ کیوں کہ ان کا دنیا سے عجیب اور نرالا اسلام ہے۔ اس اسلام کا کہیں پتہ نہیں دنیا کے کسی ملک میں جو یہ پیش کرتے ہیں۔ اسلام کیا اسلام کا مفہوم نہیں جانتے یہ لوگ۔ ان کے ہاتھوں میں عالم اسلام کی تقدیر ہے۔ ایسے تھوڑی ہوتی ہے حق کی نصرت۔

[1] اس زمانے میں صوبہ سرحد اور بلوچستان میں M.M.A کی حکومت تھی اور دہشت گردی بھی عروج پر تھی اور تادمِ تحریر عروج پر ہی ہے۔

کتنے علم دار ہیں بتایئے امام کے؟ تین سو تیرہ۔ یہ علم دار ہیں اور چالیس والی حدیث بھی صحیح ہے۔

چالیس خاص الخاص جس کو کہتے ہیں cabnet ممبر۔ امام کے جیسے رسول کے تھے۔ دیکھئے یہ غلط فہمی دل سے دور کر لیجیے امام ہو معصوم ہو سب جانتا ہے۔ علم غیب بھی جانتا ہے مگر فیصلے اپنے جانثاروں کے مشورے کے ساتھ کرتا ہے۔ یہی سنت الٰہی ہے، یہی سنت رسولؐ ہے۔ رسولؐ کی کیبنٹ کون ہے جن سے مشورے کرتے ہیں؟ سلمان فارسی، مقداد، ابوذر مشورے دیتے ہیں۔ سب خود کر لیں فیصلہ؟ فرمایا کہ نہیں اہمیت بتانے کے لیے کہ میرے اتنے قریبی جانثار ہیں، اتنے فہم و بصیرت کے حامل ہیں کہ میں ان سے مشورہ لوں گا۔ کریں گے یہ وہی بات جو میں چاہتا ہوں لیکن ان کی اہمیت بتانے کے لیے لہٰذا ہیں نا امام کے ساتھی جن کو بٹھا کر امام فیصلے کریں گے۔ اب کہا جاتا ہے تین سو تیرہ سردار۔ علم دار تین سو تیرا اس کے بعد سات سو کی روایت جوان تین سو تیرا کے نیچے اور پھر لاکھوں سپاہیوں کا لشکر۔ گھبرایئے مت مجھ سے سوال کیا کہ صاحب اتنے کم ہوں گے، باقی کہاں جائیں گے۔ کیوں نہیں جائیں گے۔ مت مایوس ہوں لشکر ہے لشکر کا جرنیل بھی چاہیے اور اسلامی لشکر کے درجہ بدرجہ عہدے دار بھی اور لاتعداد فرمابردار سپاہی بھی۔ اور پھر یہیں پر بات ختم تھوڑی ہو گئی جب اتنا بڑا لشکر ہوگا تو جوتے اٹھانے والے بھی، کھانا پکانے والے بھی، کپڑے دھونے والے بھی، ارے لشکر ہے لشکر اسی لیے دعا کرنے کے لیے کہا تھا کہ مولا جرنیل نہ سہی ایک عام سا خدمت گذار بن جاؤں تیرے سپاہیوں کا۔ اگر اطاعت سیکھنی ہے تو مولا عباسؑ سے سیکھئے۔ کیونکہ آج مصائب کو زیادہ وقت دیتا ہے اور مولا عباسؑ کی زندگی پر کچھ روشنی بھی ڈالنی ہے اسلیئے آ گیا اپنی منزل تک۔ کون عباسؑ وہ جو فوج حسینی کا علم بردار۔

اس لیے میں نے ان علم داروں کا تذکرہ کیا ہے کہ حسینؑ کے پاس مشورہ دینے والے حبیب ابن مظاہر، مسلم ابن عوسجہ اور خواتین کے شعبے میں ثانی زہراؑ بھی ہیں اور پرچم بردار کون ہے؟ علم دار کون ہے؟ عباسؑ۔ کہ جس نے

وہ حمایت حق کی اے عباسؑ فرمائی کہ بس
حدِّ نصرت سامنے کہتی ہوئی آئی کہ بس

بس میں لے آیا آپ کو یہاں د۔ حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ ہیں عباس غازیؑ۔ وہ جری بھائی کہ کسی کی مجال ہے پانی لانے سے روک دے؟ آ گیا وہ دن دعا کرتا ہوں کہ حق ادا ہو جائے جناب عباس کے ذکر کا۔ اس مصیبت کو پڑھنے سے پہلے، جناب عباسؑ کے مصائب پڑھنے سے پہلے، تھوڑا سا اس لیے میں نے زیادہ وقت پندرہ بیس منٹ رکھ لیے مصائب پڑھنے کے لیے۔ کون عباسؑ؟ اور بھی تو بھائی ہیں جناب سید الشہداء کے اور بھی تو بیٹے ہیں جناب علیؑ کے مگر عباسؑ جسے کہتے ہیں منتوں مرادوں والا بھائی۔

یہ میں نے ایک مجازاً جملہ کہا ہے، محبت کا جملہ کہا ہے، عشق کا جملہ کہا ہے یعنی اس طرح سے اگر علیؑ کے لیے نہ سہی مگر ام البنین کے لیے تو ہے منتوں مرادوں والا۔ جانتی ہیں ام البنین مولا نے کتنا تلاش کیا ہے بہادر قبیلہ۔ کتنا چھانٹا ہے کتنا پرکھا ہے کہ دور دور تک کہیں کوئی بزدلی کا نام و نشان نہ ہو۔ اسی شاخ سے ہونی چاہیے وہ لڑکی وہ خاتون جو میرے عقد میں آئے کیوں کہ مجھے اپنا نائب چاہیے کربلا کے لیے۔

یہ۔ ہے عباسؑ کی آمد سے پہلے کا واقعہ یوں کہہ دوں کہ جیسے میرا مولا علیؑ، عباسؑ کا استقبال کر رہا ہے بتا رہا تھا کہ میرے ضیغم کو کوئی معمولی فرد نہ سمجھنا۔ سب سے الگ ہے اگر چودہ معصومینؑ کی قید نہ لگائی ہوتی دین نے، مذہب نے، شریعت نے تو کس کا دل چاہتا ہے کہ عباسؑ کو معصوم نہ کہے۔ آ گئے عباسؑ اور اس شان سے آئے کہ ماں گھبرائی ہوئی ہے اور جب مولا کو خبر ملی کہ آپ کے آنگن میں ایک اور پھول کھلا ہے دوڑے آئے مگر دیکھا کہ ام البنین تو گھبرائی ہوئی ہیں پریشان ہیں کیوں گھبرائی ہوئی ہیں؟ پوچھا خیریت تو ہے؟ فرمایا مولا میرے بچے نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ یاد ہے علیؑ کی آمد کا منظر یاد ہے نا علیؑ کیسے آئے تھے؟ علیؑ مسکرائے نہ گھبرایئے حسینؑ کو

بلایا حسینؑ کو آواز دی اور کہا بیٹا حسینؑ یہاں آؤ پہلے مولا نے نہیں لیا گود میں۔ حسینؑ تمہارا بھائی آیا ہے۔ بس یہ دو مواقع مجھے روایات میں ملے ہیں بس دو ہی بار عباسؑ نے حسینؑ کو دیکھا ہے۔ ایک دنیا میں آتے وقت اور ایک دنیا سے جاتے وقت۔ اس کے علاوہ کبھی نگاہیں اپنے مولا کے سامنے نہیں اٹھائیں۔ دو مواقع، جونہی حسینؑ کی آغوش میں آئے، عباسؑ نے آنکھیں کھول دیں۔ کھول دی آنکھیں ماں کو قرار آگیا۔ علیؑ نے کلیجے سے لگایا۔ میرا شیر آگیا تیار کرو یا عباسؑ کو خود فن شمشیر زنی فن سپاہ گری فنون حرب سے آراستہ کر دیا اور میں وہ واقعہ پڑھتا رہتا ہوں اس کی تکرار نہیں کروں گا کہ کتنی بار امتحان لیا۔ بس صفین کا ایک واقعہ سن لیجیے۔ صفین کی جنگ میں ملتا ہے جس میں جناب عباسؑ نے شرکت کی ہے اور آپ کا سن اس وقت پندرہ سال سے زیادہ نہ تھا مگر کیوں کہ قمر بنی ہاشم ہیں لہٰذا اس سن میں بھی جوان اور جب صفین میں پہلی بار عباسؑ نکلے ہیں میدان میں تو یہ موقع ہے کہ جب نقل کیا جاتا ہے کہ جاتے ہوئے میدان میں جب اپنے بیٹے کو علیؑ نے دیکھا تو کہا قمر بنی ہاشم یہ ہاشمیوں کا چاند ہے، یہ قمر بنی ہاشم ہے، نظر نہ لگ جائے میرے لال کو۔ علیؑ نے کہا عباسؑ چاند سے چہرے پر نقاب ڈال لو۔

عباسؑ نے چہرے پر نقاب ڈال لی اور میدان میں انداز ایسا ہے کہ سب شامی یہ سمجھے کہ علیؑ مقابلے میں آگئے اور جب علیؑ آتے تھے تو کوئی لڑنے کے لیے نہیں آتا تھا۔ دیر تک مبارز طلب کرتے رہے عباسؑ۔ جب کوئی نہ آیا تو عباسؑ نے محسوس کیا کہ یہ مجھے علیؑ سمجھ رہے ہیں تو اب اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی میں علیؑ نہیں میں علیؑ کا بیٹا عباسؑ ہوں۔ یہ ہے وہ جنگ جس میں اپنے بابا کا ہم رکاب رکھا خود کو۔

وہ ایک روایت پڑھتے ہیں کہ کوفے میں منبر پر مولاؑ خطبہ دے رہے تھے اور چھوٹے سے تھے عباسؑ، حسنؑ، حسینؑ بھی چھوٹے سے تھے۔ خطبہ دے رہے تھے مسجد کوفہ کے منبر سے مولائے کائنات۔ یہ خطبہ کب دیا ہے ظاہری خلافت میں جناب عباسؑ اس وقت بھی چودہ پندرہ

سال کے ہیں اور حسن حسینؑ تو اور بڑے تھے۔ جب پانی کی طلب ہوئی حسینؑ کو تو قمبر اٹھ کر جانے لگے عباسؑ نے روک دیا قمبر کو۔ نہیں قمبر میں لاؤں گا پانی اور جب عباسؑ پانی لے کر آرہے تھے اور پانی چھلک پڑا تو علیؑ ممبر سے اتر کر آ گئے سینے سے لگا کر عباسؑ کو زار و قطار رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا مولا کیا ماجرا ہے؟ کیوں رو رہے ہیں؟ کون سا واقعہ ہوا؟ فرماتا ہے مولاؑ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن عباسؑ، حسینؑ کے بچوں کے لیے پانی لانے کی کوشش کرے گا مگر ہائے اس کے بازو کٹ جائیں گے یہ پانی نہ لا سکے گا۔

وقت گزرتا گیا عباسؑ کو بھی سمجھا دیا علیؑ نے بیٹا روز عاشورہ میں موجود نہ رہوں گا تمہیں میری نیابت کرنی ہے۔ اس دن کے لیے جی رہا ہے عباسؑ۔ جب مدینے سے قافلہ روانہ ہونے لگا تو ام البنین نے اپنے سارے بیٹوں کو بلایا، بلانے کے بعد فرمان جاری کیا حکم جاری کیا۔ کہا دیکھو عباسؑ تم سب کا سردار ہے عباسؑ کی اطاعت کرنا تم سب کو عباسؑ کی اطاعت میں دیا عباسؑ جیسے کہے ویسے کرنا پھر عباسؑ سے کہتی ہیں کہ وعدہ یاد ہے نا میرے لال مجھے لگ رہا ہے کہ یہ وہی سفر ہے جس کے بارے میں مدینے میں خبر سنتی رہی ہوں خبردار غافل نہ ہو جانا حسینؑ سے ورنہ میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی فاطمہ زہراؑ کو۔ ماں کی قدم بوسی کی عباسؑ نے۔ عہد و پیمان ہوئے ماں بیٹے میں۔

مادر گرامی! اطمینان رکھئے بابا کی بھی وصیت یاد ہے اور آپ سے کیا ہوا وعدہ بھی۔ جب قافلہ جا رہا تھا مدینے سے تو جانتے ہیں کیا منظر تھا؟ سب سوار ہو رہے تھے جب بیبیوں کے سوار ہونے کی باری آئی تو ہر بی بی کے محرم اسے سوار کرا رہے تھے۔ قناتیں تان دی جاتی تھیں یہاں تک کہ ثانی زہراؑ کے سوار ہونے کی باری آئی۔ قناتیں تان دی گئیں۔ عباسؑ بھی اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں کہ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ اس شان سے ثانی زہراؑ حجرے سے برآمد ہوئیں۔ ناقہ بیٹھا ہوا ہے اس کے باوجود عباسؑ نے اپنے ہاتھ سے زینہ بنا دیا۔ زینبؑ کو اپنے بھائی عباسؑ

پر کتنا مان ہے؟ جب قافلہ رواں دواں تھا تو بس حسینؑ عباسؑ کو دیکھتے تھے ایسا لگ رہا تھا کہ ایک عباسؑ نہیں جانے کتنے عباسؑ تھے۔ ہر طرف عباسؑ نظر آتے تھے اس طرح چاروں طرف پھر رہے تھے قافلے پر پہرا دیتے ہوئے۔ کربلا پہنچ گیا قافلہ مطمئن ہے عباسؑ کتنی ہی بڑی فوج کیوں نہ آجائے کتنا ہی بڑا لشکر کیوں نہ آجائے میں حیدر کرّارؑ کا بیٹا ہوں۔ پانچ محرم آئی حکم دیا گیا کہ خیموں کو نہر کے کنارے سے ہٹا دیا جائے۔

علیؑ کے شیر کو جلال آگیا شمشیر بے نیام کی اور خط کھینچ دیا۔ کسی کی مجال ہے میرے مولا کے خیمے ہٹائے کسی کو اپنی گردن اپنے جسم پر عزیز نہ ہو وہ آجائے۔ ایسے لہجے میں للکارا عباسؑ نے کہ جو دستہ خیموں کو ہٹانے کے لیے آیا تھا کسی کی جرات نہ ہوئی کہ اس خط کو پار کر سکے۔ عباسؑ کے کھینچے ہوئے خط کو پار کر سکے۔ حسینؑ نے دیکھا کہ میرے شیر کو جلال آگیا۔ آئے قریب حسینؑ کبھی گمان بھی نہ کرنا کہ عباسؑ کو اتنا بھی غصہ آسکتا ہے کہ حسینؑ کی بات نہ مانے اور حسینؑ کو خیمے میں یہ پیغام بھجوانا پڑے کہ زینبؑ غضب ہو گیا عباسؑ کو جلال آگیا۔ عباسؑ کو جلال ضرور آیا مگر عباسؑ کا ایک امام ہے عباسؑ جس کا فرمانبردار ہے۔ حسینؑ نے اپنے بھائی کے، اپنے شیر کے جلال کو دیکھا مسکرائے اپنے بھائی کی محبت کے اس انداز کو دیکھ کر آگے بڑھے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ نہیں عباسؑ ابھی جنگ کا موقع نہیں آیا خیمے ہٹا دو۔

حسینؑ قیامت تک کے آنے والے مومنین کو بتا رہا ہے کہ اگر اطاعت کرنا ہے تو میرے عباس سے سیکھو۔ جانتا ہے عباسؑ کے میرے شانے پر جو یہ ہاتھ ہے امام وقت کا ہاتھ ہے جونہی حسینؑ نے شانے پر ہاتھ رکھا عباسؑ خیمے ہٹاؤ اب عباسؑ کی مجال ہے جو اپنے مولا کے سامنے بات کرے۔ نظریں زمین میں گاڑ دیں عباسؑ نے" اور کہا مولا جو تیرا حکم ہے اطاعت کروں گا۔ نظریں زمین میں گڑی ہوئی ہیں اس لیے کہ کہیں مولا آنکھ میں آئے ہوئے آنسو نہ دیکھ لیں۔ شدّتِ ضبط کے آنسو۔ اسی شمشیر سے عباسؑ نے خیموں کے طنابوں کو کاٹنا شروع کر

دیا۔انہیں ہاتھوں سے جن سے لکیر کھینچی تھی۔ خیمے لپیٹ رہا ہے عباسؑ مولا کا حکم آ گیا، مولا کے حکم کے آگے میرے جذبات میرا غصہ میرا اجلال کیسا؟ حکم مولا آ گیا۔ سات محرم کو پانی بند ہوا۔ بے قراری بڑھ گئی عباسؑ کی۔ بچوں کی پیاس بڑھتی جا رہی ہے، پانی کا ذخیرہ ختم ہوتا گیا، اس تپتے صحرا میں گرمی کے ایام میں کتنی دیر چلا ہو گا پانی؟ ختم ہو گیا۔ پیاس بڑھتی جا رہی ہے، عباسؑ بے چین ہے کہ کب حکم ملے کب نہر کو کھینچ لاؤں کب دریا کو اٹھا لاؤں۔ نو محرّم گذری شب عاشور آئی۔

اصحاب حسینی آگ جلائے بیٹھے ہیں اور عباسؑ طلایہ (پہرا دینا) پھر رہے ہیں، یونہی پہرا دے رہے ہیں خیموں کا۔ کبھی عباسؑ کبھی دوسرے انصار۔ نافع اور حبیب وغیرہ سب جمع ہیں گفتگو کر رہے ہیں کہ کتنی بار آ چکا ہے شمر، ام البنین کے بیٹوں کے لیے امان نامے لے کر۔ کوئی بات کرو عباسؑ سے۔ زہیر کے نام قرعہ نکلا آپ بات کیجیے سب سے بڑے ہیں بزرگ ہیں محترم ہیں۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے زہیر۔ جناب عباسؑ کو وہ واقعہ پورا یاد دلایا کہ کیوں اور کیسے مولاؑ کی آپ کی والدہ سے شادی ہوئی؟ عباسؑ خاموش رہے اور مسکراتے رہے جب بات پوری ختم ہوئی تو فرمایا زہیر آپ کی بات پوری ہو گئی؟ کہا ہاں اب ایک انگڑائی لی علیؑ کے لال نے، ایسی انگڑائی کے رکابیں ٹوٹ گئیں پھر عباسؑ کہتے ہیں زہیر مجھے اپنی خلقت کا مقصد یاد دلاتے ہو، بس ذرا صبح ہونے تو دو پھر دیکھو عباسؑ کیا کرتا ہے؟

ساری رات انتظار کرتا رہا عباسؑ۔ اسی رات میں عباسؑ نے ایک خیمے میں کسی بی بی کے رونے کی آواز سنی قریب پہنچے تو کس کا خیمہ ہے؟ شہزادی ام کلثومؑ کا۔ اجازت طلب کی عباسؑ نے۔ غلام آنا چاہتا ہے۔ ام کلثومؑ خوشی سے نہال ہو گئیں کہ میرا بھائی عباسؑ آ رہا ہے۔ عباسؑ نے نظر اٹھا کر دیکھا اور ہاتھ جوڑ لیے شہزادی یہ غلام ابھی زندہ ہے کیوں رو رہی ہیں؟ کہا اپنی بے بسی پر اپنی کم مائیگی پر رو رہی ہوں کل سب اپنی اپنی قربانیاں پیش کریں گے مجھ دکھیاری کے پاس پیش

کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے اس لیے اپنی کم مائیگی پر رو رہی ہوں۔ ہاتھ جوڑے عباس نے اور فرمایا یہ غلام کس کا ہے؟ یہ غلام آپ ہی کا تو ہے؟ میں آپ کی طرف سے فدا ہو جاؤں گا۔ صبح ہوئی عباسؑ جنگ کے لیے آمادہ ہوئے۔ حسینؑ نے عباسؑ کو بلایا اور علم ہاتھ میں دیا اور کہا عباسؑ تم علم دار ہو۔ سمجھ گئے عباسؑ کہ لڑنے کی اجازت نہیں۔ قلب لشکر میں کھڑا ہے عباسؑ۔ جب کئی گھنٹوں کی لڑائی کے بعد کچھ باقی نہ بچا تو چاروں طرف حسرت سے دیکھا عباسؑ نے کوئی سپاہی نظر نہ آیا۔ سر جھکائے علم ہاتھ میں لیے در خیمہ پر حاضر ہوئے۔ اجازت مانگی مولا یہ غلام حاضر ہونا چاہتا ہے۔ اجازت ملی داخل ہوئے۔ سلام کیا۔ سر جھکائے کھڑے ہیں۔ پوچھا حسینؑ نے عباسؑ کچھ کہنا چاہتے ہو؟ کہا ہاں مولا آپ اجازت دیں گے تو کچھ عرض کروں گا۔ کہو عباسؑ۔ مولا مجھے بھی میدان میں جانے کی اجازت دے دیجیے۔ حسرت بھری نگاہ حسینؑ نے عباسؑ پر ڈالی کہا عباسؑ تم تو میرے لشکر کے علم دار ہو اور علم دار لشکر کی زینت ہوتا ہے اب یہ میرے جملے ہیں، روایت نہیں پڑھ رہا ہوں شاید یہ حسینؑ کہنا چاہ رہے ہیں کہ عباسؑ تم سے بیبیوں کو ڈھارس ہے بچوں کو تم سے ڈھارس ہے۔

ارے جب کسی شہید کا لاشہ آتا تھا تو بیبیاں گھبرا کر علم کے پھریرے کو دیکھتی تھیں۔ اطمینان ہو جاتا تھا کہ جب تک علم کا پھریرا لہرا رہا ہے کوئی آسیب کوئی مصیبت خیمے تک نہیں آسکتی عباسؑ تم علم دار ہو پھر نظریں جُھکا لیں۔ دائیں دیکھا بائیں دیکھا، کہا مولا میرا لشکر کہاں ہے؟ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک بچی دوڑی دوڑی آئی اور آتے ہی عباسؑ کا دامن تھام لیا۔ چچا پیاس مارے ڈالتی ہے پیاس ہلاک کیے دیتی ہے۔ ارے چچا کیا آپ تھوڑا سا پانی نہیں لا سکتے؟ مراد بر آئی عباسؑ کی۔ بیٹھ گئے، بچی کے پاس ایک بار اپنے بابا سے اجازت دلوا دو، وعدہ کرتا ہوں پانی لے کر آؤں گا۔ اے سکینہؑ اجازت دلوانا آپ کا کام علقمہ کو کھینچ کر آپ کے قدموں پھینک دینا میرا کام۔ اتنا مان ہے عباسؑ کو اپنی طاقت پر۔ اجازت ملی کہ سکینہ جیسی سفارش ہے۔ بچی گئی

ایک سوکھا سا مشکیزہ لے کر آ گئی۔

عباسؑ اتنا جھکے اتنا جھکے کہ بچی نے مشکیزہ گلے میں پہنا دیا۔ اس لیے میں سقائی کی روایت پڑھتا ہوں کہ اگر عباسؑ نے بچی کی سقائی نہ کی ہوتی تو بتاؤ کب اور کس نے مشکیزہ علم کے گلے میں ڈالا جو سقائی کی یاد دلا رہا ہے۔

بس عزادارو! عباسؑ پہنچے دریا کے کنارے پر۔ قبضہ کر لیا گھاٹ پر۔ کون تھا جو عباسؑ کے سامنے ٹھہرتا؟ گھاٹ خالی ہو گیا گھوڑے کو ترائی میں اتار دیا علیؑ کے شیر نے اور پھر چاروں طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی بھیڑ بکری تک نظر نہیں آئی۔ سب بھاگ گئے عباسؑ کے حملے سے۔ اترا مشکیزے کو بھر لیا۔ مشکیزہ بھرا چلو میں پانی لیا۔ پینا چاہا یہ ہی تو کہتے ہیں نا بعض لوگ کہ سکینہ کی پیاس یاد آ گئی۔ ارے نا کرو ایسی بات عباسؑ کے لیے، عباسؑ کے لیے ایسی بات نہ کرنا کہ عباسؑ نے پینے کے لیے پانی کو چلّو میں لیا تھا۔

کیسی پیاس؟ کہاں کا پانی؟ علیؑ کے لال نے چلّو میں پانی لیا اور فرات کے منہ پر مار دیا۔ دیکھ ایسے قبضہ کرتا ہے فاتح خیبر کا بیٹا اور میرا یہ قبضہ تھوڑی دیر کے لیے نہیں، قیامت تک کے لیے ہے۔ تیرے سینے پر میرا علم ابد تک لہراتا رہے گا۔ اب واپس پلٹے عباسؑ، حسینؑ دیکھ رہے ہیں کہ علم آ رہا ہے۔ علم آ رہا ہے تیزی سے آگے بڑھا، رکا پھر آگے بڑھا جھکا، پھر اٹھا پھر جھکا پھر اٹھا پھر جھک گیا پھر تیسری بار جو جھکا تو اٹھ نہ سکا۔

عباسؑ کے بازو قلم ہوئے، مشکیزے کا پانی بہا، آنکھ میں تیر لگا، سر پر گرز لگا جب گھوڑے سے گرا عباس تو بازو بھی نہیں ہیں۔ سر کے بل گرا عباسؑ آواز دی یا مولا ادرکنی مولا مدد کیجیے؟

پہنچے حسینؑ سرہانے، سر زانو پر رکھا۔ عباسؑ نے زمین پر پٹخ دیا پھر رکھا پھر پٹخ دیا پوچھا حسینؑ نے عباسؑ کیا ہمارا زانو گوارہ نہیں ہے؟ عباسؑ کہتے ہیں مولا میں غلام ہوں کیسے جسارت

کروں کہ میرا سر ہو اور آپ کا زانو مولا بس ایک خواہش ہے کہ جب دنیا میں آیا تھا تو سب سے پہلے آپ کی زیارت کی تھی۔ حسینؑ نے پوچھا پھر کیا رکاوٹ ہے؟ کہا مولا ایک آنکھ میں تیر لگا ہوا ہے اور ایک آنکھ میں سر کا خون ہے۔ حسینؑ نے اپنی عبا کے دامن سے عباسؑ کی آنکھ کا خون صاف کیا۔ عباسؑ نے مولا کو دیکھا۔ اب حسینؑ کہتے ہیں عباسؑ، ایک میری بھی خواہش ہے، ایک میری بھی آرزو ہے۔ مولا میں غلام ہوں، مولا میں غلام ہوں آپ حکم کیجیے۔ عباسؑ جب سے دنیا میں آئے ہو کبھی بھائی نہیں کہا۔ بس ایک بار بھائی کہہ دو۔ عزادارو عباس نے حسین کو بھائی کہا اور آنکھ بند کر لیں۔

بہت دیر ہوگئی سکینہؑ کا چچا نہیں آیا۔ سکینہ بے چین ہیں کہتی ہیں اماں فضّہ ذرا خبر تو لے کر آؤ، میرا چچا نظر نہیں آتا۔ فضّہ نے خیمے کا پردہ اٹھایا۔ پردہ اٹھا کر کچھ دیر دیکھتی ہیں اور پھر کہتی ہیں سکینہؑ مبارک ہو تیرے چچا نے وعدہ پورا کر دیا۔ حسینؑ علم لے کر آرہے ہیں۔ سکینہؑ نے سنا دوڑنا شروع کیا اور کہا آؤ بچوں آؤ۔ چچا پانی لے آئے۔

الا لعنة الله علی القوم الظّالمین

تاریخی، معاشرتی، سیاسی اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ

شعلہ بیان خطیب مولانا

سید حسن ظفر نقوی

کی معرکۃ الآراء تقریریں

اب زندہ تحریروں کے قالب میں ڈھل کر

آپ کی ضیافت مطالعہ کے لیے ہدیہ ہیں

یہ کتابیں پاکستان کے تمام معروف قومی کتب فروشوں کے یہاں دستیاب ہیں

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالِمِینَ . اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ اَشْرَفِ الْاَنبِیآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُومِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ اَعْدآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْآنِ اِلیٰ اِقِیَامِ یَومِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعدفَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعٰلٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْناً ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ O

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں اپنا جانشین ضرور بنائے گا اسی طرح جس طرح ان سے پہلے والوں کو جانشین بنایا تھا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے ضرور پائے دار بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وسلامتی ضرور مہیا کرے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے تو وہی فاسق ہیں۔

(سورۃ نور۔۵۵)

عزاداران حسینؑ! کیونکہ شب عاشور ہے لہٰذا زیادہ وقت مصائب کو دیا جائے گا لیکن دو تین ضروری باتیں کر کے موضوع کو ایک جگہ تک پہچانا ہے۔ محدود وقت میں ان تمام چیزوں کو مکمل کرنا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ظاہر ہے کہ یہ شکریہ ادا کرنے کی رات نہیں ہوتی مگر ہم دعا کر سکتے ہیں کہ جتنے بھی ادارے ہیں وہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری اور جتنی بھی تنظیمیں ہیں جنہوں نے باہر کیمپ لگائے ہیں یک جہتی کے طور پر، چاہے وہ ہماری تنظیمیں ہوں، مذہبی تنظیمیں یا غیر مذہبی تنظیمیں رواداری کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ سب کے جذبات کی قدر کی جائے سب ایک دوسرے سے بھائی چارگی اور بردباری سے پیش آئیں اور خاص طور پر جب کوئی آپ کے پاس آجائے تو اخلاقیات کا تقاضا کیا ہوتا ہے کہ گھر میں شیر نہیں بنا کرتے بلکہ اخلاقیات کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اسے گلے سے لگایا جاتا ہے۔ بس اتنا اشارہ کافی ہے میرا اپنے دوستوں کے لیے کہ جب آپ کے پاس کوئی آیا ہے تو اظہار یک جہتی کے لئے آیا ہے لہٰذا اخلاقیات اور تعلیمات اہل بیتؑ کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ آپ اس کا شکریہ ادا کریں کہ بھئی آپ آئے آپ نے ہماری عزاداری میں شرکت کی ہم سے اظہار یک جہتی کیا آپ کا شکریہ۔

ہم سے آپ کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے لہٰذا میں اپنے تمام مومنین کی جانب سے ان تمام لوگوں کو چاہے وہ سرکاری اداروں کے اہل کار ہوں، سپاہی ہوں، پولیس کے، ٹریفک کے اور بھی جتنے بھی ادارے ہیں سرکاری، ان تمام کے لیے، اپنے بچوں کے لیے، اسکاوٹ تنظیمیں اور ہمارے I.S.O. کے بچے اور دیگر تنظیمیں جن کا نام رہ جائے تو یہ نہ کہیں کہ میرا نام نہیں لیا۔ ناموں کے چکر میں نہ پڑا کریں جو نام میری زبان پر آ رہا ہے وہ لے رہا ہوں اصل مقصد ہے سب کے لیے دعا کرنا اور بھی دیگر تنظیمیں جو سیاسی تنظیمیں ہوں، غیر سیاسی ہوں، امن کمیٹی کے ارکان ہوں، ٹاؤن کے افراد ہوں، بجلی والے ہوں، جو بھی جس ادارے سے ہے سب کو شامل کر لیں۔ جو بھی یہاں خدمت کر رہے ہیں ان سب کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں کہ

پروردگار عالم بہ حق زہراؑ اور بہ حق اولاد زہراؑ ان سب کی خدمات جلیلہ کو قبول فرما۔ جو بھی خلوص دل سے یہاں خدمات انجام دے رہا ہے پروردگار اس کے اس عمل کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا شرف عطا فرما اور ہم سب کو اور خاص طور پر تمام مسلمانوں کو پاکستان میں بسنے والے ہر شہری کو اپنی حفظ وامان میں رکھ۔ یہ ایک بات ہے دوسری بات مگر ایک رہ گیا شعبہ بڑا اہم، یہاں کے جو خادم ہیں اس فرش عزاء کے اسی فروغ ایمان ٹرسٹ کے وہ خواہ موذن ہوں یا دوسری خدمات پر مامور، آپ کی خدمت میں جو مشغول رہتے ہیں ان کے لیے بھی دعا کیجیے کہ پروردگار ان کے خلوص اور توفیقات میں اضافہ فرما۔

چھوٹے سے چھوٹا ملازم ہو یا بڑے سے بڑا خدمت کرنے والا سب آپ کے لیے خدمت گزار ہیں اور جہاں بھی کوئی خدمتِ فرش عزا کرنے والا ہے، اللہ کے گھر کی، حسینؑ کے گھر کی خدمت کرنے والا ہے پروردگار اسے ارضی وسماوی آفات سے محفوظ رکھ۔ تیسری بات عرض یہ کرنا ہے کہ میٹنگ ابھی جاری ہے جیسا کہ مجھے ابھی خبر دی گئی ہے اعلیٰ حکام سے ہمارے اسیروں کے ورثاء کی یا ان کے گھر والوں کی دعا، کیجیے کہ بہ حق اسیران کربلا Positive نتیجہ آئے، مثبت نتیجہ آئے اور جیسا کہ وعدہ کیا ہے اعلیٰ حکام نے کہ اچھی خبر ہمیں سننے کو انشاء اللہ ملے گی۔

بھروسہ رکھیں اللہ پر اور پرسکون رہیے سب سے بڑی بات یہی ہے انشاء اللہ بہتر ہوگا دعا کرتے ہیں بارالٰہا! کل کا دن اس ملک، اس شہر کے رہنے والوں پہ، مومنین پہ، عزاداروں پہ، مسلمانوں پہ سکھ اور چین کا دن ہو، آرام سے رہیں بلکہ ہر دن، سارا سال اور وہ دہشت گرد جو دہشت گردی پھیلا کر امن وامان کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں، عزاداری کو خراب کرنا چاہتے ہیں اور جلوسوں کو منتشر کرنا چاہتے ہیں بارالٰہا! ان کے ہاتھوں کو کاٹ دے اور تمام عزاداران حسینؑ کو اپنے حفظ وامان میں رکھ اور پروردگار اگر تو نے کوئی آزمائش یا کوئی امتحان ہمارے مقدر میں لکھ

ہی دیا ہے تو پھر ہمیں اس آزمائش میں پورا اترنے کی توفیق عطا فرما۔

یہ دعا بھی ضروری ہے نا؟ ممکن ہے مقدر میں اللہ نے یہ طے کر دیا ہو، لکھ دیا ہو کہ کسی امتحان سے گزرنا ہے تو پروردگار ہمیں اس امتحان میں کامیابی عطا فرما۔ ہمیں ثابت قدم رکھ، ہم صبر سے، ہمت سے، حوصلے سے، ہر مشکل کا مقابلہ کرتے ہوئے گزر جائیں۔

اب کل جلوس سے متعلق وہی جو اپیل کرتا ہوں کوئی مانے یا نہ مانے میں اپنے فریضے کو شرعی سمجھتا ہوں۔ ایک انسانی فریضہ سمجھ کر بات کرتا ہوں، جو اپنے لیے سوچتا ہوں وہی سب کے لیے سوچتا ہوں۔ انسانی جان، انسانی مال اس کا احترام مسجد سے بھی زیادہ ہے، کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ یاد رکھئے گا کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ اللہ کے گھر سے زیادہ ہے اس کا احترام۔ میری یہی آپ سے گزارش ہے، یہی اپیل ہے کہ میں اس فکر کا آدمی ہوں کیا کروں، یہی فکر مجھے میرے بچپن سے ملی ہے۔ یہی میں نے اپنے بزرگوں کو بھی کرتے دیکھا ہے کہ کہیں اگر آگ لگی ہے تو انہوں نے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی ہے، بھڑکانے کی کوشش نہیں کی ہے اور اس میدان میں مجھے اپنے پرائے کسی کے طعنے کی بھی کوئی پروا نہیں ہے، کوئی کچھ کہہ دے لیکن میں اس فکر کا آدمی ہوں کہ ہم مردوں کی طرح لڑتے ہیں، میدان میں لڑتے ہیں۔ جس سے لڑائی ہے اس سے لڑتے ہیں۔ یہ بزدلوں والا کام ہم نہیں کرتے کہ کسی کی املاک کو لوٹنے کے لیے دوکان کو جلا دیا، کسی گاڑی کو جلا دیا، کسی پیٹرول پمپ کو جلا دیا۔ یہ بزدلوں کا کام ہے۔ یہ صرف ان لوگوں کا کام ہے جن میں مردانگی ہوتی نہیں۔ مرد جو ہوتے ہیں وہ مردوں کی طرح مقابلہ کرتے ہیں۔

بس یہ آپ سے گزارش ہے کہ اپنے جذبات پر بھی قابو رکھیں، ہوش و حواس بھی قائم رکھئے، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس ملک میں تو پتا ہی نہیں چلتا۔ ابھی تک اطمینان ہے اگلے لمحے کی کوئی ضمانت ہے؟ نہیں ہے۔ اب دیکھیں آج D.I. خان میں ایک سپاہی نے اپنی جان قربان کر دی خودکش بم بار سے لپٹ گیا۔ کون روک سکتا ہے ان کو جو اپنے لیے جہنم تیار کر رہا ہے۔ اس

کو کہاں روک سکتا ہے کوئی۔ روک سکتا ہے کوئی؟ نہیں روک سکتا تو سپاہی بے چارا جاں بحق ہوا اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے اور دوسرے سپاہی زخمی ہوئے۔ ہنگو میں دوسرا راکٹ مار دیا زخمی ہیں کچھ افراد۔ دعا کیجئے بہ حق بیمار کربلا خدا ان سب کو شفائے کاملہ عطا کرے۔ تو یہ حالات آپ کے سامنے ہیں اور یہ اس لیے کیے جا رہے ہیں تا کہ حالات کو مزید خراب کیا جائے۔ پراگندہ کیا جائے، منتشر کیا جائے یہ دشمن کی وہ چال ہے جو پہلے دن سے میں آپ کے سامنے کوشش کر رہا ہوں کہ اس سازش کو آپ کے سامنے لاؤں لیکن مثبت انداز میں نے کہا نا کہ اور بھی قوتیں ہیں جو سامراجی کے مقابلے میں ہیں اور جن کے بارے میں مثبت خبریں بھی آتی ہیں مثبت خبریں بھی آتی ہیں۔

آپ دیکھئے عراق میں کتنی کوشش کی ہزاروں مار دیئے شیعہ اور سُنّی امریکیوں نے۔ اس لیے کہ گلی گلی شیعہ اور سُنّی فساد ہو جائے، جھگڑا ہو جائے لیکن آج کی خبر آپ دیکھ لیجئے کہ نجف کا جو صوبہ ہے، نجف کو ایک مخصوص شہر مت سمجھے گا اب نجف ایک صوبہ ہے پورا جس میں اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے شہر ہیں۔ نجف کے صوبے میں جو لڑائی ہو رہی ہے امریکیوں کے ساتھ یعنی بیرونی فوجوں کے ساتھ، شیعہ اور سُنّی مل کر اپنے مشترکہ دشمن سے لڑ رہے ہیں۔

یعنی اس ملک میں جہاں اتنی بڑی سازش ہو رہی ہے، ہزاروں کو مارا گیا اِدھر سے اُدھر سے دونوں طرف سے تا کہ گلی گلی میں فساد ہو مگر یہ دونوں مل کر علماء کی قیادت میں لڑ رہے ہیں۔ مقابلہ کر رہے ہیں کیونکہ جانتے ہیں سمجھ رہے ہیں ہمارا مشترکہ دشمن کون ہے؟ دشمن حقیقی کون ہے؟ جو یہ چاہتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے گلے کاٹ دیں، ختم کر دیں۔ تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ غصہ رکھو، جوش رکھو، جذبہ رکھو، جذبہ جہاد بھی رکھو مگر کس کے خلاف؟ وہ جو ہم سب کا مشترکہ دشمن ہے اس کے خلاف۔ ایک دوسرے کے خلاف نہیں بلکہ وہ جو حقیقی دشمن ہے، وہ جو سب کو ختم کرنا چاہتا ہے وہ جو ساری اسلامی دنیا کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

یہ گفتگو کرنی تھی آپ سے کہ کل بھی یعنی عاشور کے دن بھی باوقار طریقہ سے، باعزت قوم کی طرح اپنے جلوس کو اٹھانا ہے۔ کچھ بھی ہو جائے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے مگر ہمیں اپنے جلوس کو آخری منزل تک پہچانا ہے۔ سب کو جانا ہے اور سب جاتے ہیں، کوئی رکتا نہیں لہٰذا آخری بات کہ ذہنی طور پر خود کو تیار رکھیں جو بھی ہو جائے۔ جان اپنی ہے ہی نہیں تو پھر مسئلہ کس بات کا ہے؟ سب حسینؑ کا ہے لہٰذا جلوس میں جانا ہے عاشور کے دن، حسینؑ کا ماتم کرتے ہوئے۔ موت آجائے گی تو اس سے اچھی کوئی موت ہے آپ بتایئے؟ اس سے اچھی کوئی موت ہو سکتی ہے؟ آنی تو ہے نا لہٰذا بڑے صبر و سکون، بردباری بڑے تحمل کے ساتھ۔ کسی سازش کو ہمیں کامیاب نہیں ہونے دینا ہے۔ ان Element ان عناصر پہ نظر رکھیئے جو موقع کی تاک میں ہوتے ہیں کہ کس ایونٹ (event) کو کیش کرایا جائے اپنے مقاصد کے لیے۔ ہم ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں اپنے جلوسوں کو کیسے لے کر جانا ہے اور کہاں تک پہچانا ہے بردباری کے ساتھ۔

اب جتنی بھی حاجتیں ہیں ان میں سے سب سے بڑی حاجت یہ ہے کہ پروردگار! ہماری سرزمین کو اور جہاں جہاں پر مومنین اور مسلمان آباد ہیں ان سب کو دشمنوں کے شر سے محفوظ کردے۔ سب سے بڑی دعا یہ ہونی چاہیے۔ کربلا میں غالباً آج ہے عاشورہ دیکھیں سینکڑوں لوگ شہید ہو گئے نجف میں لیکن عزاداری میں انہوں نے کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ ایسے ہی ہوتا رہا ہے۔ دعا کرتا ہوں آپ میرے ساتھ پڑھیں ان آیات کو پہلے ہم سب مل کر درود پڑھیں گے پھر ہم سب مل کر ان آیات کی پانچ بار تلاوت کریں گے حفظ و امان کی خاطر۔ سب اپنے ہاتھ اٹھا لیجئے میری جو بہنیں مائیں پردے میں بیٹھی ہیں وہ بھی ہاتھ اٹھا لیں اور میرے ساتھ یہ دعا پڑھیں۔

(دعا) اَمَّن یُّجِیبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ

میں نے عرض کیا ہے کہ شب عاشور ہے اور مجھے وقت مصائب کو دینا ہے گفتگو بھی ایسی

ہی جاری ہے لیکن پہلے دن سے جو بچے بار بار مجھے میسج (Message) کر رہے تھے اور مجھ سے فرمائش کر رہے تھے کہ ملاقاتِ امام کے بارے میں بات کریں۔

اب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ پہلے تو میں نے جھوٹے لوگوں کی صفات بتائیں کہ وہ کیوں امام سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں تا کہ لوگوں میں ان کا تقدس بڑھ جائے، ان کی عزت، ان کا مقام بلند ہو جائے لیکن ایسا نہیں کہ امامؑ غیبت کبریٰ میں زیارت نہیں کراتے بالکل زیارت کراتے ہیں اس کو جسے اس قابل پاتے ہیں۔ خاص طور پر جب جب مشکل میں پڑ جائے مذہب حق، اس وقت امامؑ مدد کے لیے آتے ہیں۔ امامؑ ہیں نا، ذمہ دار ہیں۔ کائنات کی حکومت کا امرُ اُن کے ہاتھ میں ہے۔ اس وقت بھی وہ نظر رکھے ہوئے ہیں اور یہ اب کا نہیں ہمیشہ کا معمول ہے چاہے مقدس اردبیلی کی زندگی ہو، چاہے علاّمہ حِلّی کی یہ بات لکھ کر گئے اور اگر کسی کو پتہ چل گیا تو اس سے قسم لے لی کہ بتانا مت۔ میرے مرنے کے بعد تمہیں اختیار ہے۔

حضرت مقدس اردبیلی ان کی ملاقات ہوئی، ان کا شاگرد رات میں گیا پیچھے پیچھے کہ یہ رات میں کہاں جاتے ہیں؟ اس نے دیکھا کہ کسی سے بات بھی کی ہے کسی سے گفتگو بھی کی ہے کسی سے مسئلہ بھی پوچھا۔ یہ ہوتے ہیں نائب امامؑ جب کوئی مسئلہ ایسا آجائے جس کا جواب نہ مل رہا ہو، تو امامؑ راہنمائی کرتا ہے۔ مسئلہ بھی پوچھا مسئلہ کا جواب بھی ملا اور جب ان کے سامنے آ کے شاگرد نے پوچھا آغا آپ کس سے بات کر رہے تھے؟ کہا خبردار قسم کھاؤ میری زندگی میں کسی کو نہیں بتاؤ گے میں مر جاؤں تو بتا دینا۔ کہا کہ ایک مسئلہ میں ایک الجھ گیا تھا اس لیے یہاں آیا تھا اپنے امامؑ سے مدد مانگنے۔

نجف اشرف میں مولائے کائنات کی قبر سے توسل کیا اور مدد مانگی اور اب اِس کے بعد علامہ حلّیؒ کا واقعہ سنا ہے آپ نے۔ علامہ حلّیؒ کو کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا تھا یا وہ مسئلہ انہوں نے غلط سمجھا علامہ حلّیؒ نے فتویٰ دینا چھوڑ دیا۔ آ کے بشارت دی کہ فتوے دیا کرو، کیوں ڈر گئے تھے

ایک مسئلہ غلط بیان کر دیا تھا۔ ہدایت کی فرمایا کہ ہم ہیں نامد کرنے کے لیے لہٰذا جاؤ لوگوں کی ہدایت کرو۔ یہ بات بھی مرنے کے بعد سامنے آئی۔

ایک واقعہ جو ابھی تازہ ہے، تازہ سے مراد ڈیڑھ دو سو سال سے زیادہ کا نہیں محمد ابن عیسیٰ بحرانی کا۔ بحرین کے عالم ہیں، بحرینی بھی کہتے ہیں بحرانی بھی کہتے ہیں۔ بحرین کا جو گورنر تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہاں اکثریت مذہب اہل بیتؑ کے ماننے والوں کی ہے۔ گورنر ہمیشہ سے دوسرے رہے وہ تو اتنا متعصب نہیں تھا اسکا ایک وزیر بڑا معصب تھا بہت ہی بغض رکھتا تھا شیعوں سے۔

اس نے ایک کھیل کیا اب دیکھئے کچھ چیزیں میں آپ کو اشاروں میں سمجھاؤں گا کیونکہ میں سب کے لیے مجلس پڑھتا ہوں۔ وہ ایک دن انار لے کر آیا کہ دیکھئے صاحب یہ انار میرے گھر میں درخت پر لگا ہے۔ اس انار پہ کچھ قدرتی طور پر نام کندہ ہوئے ہیں یعنی انار پہ بنائے ہوئے نہیں بلکہ بنے ہوئے ہیں۔ حیرت زدہ رہ گئے لوگ۔ کہنے لگے صاحب شیعہ کیا کیا کہتے ہیں ان ہستیوں کے بارے میں مگر دیکھیں یہ نام کیسے جلی حروف کے ساتھ اس پہ کندہ ہیں۔ اور واقعاً سب نے دیکھا کہ انار پر نام بنے ہوئے ہیں کسی نے نام بنائے نہیں بلکہ انار کا چھلکا اسی طرح سے۔ ہے جیسے نام ابھرے ہوئے ہیں سارے۔

وزیر کہتا ہے کہ یہ دیکھیں اور یہ شیعہ کی طرح سے باتیں کرتے ہیں لہٰذا بلایا گیا علماء کو شیعوں کے یہ کیا مسئلہ ہے؟ پریشان ہو گئے شیعہ علماء بھی یہ کیا ہوا یہ عجیب بات ہے گورنر نے کہا کہ تم ان ہستیوں کے بارے میں سوءِ ظن رکھتے ہو مگر یہ دیکھو یہ ہے قدرت کا نظام یہ دیکھو یہ تو انار ہے۔ یہ دیکھو یہ سب قدرتی طور پر ابھرا ہوا ہے۔ تو دو میں ایک بات ہے۔ تین باتیں رکھیں شیعوں کے سامنے کہ یا مذہب تبدیل کرو اِدھر آ جاؤ یا کافر ذمی بن کر رہو۔ کافر ذمی سمجھتے ہیں نا آپ؟ کافر ہے اور وہ جزیہ دے کر رہتا ہے۔ مسلمانوں کی حکومت ہے کافر ذمی بن کہ رہو تیسری

بات یہ کہ ورنہ تم سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ مشورہ کیا شیعہ علماء نے تین دن کی مہلت مانگی۔ ٹھیک ہے تین دن کی مہلت ہمیں دے دو اگر ہم اس کا جواب نہ لا سکے تو پھر جو مرضی آپ کی فیصلہ کر دیں۔ جمع ہوئے شیعہ علما، اپنے میں سے دس بہترین افراد کو چھانٹا اُن دس میں سے تین کو اور ان تین کی یہ ڈیوٹی لگی کہ یہ ایک ایک رات بیابان میں عبادت کریں گڑگڑائیں، استغاثہ کریں امامؑ سے کہ مولا مدد کیجئے۔ مولا مدد کیجئے۔ اور اس مشکل سے نکالیئے۔

اُن تینوں میں ایک تھے محمد ابن عیسیٰ۔ پہلے دن ایک گیا، ساری رات گڑگڑائے استغاثہ کیا۔ دوسرے دن دوسرا گیا اب یہ آخری رات محمد ابن عیسیٰ گئے کہ عبادت کریں گڑگڑائیں استغاثہ کریں۔ نماز بھی پڑھ رہے ہیں استغاثہ بھی کر رہے ہیں کہ مولا مدد کیجئے۔ یقیناً اس میں کوئی چال ہے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دیا جائے تو عین جب ان کی دعا و مناجات اپنے عروج پر تھیں تو انہوں نے دیکھا ایک عرب آیا ہے اُن کے پاس اور کہا کیا بات ہے اِبن عیسیٰ کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا جاؤ اپنا راستہ لو پریشان نہ کرو پہلے ہی بہت پریشان ہیں۔ بیٹھ گیا وہ شخص مسکرایا۔ بھئی بتانے میں کیا حرج ہے مجھے بتا تو دو بتانے میں کیا حرج ہے؟ اب تکرار ہوئی آنے والے نے کہا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ محمد ابن عیسیٰ نے میں اس لیے آیا ہوں کہ اپنے امامؑ سے استغاثہ کروں، اپنے امامؑ سے جواب پوچھوں تو اب اس آنے والے نے مسکرا کر کہا کہ میں بیٹھا تو ہوں تمھارے سامنے تو پھر محمد بن عیسیٰ ایک دم لرز کر رہ گئے۔ کہتے ہیں پھر آپ مجھ سے مسئلہ پوچھ کیوں رہے ہیں؟

محمد بن عیسیٰ نے بالکل عقلی بات کی۔ کوئی بھی معجزہ دیکھ کے دم بخود نہیں ہوتے پہلے تحقیق کی جاتی ہے۔ سمجھ میں آ رہی ہے بات پہلے تحقیق۔ اتنا حق ہے آپ کا۔ سوال کرنا پوچھنا تحقیق کرنا کسی شریعت نے پابندی نہیں لگائی کوئی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک پوچھیں گے نہیں معلوم کیسے ہوگا؟ جب رسولؐ سے پوچھا جا سکتا ہے امامؑ سے پوچھا جا سکتا ہے تو

کوئی بھی چیز دیکھئے ایک دم نہ ڈانواں ڈول ہو جایا کیجئے تحقیق کے بعد صحیح نکلے تو ٹھیک ہے قبول کر لیجئے نہیں نکلے تو ہم نے گناہ تھوڑی کیا تحقیق ہے سوال کرنا ہمارا فرض ہے۔

لہٰذا وہ عالم فوراً کہتا ہے کہ آپ امام ہیں تو مسئلہ پوچھ کیوں رہے ہیں۔ دیکھئے علّامہ نے کتنی اچھی دلیل دی۔ کہا آپ امامؑ ہیں تو پھر ہم سے مسئلہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ آپ کو معلوم ہے تو پھر مجھ سے مسئلہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ آنے والے نے کہا کہ مجھے معلوم ہے اے ابن عیسیٰ تو کیوں آیا ہے۔ انار کے لیے پریشان ہے نا؟ ابن عیسیٰ نے ہاں کہا اور قدموں میں سر رکھ دیا۔ کہا یہی مسئلہ ہے۔ بچایئے اپنے چاہنے والوں کو۔ فرمایا کوئی بات نہیں ہم تمہیں بتا دیتے ہیں صبح جانا لیکن جب یہ بات کرنا تو پہلے یہ کہہ دینا کہ وہ وزیر دربار سے جانے نہ پائے اپنے گھر کی طرف اِسے روک لینا۔

جب یہ انار صرف خوشا تھا تو اس نے ایک سانچہ مٹی کا بنایا اور اس میں اس انار کو بند کر دیا خول چڑھا دیا، اب جب انار بڑا ہونے لگا تو وہ خول کے اندر جو اس نے نام کندہ کیے تھے۔ انار کے بڑھنے کے ساتھ وہ تمام بھی نمایاں ہوتے گئے یہاں تک کہ جب انار بڑا ہو تو وہ خول ٹوٹ گیا اور وہ نام جو اس نے بنائے تھے وہ اس پہ قدرتی طور پہ تو نہیں اس کی سازش کے تحت بن کے ابھر کے آ گئے۔ فلاں کمرے میں فلاں الماری کا فلاں خانہ کھلوانا اس میں وہ مٹی کے خول رکھے ہوئے ہیں اور اندر نام بھی لکھے ہوئے ہیں اور تم ساتھ جانا اور بادشاہ کو بھی لے کر جانا اور سنو اور جب یہ واقعہ ہو جائے تو اب تم ان پر حجّت قائم کرنا۔ ایمان ہے نا؟ کہا جب یہ واقعہ ہو جائے اور یہ مٹی کا خول نکل آئے تو اب تم حجّت قائم کرنا۔

ہم تمہیں خبر دے رہے ہیں ان سے کہنا کہ اس انار کو کھول لو اس میں سوائے دھوئیں اور مٹی کے کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ اس انار کو توڑ دو تا کہ تمھاری بھی دھاک بیٹھ جائے کہ تمھارا بھی کوئی والی وارث ہے۔

مطمئن ہو گئے ابن عیسیٰ فجر سے پہلے آئے، شیعہ پریشان ہو گئے کہ آپ نے تو پوری رات بھی نہیں گزاری۔ کہا مسئلہ حل ہو گیا، مسئلہ حل ہو گیا۔ پہنچے دربار میں، اپنے آنے کا اعلان کیا بادشاہ سے کہا پہلے تو جان کی امان پاؤں۔ کہا بالکل امان ہے کہا کہ اس وزیر کو گھر مت جانے دیجئے گا۔ کہا نہیں جائے گا، یہ یہاں ہی کھڑا ہے۔

ابن عیسیٰ نے بتایا جب انار چھوٹا سا تھا بڑا ہونے لگا اس نے کچی مٹی کا خول بنایا اس کے اندر نام لکھے اور اس کو خول پہنا دیا۔ جب وہ انار بڑا ہونا شروع ہوا تو وہ نام اس میں نقش ہو گئے اب وزیر کا رنگ اڑنا شروع ہوا۔ کھسکنا چاہا والی بحرین نے کہا خبردار کھسکنا مت کھڑے رہو۔ وزیر نے کہا کیا ثبوت ہے؟ کہا حضور ثبوت ہے پر میں بھی ساتھ چلوں گا۔ مجھے ساتھ لے کر چلیئے میں بتاؤں گا کہ کہاں ہے وہ خول۔ میں تو آج تک گھر ہی نہیں گیا اِس کے باوجود میں بتا دوں گا۔

اب تو جناب پورا مجمع ساتھ ہو گیا، تماشہ دیکھنے والے بھی ساتھ ہو جاتے ہیں نا سب چلے۔ گھر میں داخل ہوئے یہ کمرہ نہیں وہ کمرہ نہیں امامؑ نے جو علامت بتائی تھی اس کمرے میں اور خاص الماری کو کھولا گیا۔ والی سے کہا اب تو خود اس خانے کو کھول لے۔ اب جب اس کو کھولا گیا تو جو امامؑ نے بتائے تھے مٹی کے خول نکل آئے اب جب مٹی کے خول نکل آئے تو کہا سن یہ جو تھی اس کی سازش اب تو یہ دیکھنا چاہتا ہے نا کہ ہم سچے ہیں یا نہیں؟ تو اب میں تجھے کہہ رہا ہوں کہ اس انار کو کھول سوائے دھویں اور مٹی کہ ایک دانہ بھی اس میں سے نہیں نکلے گا۔

جب کھولا گیا تو واقعاً دھواں نکلا اس میں سے مٹی نکلی۔ اس وزیر کا جو حشر کرنا تھا وہ تو کیا لیکن اس کے بعد سے بحرین میں سب شیعہ چین سکون سے رہنے لگے۔ اب آپ کہیں گے کہ پھر والی نے مذہبِ حقّہ قبول کیوں نہیں کر لیا؟ اقتدار، کرسی۔ بتایئے کیا مامون نے قبول کیا؟ جانتا تھا نا امامؑ ہے؟ اس کے باوجود کیونکہ یہ مسند، کرسی، اقتدار چیز ہی ایسی ہوتی ہے لہٰذا بہت ساری

مصلحتیں حکومت پہ بیٹھ کے ایسی آجاتی ہیں کہ جانتے بوجھتے کہ حق کیا ہے باطل کیا ہے اپنا تخت بچانے کے لیے بہت سارے کام لوگوں کو کرنے پڑ جاتے ہیں۔ اتنا آسان تھوڑی ہے یہ تو صرف اہل بیتؑ کے خاص چاہنے والوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ وہ مسند اور عہدوں کو اپنی ٹھوکروں میں رکھا کرتے ہیں۔

اب میں واقعہ آپ کے سامنے شروع کروں۔ نا معلوم کہاں سے کہاں بات چلی گئی۔ اب عصر حاضر کا واقعہ سناتا ہوں آپ کو کہ ابھی کیا ہوا حالانکہ محمد ابن عیسیٰ بحرانی کا واقعہ بھی پرانی بات نہیں بتائی۔ ڈیڑھ دو سو سال سے پرانا واقعہ نہیں۔ ڈیڑھ سو سال پہلے انگریز داخل ہو چکے تھے عرب میں۔ اس وقت کا واقعہ ہے اور ابھی کا واقعہ سن لیجئے آپ پچیس چھبیس سال سے زیادہ پرانی بات نہیں جو بچے ہیں ان کو بتا رہا ہوں بڑوں کو تو یاد ہوگا۔ کمینٹری کتنا سنتے تھے جب انقلاب آ رہا تھا ایران میں۔ وہ رات جس رات انقلاب آیا۔ اتفاق سے وہ دن بھی شروع ہونے والے ہیں یکم فروری سے گیارہ فروری، یہ دس دن عروج کے تھے جس کو دہہ فجر کہا جاتا ہے وہاں پر۔ یہ دس دن انقلاب کے عروج کے تھے۔ دسویں دن مارشل لاء لگا دیا شاہ پور بختیار نے۔[1] اتنا سخت آڈر دیا دس فروری کو کہ جو گھر سے نکلے گولی سے اُڑادو۔ لاکھوں شہید ہو چکے تھے اور خمینی بت شکنؒ پہنچ چکے تھے یکم فروری کو پیرس سے تہران۔

تاریخ پڑھ رہا ہوں انقلاب کی جس کو برا لگتا ہے برا لگے میں تو پڑھوں گا۔ ہر آدمی جس کو مانتا ہے اس کا ذکر کرتا ہے تو میں بھی ذکر کروں گا۔ میں بھی تو انہی کا ماننے والا ہوں کیونکہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ دنیا میں سام راج سے ٹکرانے والے مرد ہیں کون؟ میں ان کے پیچھے نہیں چلتا جو صبح شام اپنی سیاستیں وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے چلے جاتے ہیں لہٰذا دس فروری کو یہ حکم آیا شاہ پور

[1] شہنشاہ ایران کا آخری وزیرِ اعظم

بختیار کی طرف سے کہ جو نکلے اس کو اڑا دیا جائے۔ حسینۂ ارشاد میں تمام علماء جمع ہیں۔ اس واقعہ کو نقل کرنے والا کون ہے؟ آیت اللہ طالقانی جن کو ابوذرِ زمانہ کا لقب دیا گیا تھا۔

آیت اللہ طالقانی کہتے ہیں کہ ہم سب پریشان ہو گئے کہ اب کیا ہو گا منصوبہ یہ تھا کہ شاہ پور کا کہ پورے ملک میں مارشل لاء لگا کے ایک رات میں چالیس سے پینتالیس ہزار علماء جو ایکٹو ہیں متحرک ہیں تہران سے لے کر آذر بائجان تک اور زاہدان تک ان سب کو گولیوں سے اڑا دیا جائے۔ ان سب کو پھانسی دے دی جائے۔

جب کوئی رہنمائی کرنے والا ہی نہیں ہو گا آگے بڑھنے والا ہی نہیں ہو گا تمام انقلاب ختم ہو جائے گا۔ یہ اطلاع پہنچ گئی طالقانی کہتے ہیں میں گھبرا گیا کہ اب کیا ہو گا؟ پہنچا رہے تھے پل پل کی خبریں خمینی بت شکنؒ کو۔ یہ خبر دی گئی کہ ایسا ہو گیا مارشل لاء لگ گیا ٹینک لگ گئے گلی گلی میں ایئر فورس تیار کسی بھی لمحے خون خرابہ شروع ہونے والا ہے۔ آیت اللہ طالقانی کہتے ہیں کہ کچھ دیر کے لیے خمینیؒ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ دس منٹ کے بعد باہر آئے اور وہ تاریخی فتویٰ جاری کیا جو پوری دنیا سے نشر ہوا کہ آج گھر میں رہنا حرام ہے۔ مرد عورتیں بچے سب کو حکم دیا۔

یہی تو وجہ ہے کہ کچھ لوگ مرجعیت کی طاقت نہیں سمجھتے احمق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ صاحب یہ مجتہدین اپنی مرضی سے حلال حرام کرتے رہتے ہیں، حلال محمدؐ کو حرام، حرام محمدؐ کو حلال۔ ہاں یہ مراجع اسی لیے حلال و حرام ایسے مواقع پہ کرتے ہیں جہاں تم منافقوں کے چہروں سے نقاب اتار سکیں۔ تمہارے چہروں سے منافقت کی نقاب اتاریں۔ اتنا اختیار ہے فیقہ کو کہ دین کو بچانے کے لیے فتویٰ دے سکتا ہے۔ تم نہ سمجھو مگر وہ قوم سمجھ گئی۔ سنیں سنیں یہ بچے یہ جوان جو یہاں بیٹھے ہیں۔ طالقانی کہتے ہیں کہ جیسے ہی یہ فتویٰ دیا گیا تو ہم گھبرا گئے ہم نے کہا کہ آغا خون خرابہ ہو جائے گا۔ لاکھوں شہید کر دیئے جائیں گے۔ ایک کروڑ تک مار دیئے جائیں گے پھر تکرار کی خمینیؒ نے کہ یہ میرا فتویٰ ہے کہ جو ہوتا ہے ہو۔ فتویٰ پہنچاؤ کونے کونے تک ایران کے۔

ہم سب گھبرا گئے مطہری بھی موجود تھے جتنی بھی وقت کی بڑی بڑی انقلابی شخصیتیں ہیں ہم ساتھ ہیں۔ کہا آغا یہ بڑا خطرناک ہوگا۔ جب بحث وتکرار ہوئی تو بس ایک جملہ کہا خمینیؒ نے۔ کہا اچھا یہ بتاؤ اگر تمہیں امام زمانہؑ یہ حکم دیں تو تم بحث کروگے؟ سمجھ میں آئی بات؟ طالقانی کہتے ہیں کہ ہم لرز گئے۔ ہم سمجھ گئے کہ مسئلہ خمینیؒ کا نہیں ہے کوئی اور طاقت ہے جو یہ چاہتی ہیں کہ آج رات شہنشاہیت کا جنازہ نکل جائے۔ یہ نہیں کہا اُس مرد جری نے کہ میری ملاقات ہوتی تھی کیونکہ کہہ نہیں سکتے لیکن اشاروں میں جن سے کہہ رہا ہے وہ سمجھ گئے اور اسی فتوے نے کام دکھایا جب ساڑھے چار کروڑ انسان مرد، عورتیں اپنے شیرخوار بچوں کو لے کر گلی گلی میں پھیل گئے تو فوجی بھی ٹینک سے اتر کر بھاگ گئے۔ بھاگے نہیں گئے بلکہ عوام کے ساتھ مل گئے۔ اپنی بندوقوں میں پھول لگا لیے۔

اب دیکھئے بات سمجھ میں آگئی آپ کے، سپاہیوں کی بندوقوں میں پھول لگ گئے سلامی دے رہے ہیں سب آ کے یعنی مل گئے عوام کے ساتھ جانتے ہیں کہ اس سیلاب کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس لیے اطمینان دلایا اللہ نے۔ ساری طاقتوں نے چاہا کہ شہنشاہیت باقی رہے جو علامت تھی امریکی راج کی، اسرائیل سے بڑا ایجنٹ تھا۔ شہنشاہیت کی علامت تھا اس سپر طاقت کا پولیس میں تھا پولیس اسٹیٹ تھی اس خطے میں۔ نہ بچا سکے اس کو، نہ اس کی حکومت کو۔ تو اللہ نے وعدے کو پورا کیا ایمان تو لاؤ ایمان تو پختہ کرو۔ بڑی سے بڑی طاقت کو ذلیل کر دیں گے تمہارے سامنے بس ایمان رکھنا۔

یہاں تک ہی لانا چاہتا تھا۔ آج اتنی ہی توانائی تھی۔ اس سے زیادہ وقت بھی اجازت نہیں دیتا۔ اس سے زیادہ میری قابلیت بھی نہیں ہے لیکن یہی بتانا چاہ رہا تھا کہ یہ وہی معرکہ ہے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان جھانسوں میں نہیں آنا کہ ان سے کوئی نہیں لڑ سکتا؟ حسینی لڑ سکتے ہیں، ہم لڑ سکتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان سے کیسے لڑا جاتا ہے۔ لڑ رہے ہیں ساری دنیا میں لہٰذا

اصل دشمن اُدھر ہے اِدھر نہیں۔ آپس میں اپنی طاقت ضائع مت کرنا۔ آج بھی دیکھئے آپ اس مرد جری اس فرزند اسلام حسن نصر اللہ نے خطاب کیا، میڈیا نے بھی دکھایا۔ اس نے پھر وہی اعلان کیا کہ ہم اس سازش کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہم اپنے ہی لوگوں پہ گولی چلائیں گے تو سن لیں ہم کبھی بھی یہ فرقہ وارنہ سازش کو لبنان کی سرزمین پہ کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اتنی بات سمجھ میں آجانی چاہیے نا؟ اے میرے بھائیوں شیعہ ہو یا سُنّی مت لڑو آپس میں اس دشمن کو پہچانو جو لڑا کے اپنا غلام بنانا چاہتا ہے، جو تمہیں لڑوا کر تم پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ جو تمہیں لڑا کر تمہارے ملکوں کو ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ جو تمہیں لڑا کر تمہارے تیل کو ہضم کرنا چاہتا ہے۔ جو تمہیں لڑا کر تمہاری معدنیات، تمہارے وسائل، تمہارے خزانے سب پر قبضہ کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس کی سازشوں کو کامیاب نہ ہونے دو۔

کربلا بنی آدم کی میراث ہے۔

اسلام کی بھی میراث نہیں کہتا میں اس کو۔ نسل آدم کو سامراج سے ٹکرا جانے والے کہاں ملتے؟ یہ کربلا ہے جو عزم دیتی ہے، حوصلہ دیتی ہے۔ اے مسلمانو! کربلا کو محدود نہ کرو۔ کربلا سے سبق لو۔ ظالموں سے ٹکرانے کا سبق لو۔ وحشیوں یزیدوں سے ٹکرانے کا سبق لو۔ کربلا سبق دیتی ہے کہ قربانی کا جذبہ پیدا کرو۔ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرو سرنگوں ہو جائیں گی بڑی بڑی طاقتیں، یہ جذبہ پیدا کرو۔ اپنے اندر جذبہ بھی رکھو، حرارت بھی رکھو مگر اصلی دشمن کے خلاف، آپس میں نہیں ان کے لیے بچا کر رکھو اپنی طاقت کو جو اصل دشمن ہیں ایک دوسرے پر ضائع نہ کرو اپنی طاقت کو۔

اصل دشمن سے لڑنا ہے اس بڑے شیطان کو شکست دینی ہے۔ اس یزیدی طاقت کو شکست دینی ہے جو اس گمان میں ہے کہ میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہوں۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ پروردگار نے ہر یزیدی طاقت کے لیے عزم حسینیؑ والے پیدا کیے ہیں لہٰذا معرکہ قریب

ہے۔قریب ہے وہ وقت کہ تمہارا آقا و مولاؑ تمہارا رہنما تمہارا پیشوا آنے والا ہے کیا امام زمانہؑ صرف شیعوں کے لیے آئیں گے؟

بتایئے! آپ کا امام مہدیؑ کس کے لیے آئے گا؟ صرف شیعوں یا صرف سُنّیوں کے لیے؟ نہیں اس کا ایک نام ہے منجی بشر یعنی انسانیت کو نجات دلانے والا، تمام دنیا کے مظلوموں کو خوش خبری دینے والا۔

یہ بات کسی ایک گروہ کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ تو پوری انسانیت کو ظالموں کے چنگل سے نجات دلانے کے لیے آئے گا۔کل کے یزیدوں سے بھی انتقام لے گا، آج کے دور کے یزیدوں کو بھی کیفر کردار تک پہچائے گا۔اس کا انتظار کریں۔کربلا اسی وعدے کی کڑی ہے۔وہ طاقت یہ سمجھ رہی تھی کہ ہم نے انقلابیوں کو ختم کر دیا، ہم نے مخالفین کی آواز کو دبا دیا، نہیں یہ تو حسینؑ والے جانتے ہیں کہ آواز تو اب اٹھی ہے۔وہ اپنے حساب سے چالیں چل رہے تھے اِدھر مار دیا اُدھر مار دیا، لڑا دیا، ختم کر دیا کربلا میں بھی ان کو ختم کر دیا۔نہیں انھیں کیا معلوم تھا اب تو آواز اٹھی ہے کربلا تو آغاز تھا اس معرکہ کا جواب اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے (انشاءاللہ)

حالات بتا رہے ہیں۔اپنی اپنی تیاری کرنی ہے کہ نہیں کرنی؟ اپنے آپ کو امامؑ کے لشکر میں شامل کرنے کی خواہش ہے کہ نہیں؟ بس یہ یاد رکھنا کہ امامؑ کا سپاہی اپنی طاقت اُس بڑے دشمن کے لیے اکٹھی کرتا ہے آپس کے جھگڑوں میں نہیں گنواتا۔جب فکر آفاقی ہو جائے گی، فکر پھیل جائے گی تو پھر ہم آپس کے لڑائی جھگڑوں سے دور ہو جائیں گے۔یہ مشترکہ دشمن صرف مسلمان کا نہیں، شیعہ کا نہیں، سُنّی کا نہیں بلکہ انسانیت کا دشمن ہے۔کربلا کا پیغام، کسی خاص فرقے کی میراث نہیں ہے جہاں بھی مظلوم ہے وہاں کربلا ہے۔

بس اسی لیے حسینؑ اپنے بچوں کو پہلے قربان کرنے کے لئے بھیج رہے ہیں۔یہ اور بات کہ انصار حسینی جب تک رہے، حسینؑ کا ایک بھی بچہ میدان میں نہ جاسکا۔کیوں؟ اسی لیے کہ

انصار حسینی نے بھی شب عاشور عہد کیا تھا، تمام جان نثاران حسینؑ جمع ہوئے تھے اور ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی کہ جب تک ہم میں سے ایک بھی باقی ہے کوئی تیر خیمہء حسینی تک جانے نہ پائے۔ جب تک ہم میں سے ایک بھی باقی ہے خانوادہ رسالتؑ میں سے کسی کو ضرب نہیں لگنی چاہیے اور انصار حسینی نے اپنے کیے ہوئے عہدِ وفا کو پورا کیا ورنہ سب سے پہلے علی اکبرؑ کو جانے کے لیے بھیجا تھا میدان میں مگر انصار حسینی کی وفا کہ جب تک ایک بھی باقی رہا جانے نہیں دیا۔

شب عاشور یہی تو ہو رہا ہے حسینؑ کبھی گشت کرتے ہیں کبھی بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک بار شاید نافع یا کوئی اور صحابی ایک خیمے کے پاس سے گزرا تو دیکھا کوئی بی بی کہہ رہی ہے کہ بھیا آپ نے اپنے ساتھیوں کا امتحان تو لے لیا؟ ایسا تو نہیں کہ صبح کوئی چھوڑ کر چلا جائے؟ دوڑے دوڑے گئے نافع دوسرے اصحاب کے پاس اور پکارے۔ غضب ہو گیا غضب ہو گیا ارے جمع ہو جاؤ خانوادۂ رسولؐ کی مظلومیت تو دیکھو انھیں یہ گمان ہے کہ ہم میں سے کوئی حسینؑ کو چھوڑ کر چلا تو نہیں جائے گا؟ چلو اپنی وفاداری کا یقین دلائیں وہی ثانی زہراؑ کا خیمہ تھا جہاں سب انصار حسینیؑ جمع ہوئے، اپنی تلواریں در خیمہ پہ پھینک دیں۔ مولا! بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ گمان بھی دل میں نہ لائیں کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ہم اپنی گردنیں کاٹ کر یہاں پھینک دیں گے۔ یہ ہیں انصار حسینی تو جب انصار کا یہ حال ہے تو علیؑ کے بیٹوں کا کیا حال ہوگا؟ حسینؑ کے بیٹوں کا کیا حال ہوگا؟

میں نے کسی مجلس میں عرض کیا تھا اور کہتا رہتا ہوں کہ پنجتنؑ میں سے ہر ایک نے کربلا میں کسی نہ کسی صورت میں حصہ لیا، کسی نہ کسی کو اپنا نائب بنا کر۔ پیغمبرؐ نے بھی شرکت کی ہے علی اکبرؑ کی صورت میں شبیہہ پیغمبرؐ ہے نا علی اکبرؑ۔ جب نانا کو دیکھنے کا شوق ہوتا ہے چاہے حسینؑ ہو، چاہے شہزادی زینبؑ، علی اکبرؑ کے چہرے کی زیارت کرتے ہیں۔ علی اکبرؑ کے چہرے میں اپنے

نانا کی صورت کو دیکھتے ہیں اور شاید شبیہہ پیغمبرؐ اسی لیے میدان میں تھے کہ قیامت کے دن حجّت قائم رہ جائے کہ دیکھو تم نے اپنے رسولؐ کی شبیہہ کا بھی احترام نہ کیا۔ اسے بھی خاک وخون میں تڑپا دیا۔

علی اکبرؑ سن وسال کے اس حصہ میں ہے کہ جہاں ہزاروں ارمان ہوتے ہیں ماؤں کے دل میں۔ مائیں بہنیں اس جملے کو بہتر سمجھ سکتی ہیں کہ عمر کے اس حصہ میں جب جوان بیٹا یا جوان بھائی پہنچ جائے تو کیسے کیسے ارمان مچل رہے ہوتے ہیں ماؤں اور بہنوں کے دلوں میں۔ ماں کے دل میں کیا ارمان ہوتا ہے اپنے بیٹے کو جوان ہوتا دیکھ کر اور بہنوں کے دل میں کیا ارمان ہوتا ہے؟ میں روایات کے قوی اور ضعیف ہونے کے جھگڑے میں نہیں پڑتا۔ ارے فرض کر لیجئے کہ ایک بہن مدینے میں ہے تو کیا قیامت آجائے گی یہ جو بعض لوگ ساری صلاحتیں اسی پہ لگا دیتے ہیں کہ کیا ٹھیک ہے اور کیا نہیں؟۔

ایک بہن فاطمہ صغریٰ نام کی مدینے میں ہیں اور انتظار کر رہی ہیں اپنے بھائی کا۔ کیا کیا ارمان ہیں اس کے دل میں کہ جس سے وعدہ کر کے گیا ہے بھائی کہ تمہیں بلاؤں گا اور وہ انتظار ہی کرتی رہی مدینے کے راستے میں بیٹھ کر مگر جانے والے مسافر واپس نہیں آئے۔ یہ ہے علی اکبرؑ، اُم لیلیٰؑ کی آنکھوں کا نور، اُم لیلیٰ کے دل کا قرار جوان اور وہ بھی ایسا کہ جناب اُم لیلیٰؑ نے رسولؐ کو نہیں دیکھا مگر اس بیٹے سے کیسی محبت ہوگی؟ تو پھر وہی بات آجاتی ہے کہ جناب ام لیلیٰؑ نے پالا بھی نہیں تو کیا مطلب ہے نہ پالنے کا؟ محبت نہ کرے؟ اپنے بچے کو دے دیا۔ زیادہ وقت تو ثانی زہراؑ کی آغوش میں علی اکبرؑ نے گذارا۔ یہ پھوپھی کی محبت ہے فاطمہ بنت اسد کی پوتی ہے نا لہٰذا جانتی ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے اپنے بچوں کو ہر میدان پیچھے رکھا تھا اور عبداللہ کے یتیم کو سب سے آگے رکھتی تھیں سب سے زیادہ خیال رکھتی تھیں۔ ہر بہترین چیز پہلے محمدؐ کو دیتی تھیں، جانتی ہیں کہ یہ امانت ہے جس کی مجھے حفاظت کرنا ہے پھر بعد میں اپنے بچوں کو عطا فرمائی تھیں۔ یہی زینبؑ کا حال ہے کہ عونؑ ومحمدؑ الگ،

علی اکبرؑ کا حساب الگ۔ علی اکبرؑ کی محبت ہی الگ۔ یہ ہے علی اکبرؑ۔

جب صبح عاشور جنگ کا آغاز ہوا علی اکبرؑ آئے میدان میں جانے کی اجازت لینے کے لیے۔ کہا بابا علی اکبرؑ کو اجازت دیں میدان جنگ میں جانے کی لیکن آپ انصاف سے بتائیے کہ کیسے جانے دیں گے انصار حسینیؑ علی اکبرؑ کو؟ سامنے آگئے۔ آڑے آگئے مولا یہ کیسے ہوگا کہ ہم زندہ ہوں اور علی اکبرؑ کو تلوار کا زخم آئے۔ علی اکبرؑ میدان میں چلا جائے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔

جب تک حسینؑ کا ایک بھی ناصر زندہ تھا علی اکبرؑ میدان میں نہیں جاسکا۔ جب انصار حسینیؑ میں سے کوئی نہ بچا تو علی اکبرؑ آئے بابا اب جاؤں؟ حسینؑ نے کہا بیٹا جاؤ۔ کیوں روکے گا حسینؑ اپنے بیٹے کو۔ اب جب نکلے ہیں لڑنے کے لیے تو اولاد جعفر و عقیل سامنے آگئی یہ کیسے ہوگا مولا کہ ہماری موجودگی میں علی اکبرؑ میدان میں چلا جائے۔

ایک وہ وقت آیا کہ کوئی روکنے والا نہ رہا۔ علی اکبرؑ کو میدان میں جانے سے روکنے والے گنج شہیداں میں پہنچ گئے۔ اب پھر آیا علی اکبرؑ آخر میں بابا میدان میں جاؤں؟ حسینؑ کیسے روکے سب کے بیٹوں کے لاشے حسینؑ خود اٹھا کر لائے اپنے بیٹے کو بھلا روک سکے گا؟ نہیں روکا بس اتنا کہا میرے لال علی اکبرؑ اپنی ماں سے رخصت ہولو۔ تو پھر مادر گرامی کی خدمت میں آئے اور آنے کہ بعد عرض کی مادر گرامی آخری سلام کے لیے آیا ہوں، اجازت کے لیے آیا ہوں میدان میں جانا ہے بابا کی نصرت کرنا ہے۔

ماں نے بچے کو دیکھا اپنے کڑیل جوان کو دیکھا اور ایک جملہ کہا بیٹا میں کون ہوتی ہوں اجازت دینے والی؟ یہ ذہن میں رکھیئے گا یاد رکھیئے یہ ہمت ہے جناب اُم لیلیٰؑ کی۔ یاد رکھیئے گا جہاں میں مجلس ختم کروں گا پھر آپ کو بتاؤں گا ابھی یہ حالت ہے جناب اُم لیلیٰؑ کی کہ بیٹا میں کون ہوں؟ جاؤ اپنی پھوپھی سے اجازت لو جس نے پالا ہے اس سے اجازت لو؟ مشکل مرحلہ آگیا علی اکبرؑ کے لیے۔ اجازت طلب کرنے کے لئے پھوپھی سے، خیمے میں داخل ہوئے۔

بس اب یہاں سے واقعہ اور روایات وہی ہیں الفاظ میرے ہیں۔ سلام کیا پھوپھی کو پھوپھی نے جواب تو دیا مگر منہ پھیر لیا۔ شہزادہ فرماتا ہے پھوپھی اماں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے سلام کیا ہو اور آپ نے منہ پھیر لیا ہو کیا آپ کے اکبرؑ سے کوئی خطا ہو گئی؟ کیا ہم سے کوئی غلطی ہو گی؟ کیسے بتائے زینب۔ فرماتی ہیں ثانی زہراؑ میرے لال علی اکبرؑ بھلا تجھ سے کوئی غلطی ہو سکتی ہے بھلا تجھ سے کوئی خطا ہو سکتی ہے لیکن علی اکبرؑ میں جانتی ہوں اس وقت تو کس ارادے سے آیا ہے۔ اے علی اکبرؑ تیری جوانی بچانے کیلئے میں نے اپنے بچوں کو قربان کر دیا میں تجھے کیسے میدان میں جانے دوں؟۔

جانتی ہیں ثانی زہراؑ کہ علی اکبرؑ میدان میں جائے گا تو حسینؑ کا کیا حال ہوگا۔ علی اکبرؑ نے اطمینان دلایا کہ پھوپھی اماں اطمینان رکھیئے جب تک آپ اجازت نہیں دیں گی میں میدان میں نہیں جاؤں گا۔ مطمئن ہو گئیں زینبؑ۔ اب علی اکبرؑ فرماتے ہیں اچھا پھوپھی اماں بس ایک بات بتا دیجئے ایک مسئلہ میرا حل کر دیجئے۔ بیٹا اس وقت میں تیرا کون سا مسئلہ حل کر سکتی ہوں؟ کہا بس اتنی سی بات بتا دیجئے کہ آپ کا مرتبہ بلند ہے یا میری دادی زہراؑ کا؟ آپ دونوں میں بلند مرتبہ کون ہے میری دادی یا آپ؟ تڑپ کر کہتی ہے ثانی زہراؑ بیٹا یہ تو نے کیا کہہ دیا؟ ارے میں کہاں ادنیٰ سی کنیز اور کہاں وہ معصومہ کونین؟ بھلا کوئی مقابلہ ہے۔ اب علی اکبرؑ کہتے ہیں پھوپھی اماں تو پھر یہ بتائیے کہ اگر قیامت کے دن میری دادی نے آپ سے پوچھ لیا کہ زینبؑ اپنے علی اکبرؑ کو بچا لیا اور میرا حسینؑ قتل کر دیا گیا تو کیا جواب دیں گی؟

میں بھی سارا سال انتظار کرتا ہوں علی اکبرؑ کے مصائب پڑھنے کے لیے۔ میرا خدا جانتا ہے، میرا حسینؑ جانتا ہے کہ جب میں مجلس نہیں پڑھتا تھا تب بھی علی اکبرؑ کی شہادت سنتا تھا تو میری حالت عجیب ہو جاتی تھی اور ہمیشہ علی اکبرؑ کی شہادت پڑھنے میں میری خواہش یہی ہوتی ہے، آرزو یہی ہوتی ہے مولا میں بڑا گناہ گار ہوں لیکن شہزادہ علی اکبرؑ کا دامن تھام لوں گا روز محشر

اپنی خطائیں بخشوانے کے لیے، اپنی شفاعت کے لیے۔اے شہزادے میں آپ کا دامن تھاموں گا۔

اِدھر علی اکبرؑ نے یہ جملے کہے ثانی زہراؑ لاجواب ہوگئیں۔ میرے لال علی اکبرؑ تو نے مجھے لاجواب کر دیا جااب میں تجھے نہیں روکوں گی جا۔حمید ابن مسلم سے نقل کیا جاتا ہے کہ بہت دیر ہوگئی حسینؑ کے خیمے سے کوئی آتا ہی نہیں لڑنے کے لیے۔ مجھے بھیجا گیا معاملے کی نوعیت جاننے کے لیے۔ میں نے دیکھا خیمہ کا پردہ اٹھا اور گر گیا پھر اٹھا پھر گر گیا پھر اٹھا پھر گر گیا اب جو میں اور آگے بڑھا تو میں نے کیا دیکھا ایک جوان شہزادہ جس کے چہرے سے نور شاطع ہو رہا ہے خیمے سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اور بیبیاں اسے واپس کھینچ لیتی ہیں کبھی ماں بلا لیتی ہوگی علی اکبرؑ ایک بار اور ایک بار اور زیارت کرنے دو۔کبھی پھوپھیاں کھینچ لیتی ہوں گی کبھی کوئی چھوٹی سی بہن قدموں سے لپٹ جاتی ہوگی۔ بھیا نہ جاؤ جو میدان میں گیا واپس پلٹ کر نہیں آیا۔ستر بار خیمے کا پردہ اٹھا اور گرا۔تب علی اکبرؑ کسی طرح رخصت ہوئے حرم سے باہر آئے۔ حسینؑ باگ تھامے کھڑے ہیں، جاؤ بیٹا خدا حافظ۔بس کچھ ہی دیر میں ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔

علی اکبرؑ سوار ہوئے، چلے میدان کی طرف کچھ ہی دیر بعد احساس ہوا کہ پیچھے پیچھے کوئی آرہا ہے اب جو مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھا بوڑھا باپ دونوں ہاتھوں سے کمر تھامے آرہا ہے۔شہزادہ اتر آیا واپس پلٹا بابا کے ہاتھ تھام کر کہتا ہے بابا مجھے رخصت تو کر دیا اب اس طرح اگر میرے پیچھے پیچھے آئیں گے تو میں کیسے لڑوں گا؟ میں کیسے جنگ کروں گا؟ نہ رہا گیا حسینؑ سے اپنے علی اکبرؑ کو سینے سے لگا لیا اور ایک جملہ کہا علی اکبرؑ اگر کوئی تیرے تجھ جیسا ہی بیٹا ہوتا اور اس طرح مرنے کے لیے جا رہا ہوتا تو تو سمجھ سکتا تھا۔اچھا علی اکبرؑ جا لیکن جہاں تک ہو سکے مڑ مڑ کر اپنے بابا کو دیکھتے رہنا۔

علی اکبرؑ نے جنگ شروع کی۔ کچھ دیر گزری ثانی زہراؑ نے فضّہؑ کو بلا کر کہا فضّہؑ ذرا بھائی

کی خبر تو لے کر آ علی اکبرؑ پر جو بھی گزرے گی حسینؑ کی حالت سے معلوم ہو جائے گا۔ فضہؑ خیمے سے باہر نکلیں اور فریاد کرتی ہوئیں واپس چلیں ہائے میرا شہزادہ حسینؑ ہائے میرا حسینؑ۔ چلا کر کہا ثانی زہرا نے اماں فضہؑ میرے بھائی کی خیر ہو۔ کیا ہوا؟ فضہؑ فرماتی ہیں شہزادی عجیب منظر ہے میدان کا میرا حسینؑ ایک طرف سے دوسری طرف دوڑ رہا ہے کبھی ادھر دوڑتا ہے کبھی ادھر دوڑتا ہے۔ جانتے ہیں کیوں؟ جہاں جہاں علی اکبرؑ حملہ کرنے جاتا تھا وہاں وہاں حسینؑ دوڑنا شروع کر دیتے تھے کہ میرا علی اکبرؑ میری نظروں کے سامنے رہے۔ جوں ہی ثانی زہرا نے بھائی کی یہ حالت سنی سجدے میں چلی گئیں۔ معبود علی اکبرؑ کی شہادت کا وعدہ یاد ہے مگر مجھ سے میرے بھائی کی یہ حالت نہیں دیکھی جاتی۔ اے یوسفؑ کو یعقوبؑ سے ملانے والے بس ایک بار علی اکبرؑ کو حسینؑ سے ملا دے۔ ثانی زہرا کی دعا مستجاب ہوئی علی اکبرؑ ایک حملہ کر کے واپس پلٹے بابا کی خدمت میں آئے، آنے کے بعد کہنے لگے بابا میں نے کیسی جنگ کی؟ حسینؑ گلے سے لگا کر فرماتے ہیں میرے لال بہت عمدہ جنگ کی اس پیاس کے عالم میں ایسی جنگ۔ اب شہزادہ کہتا ہے بابا اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا تو ابھی جنگ کے نقشے کو پلٹ کر رکھ دیتا۔ کیا کروں پیاس ہلاک کیے دیتی ہے۔

اب آپ اندازہ کریں علی اکبرؑ جیسا بیٹا پانی کا سوال کرے اور حسینؑ کے امتحان کی منزل یہ ہے کہ اپنے بچے سے کہتے ہیں حسینؑ میرے لال علی اکبرؑ پانی کا بندوبست تو نہیں ہو سکتا ایسا کرو اپنی زبان میرے منہ میں دو۔ علی اکبرؑ نے اپنی زبان بابا کے منہ میں دی۔ گھبرا کر واپس نکال لی اور کہا بابا! آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔

عزادارانِ حسینؑ رخصت ہوا علی اکبرؑ آخری معرکہ علی اکبرؑ کا شروع ہوا۔ تلوار ٹوٹ گئی برچھی سے لڑنا شروع کیا۔ برچھی ہاتھ سے گر گئی ڈھال ہاتھ سے گر گئی۔ اب دشمن حاوی ہونا شروع ہوئے۔ کوئی تلوار کا وار کرتا ہے کوئی تیر مارتا ہے کوئی نیزہ مارتا ہے بہت سنبھالنے کی کوشش

کی مگر علی اکبرؑ سے سنبھلا نہ گیا۔ گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال دیں علی اکبرؑ نے اور حسینؑ کی حالت یہ ہے کہ آوازیں دے رہے ہیں علی اکبرؑ کہاں ہو، علی اکبرؑ کہاں ہو علی اکبر سن تو رہا ہے بابا کی آواز مگر کیسے بتائے علی اکبرؑ پر کیا گزر رہی ہے۔ ایک ملعون نے جس کے دو تین نام ملتے ہیں تاریخ میں ان ہی ملعونوں میں سے کوئی ایک آگے بڑھا اور پوری برچھی علی اکبرؑ کے کلیجے میں اتار دی۔ ارے اٹھارہ سال کا کڑیل جوان ہے اٹھارہ سال کا جوان ہے ایک ملعون نے کلیجے میں برچھی اتار دی۔ برچھی کو واپس کھینچا تو برچھی کا پھل جوان کی پسلیوں میں الجھ کے ٹوٹ گیا۔ بس اب علی اکبرؑ سے نہ رہا گیا۔ کربلا کا جو شہید گھوڑے سے گرتا تھا آواز دیتا تھا مدد کو آؤ مگر علی اکبر صبح سے دیکھ رہا ہے کہ بابا صبح سے لاشے اٹھا رہے ہیں لہٰذا امداد کو نہیں پکارا علی اکبرؑ نے بلکہ جب گھوڑے سے گرنے لگا تو کہا۔ اے بابا! علی اکبرؑ کا آخری سلام، بابا خدا حافظ۔ حسینؑ کے کانوں سے یہ آواز ٹکرائی اور غش کھا کر گر گئے۔ حسین جلتی ریت پہ گر پڑے۔ ساری طاقت جمع کی دو چار قدم چلے تھے کہ پھر گر پڑے پھر اٹھے پھر گر پڑے اور پھر جب حسینؑ سے چلا نہ گیا تو اپنے آپ کو جلتی ریت پر کھینچنا شروع کیا۔ حسینؑ اپنے آپ کو کھینچتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں یا علیؑ! بابا! بابا میری مدد کرو۔ اے مشکل کشاء! ہائے میں کیسے بیان کروں کوئی بیان نہیں کر سکتا کہ حسینؑ کیسے علی اکبرؑ کے سرہانے پہنچا تھا۔

یہ حسینؑ ہے کہ جب علی اکبرؑ کے پاس پہچا۔ حسینؑ نے علی اکبرؑ کا سر اٹھا کے زانو پہ رکھا رخساروں پر رخسار رکھے۔ علی اکبرؑ نے آنکھیں کھولیں بابا کو سلام کیا۔ پوچھا حسینؑ نے میرے لال کس حال میں ہو؟ علی اکبرؑ کہتے ہیں بابا نیزہ کا پھل ٹوٹ کر کلیجے میں رہ گیا۔ بڑی اذیت ہے، بابا بہت تکلیف میں ہوں۔ میرا دل کہتا ہے حسینؑ نے کہا ہوگا اچھا علی اکبرؑ اپنے بابا کا یہ امتحان لینا چاہتا ہے حسینؑ یہ امتحان بھی دے گا، یہ امتحان بھی دے گا۔ حسینؑ نے علی اکبرؑ کو جلتی ریت پہ لٹا دیا پورا یقین ہے مجھے جب آج ذکر کر رہا ہوں تو شہزادی پرسہ لینے کے لیے موجود ہیں

تو بھلا بتاؤ کہ جب حسینؑ علی اکبرؑ کے کلیجے سے برچھی کا پھل کھینچ رہا ہوگا تو کیا حسینؑ کی ماں موجود نہ ہوگی؟ دونوں زانوں زمین پر ایک ہاتھ علی اکبرؑ کے سینے پہ دوسرے ہاتھ سے برچھی کا پھل کھینچا۔ ارے جوان کا کلیجہ تھا، بس اِدھر کلیجہ نکلا اُدھر جوان کا دم نکلا۔ حسینؑ نے ساری طاقت جمع کی علی اکبرؑ کے لاشے کو اٹھالیا۔ اٹھا تو لیا مگر چلا نہ گیا حسینؑ سے۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ گنجِ شہیداں کی طرف دیکھا اور آواز دی عباسؑ، زُہیرؑ ارے میرے شیرو! مجھ سے علی اکبرؑ کا لاشہ نہیں اٹھتا۔ کوئی جواب نہ آیا۔ خیموں کا رخ کر کے آواز دی اے اطفال بنی ہاشم، اے ہاشمی بچو! آؤ حسینؑ سے علی اکبرؑ کا لاشہ نہیں اٹھتا خیموں سے آواز ٹکرائی چھوٹے چھوٹے بچے دوڑے حسینؑ کے ساتھ علی اکبرؑ کا لاشہ اٹھا کر لائے۔

الا لعنة اللہ علی القوم الظا لمین

درون

استحصا ا یت سفا کانہ سازشوں کے خلاف
تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔اس سلسلے میں اکثر
نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑااور قیدو بند کی صعوبتیں بھی
برداشت کیں۔سماجی مسائل کا شعور پختہ ہوتا گیااور مظلوم
طبقوں سے پر خلوص وابستگی کا جذبہ بھی فروغ پاتا رہا۔یہ ایک
طویل اور صبر آزما جدوجہد کا اجمالی تذکرہ ہے جس سے
اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا حسن ظفر کے مزاج،کرداراور
رویوں کی تشکیل کس طرح ہوئی،کردار سازی کے اس عمل
سے گزرنے کے بعد ہمارے سامنے دورِ حاضر کا یہ جرأت مند
بے باک اور سیفِ زبان وسیفِ قلم سے جہادِ مسلسل کرنے
والا شعلہ بیان خطیبِ اہل بیت پورے بانکپن اور روش
بوذری کے ساتھ موجود ہے۔

بلا جھجک میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ مولانا حسن ظفر سلمٰہ، اور اِن کے ساتھی اُن افراد میں سے ہیں جو ہم جیسے بوڑھوں کو بھی جوانی کا عزم عطا کر دیتے ہیں۔ میں بجا طور پر یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ مولانا حسن ظفر نقوی نے اپنے آباؤ اجداد کی سنت اور اُن کے ورثے کا بہترین انداز میں دفاع کیا ہے۔ اور اُن کی مجاہدانہ تاریخ پر کوئی داغ نہیں لگنے دیا۔ اور حسن ظفر ملّتِ جعفریہ کا فخر ہونے کی وجہ سے ہم سب کے لئے قابلِ فخر ہیں

ڈاکٹر کلب صادق